بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خُلاصۃُ التّفاسِیر

قرآنِ مُبین مُترجَم

۹ (9)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمّد حسن رضوی

ناشر: پاک مُحرّم ایجوکیشن ٹرسٹ
(۲۷۹- بریٹو روڈ- کراچی- فون: ۷۲۳۲۳۵۴)

www.drhasanrizvi.org

خُلاصَۃُ التَّفَاسِیر

قرآنِ مُبِین مُتَرجَم

پارہ

۹

Presented by: https://jafrilibrary.com/

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشِر: پاک محرّم ایجوکیشن ٹرسٹ
(۲۷۹۔ بریٹو روڈ۔ کراچی۔ فون ۷۲۳۲۳۵۴)

www.drhasanrizvi.org

فہرست مضامین پارہ ۹

سورۃ الاعراف از آیت ۸۸ تا ۲۰۶ اور سورۃ الانفال از آیت ۱ تا ۴۰

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ	شمار	ذیلی عناوین	صفحہ
۱	حضرت شعیبؑ کی قوم کا احمقانہ مطالبہ	۱۰۷۹	۲۱	جادوگروں نے ولایت کو بھی قبول کیا	۱۱۰۱
۲	خدا پر توکل کی تعلیم	۱۰۸۰	۲۲	خدا پر ایمان لانے کی سزا	۱۱۰۲
۳	کافروں کی گیدڑ بھبکیاں اور اُس کا انجام	۱۰۸۲	۲۳	فرعون کی آخری چال اور اُس کی ناکامی	۱۱۰۳
۴	حضرت شعیبؑ کی قوم کا بُرا انجام	۱۰۸۳	۲۴	فرعون کے مظالم	〃
۵	قوموں کی تباہی کا راز	〃	۲۵	زمین خدا کی ہے، اس کے وارث بھی اللہ والے (اہلِ بیتِ رسولؐ کے ائمہؑ) ہیں۔	۱۱۰۴
۶	اولیاء اور انبیاء کرامؑ کو ستانے کا انجام	۱۰۸۴			
۷	سرکشوں کے ساتھ خدا کا سلوک اور اُس کا اصول	۱۰۸۵	۲۶	حکومت دلیلِ حقانیت نہیں ہوتی۔	〃
۸	بلاؤں اور نعمتوں کا اصل مقصد	۱۰۸۶	۲۷	حضرتِ موسیٰؑ کا حِلم و تحمّل	۱۱۰۶
۹	خدا کی مشیّت کا جامع اصول	〃	۲۸	نحوست بُرے اعمال سے ہوتی ہے	۱۱۰۷
۱۰	نیک لوگوں کے لیے خدا کی کارسازیاں	۱۰۸۸	۲۹	کافروں کی حق دشمنی آخرت میں ظاہر ہوگی	〃
۱۱	خدا کے "مکر" کا مفہوم	۱۰۸۹	۳۰	فرعون اور اُس کے ساتھیوں کی انتہائی جہالت	۱۱۰۸
۱۲	دلوں پر مہر لگنے کا مطلب	۱۰۹۰	۳۱	طوفان اور قُمّل کے معنی	۱۱۰۹
۱۳	خدا سے بندوں نے عہد کیا تھا	۱۰۹۲	۳۲	فرعون اور آلِ فرعون پر عذابِ الٰہی	〃
۱۴	حضرتِ موسیٰؑ اور فرعونِ لعین کا قصّہ	۱۰۹۳	۳۳	"رِجز" برف کا عذاب	۱۱۱۰
۱۵	فرعون کے معنی	۱۰۹۵	۳۴	حضرت موسیٰؑ کا عہد اور عہدہ	۱۱۱۱
۱۶	سیاستدانوں کی بدمعاشیاں	۱۰۹۷	۳۵	فرعون کو بار بار مہلت دی گئی	۱۱۱۲
۱۷	ولادت کی پاکیزگی کا اثر	۱۰۹۸	۳۶	بنی اسرائیل کی مشرکانہ ذہنیت	۱۱۱۳
۱۸	فرعون کی مکاریاں	〃	۳۷	ہماری آزمائش کے دو طریقے	۱۱۱۴
۱۹	حضرت موسیٰؑ کی ہیبت اور توکّل	۱۰۹۹	۳۸	خدا کا قانونِ بَدا	۱۱۱۵
۲۰	جادوگروں کے کھیل کی حقیقت	〃	۳۹	حضرت ہارونؑ کی خلافت	۱۱۱۶

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ
۴۰	اللہ دیکھے جانے (دیدار) سے پاک و منزّہ ہے	۱۱۱۸
۴۱	قولِ امیرالمومنینؑ	۱۱۲۱
۴۲	توبۂ حضرت موسیٰؑ	"
۴۳	الواحِ موسیٰؑ کا انکشاف	۱۱۲۲
۴۴	حضرت موسیٰؑ کی لائی ہوئی تختیاں	۱۱۲۳
۴۵	ہر چیز کی نصیحت کے معنی	"
۴۶	بُرے کاموں کا بُرا انجام	"
۴۷	خدا کا اپنی نشانیوں سے پھیر دینا	۱۱۲۴
۴۸	تکبّر کا انجام	"
۴۹	خدا کے یہاں سے اجر ملنے کے دو اُصول	۱۱۲۵
۵۰	بنی اسرائیل کا شرک یا گوسالہ پرستی	"
۵۱	حضرت ہارونؑ نے حضرت موسیٰؑ کو ماں جائے کیوں کہا؟	۱۱۲۷
۵۲	امامت پر بحث و تبصرہ	۱۱۲۸
۵۳	حضرت موسیٰؑ کی دعاءِ مغفرت	۱۱۳۰
۵۴	خداوندِ کریم کی نظر میں توبہ کی اہمیت	۱۱۳۱
۵۵	خدا کے دیدار کا مطالبہ حماقت ہے	۱۱۳۲
۵۶	امتحان و آزمائش کا فائدہ	۱۱۳۳
۵۷	دنیا اور آخرت میں خدا کی رحمت کس کے لیے؟	۱۱۳۴
۵۸	عَذَابِیْ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ	۱۱۳۵
۵۹	نبی اور رسول کا فرق	۱۱۳۶
۶۰	اُمّی کے معنی	"
۶۱	حضورِ اکرمؐ کا ذکر توارت میں	۱۱۳۸
۶۲	انجیل میں حضورِ اکرمؐ کی بشارت	"
۶۳	نور کے معنی و مراد	۱۱۳۹

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ
۶۴	آیت ۱۵۸ کا شانِ نزول	۱۱۴۰
۶۵	جنابِ رسولِ خداؐ کی جامعیت	"
۶۶	حضرت موسیٰؑ کی اُمّت کا ایک گروہ	۱۱۴۱
۶۷	اَسباط کے معنی	۱۱۴۲
۶۸	خدا کی مہربانیاں بنی اسرائیل	"
۶۹	بابِ حِطّہ	۱۱۴۴
۷۰	اسرائیلی بندرگاہ ایلہ	۱۱۴۵
۷۱	ہفتہ کے دن کی اہمیت	"
۷۲	نصیحت کرنا ضروری ہے	۱۱۴۶
۷۳	شریعت میں حیلے	"
۷۴	نصیحت کرنے کی اہمیت	۱۱۴۷
۷۵	خدا کے حکم کی خلاف ورزی کا انجام	۱۱۴۸
۷۶	قرآن کا اعلان، صداقت کی دلیل	۱۱۴۹
۷۷	یہودیوں اور یہودی صفت لوگوں کا انجام	۱۱۵۰
۷۸	خدا کی طرف سے امتحانات لینے کا طریقہ اور مقصد	۱۱۵۱
۷۹	علماءِ سُوء کا کردار	۱۱۵۲
۸۰	علماءِ سُوء کی نشاندہی	۱۱۵۳
۸۱	علماء کی دنیا طلبی	۱۱۵۴
۸۲	قرآن و سنّت اور نماز کی اہمیت	۱۱۵۵
۸۳	کوہِ طور کو بنی اسرائیل پر معلّق کر دیا گیا	"
۸۴	خدا نے اولادِ آدمؑ سے عہد لیا تھا کہ؟	۱۱۵۶
۸۵	عہدِ وفا کا اثر	۱۱۵۷
۸۶	عہدِ وفا یاد کیوں نہیں؟	"
۸۷	عہدِ وفا کا اثر	۱۱۵۹

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ
۸۸	حضرت علیؑ کو امیر المؤمنین کا لقب کب عطا ہوا ؟	۱۱۵۹
۸۹	لقبِ امیر المؤمنین بطریقِ اہلِ سنّت	۱۱۶۰
۹۰	علم کا غلط استعمال	۱۱۶۱
۹۱	خدا کے چاہیے کا مطلب	۱۱۶۳
۹۲	فرشتے اور انسان کا بنیادی فرق	۱۱۶۵
۹۳	خدا کی غرضِ تخلیق ' اور آیت کا آخری مفہوم	۱۱۶۶
۹۴	اللہ کے اچھے نام' اُن کا صحیح استعمال اور اہمیت	۱۱۶۷
۹۵	نامِ علیؑ کی تاثیر	۱۱۶۸
۹۶	خدا کا ہر نام اسمِ اعظم ہے	۱۱۶۹
۹۷	اِس اُمّت کے تہتر فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجی ہوگا	۱۱۷۰
۹۸	خدا کا قانونِ استدراج	۱۱۷۱
۹۹	غور و فکر نہ کرنا بھی جُرم ہے	۱۱۷۲
۱۰۰	تفکر کی اہمیت ائمۂ معصومینؑ کی نظر میں۔	۱۱۷۳
۱۰۱	تفکر معرفت کا ذریعہ ہے' اور معرفت عمل کا پیش خیمہ ہے	〃
۱۰۲	قرآن خدا کی اہم ترین حجت ہے۔	۱۱۷۴
۱۰۳	خدا کی توفیقات کے سلب ہونے کا اصول	〃
۱۰۴	قیامت کا علم صرف اللہ کو ہے	۱۱۷۵
۱۰۵	عورت کی غرضِ خلقت	۱۱۷۶
۱۰۶	حضراتِ انبیاء اور خاصکر حضرت آدمؑ کی عصمت کا ثبوت	۱۱۷۸
۱۰۷	مجازی سبب سے مدد طلب کرنا شرک نہیں	۱۱۸۰
۱۰۸	عفو و درگذر اور نرمی کا حکم	۱۱۸۱
۱۰۹	نزغۂ شیطانی سے مراد ہے ؟	۱۱۸۳
۱۱۰	جہادِ نفس	〃
۱۱۱	شیطانی چالوں کے اثرات کی اقسام	۱۱۸۴
۱۱۲	داعیانِ حق کی خصوصیات	۱۱۸۵
۱۱۳	معجزوں کی فرمائش کا جواب اور انسان کا اصل کمال	۱۱۸۶
۱۱۴	قرآن مجید کو پوری توجہ سے سننے کا حکم	۱۱۸۷
۱۱۵	یادِ الٰہی کا طریقہ' اہمیت اور فوائد	۱۱۸۸
۱۱۶	قرآنی سجدے	۱۱۸۹
۱۱۷	تکبّر کی سخت نفی	〃
۱۱۸	فرشتوں سے مشابہت	〃
۱۱۹	سورۃ الانفال	۱۱۹۰
۱۲۰	اہلِ بیتِ رسولؐ کی تعلیمات میں "انفال" کے معنی	۱۱۹۰
۱۲۱	اہلِ سنّت کے نزدیک "انفال" کے معنی	۱۱۹۱
۱۲۲	مومن کی صفات اور علامتیں	۱۱۹۳
۱۲۳	مومن کے اوصاف میں نماز کی پابندی ' اور ' راہِ خدا میں خرچ کرنا بھی ہے۔	۱۱۹۵
۱۲۴	مومن تو در حقیقت یہ ہیں ؟	۱۱۹۷
۱۲۵	مومن سے گناہ کا امکان ہے۔	〃
۱۲۶	حضرات معصومینؑ کی نظر میں مومن کی تعریف	〃
۱۲۷	خدا کا فیصلہ تو ہوتا ہی صحیح ہے	۱۲۰۰
۱۲۸	جنگِ بدر کی عمومیت	۱۲۰۱
۱۲۹	فیصلہ کُن جنگ	۱۲۰۳
۱۳۰	غزوۂ بدر میں حضورِ اکرمؐ کی دعاء	۱۲۰۴
۱۳۱	خدا نے مسلمانوں کی مدد کیلئے فرشتوں کو وسیلہ قرار دیا	۱۲۰۵
۱۳۲	بارش کے پانی میں شفا ہے	۱۲۰۶
۱۳۳	شیطانی خیالات کی نجاست	〃
۱۳۴	میدانِ جنگ سے فرار بدترین گناہ ہے	۱۲۰۹

Presented by: https://jafrilibrary.com/

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ
١٣٥	کافروں کو تم نے نہیں، بلکہ اللہ نے قتل کیا	١٢١٠
١٣٦	کنکریاں آپؐ نے نہیں، بلکہ اللہ نے پھینکیں	″
١٣٧	مسلمانوں کو تنبیہ ہو رہی ہے	١٢١٣
١٣٨	یہاں سننے سے مراد	″
١٣٩	ایمان اور عمل	″
١٤٠	عقل سے کام نہ لینے کی مذمت	١٢١٤
١٤١	انسان میں اصل بھلائی	″
١٤٢	جنت کی ابدی زندگی کی ضمانت	١٢١٥
١٤٣	ولایتِ علیؑ جنت کی ضمانت	″
١٤٤	خدا کا حائل ہونا	″
١٤٥	حضور اکرمؐ کا احترام	١٢١٦
١٤٦	نفاق سے بچنے کے دو طریقے	″
١٤٧	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت	١٢١٧
١٤٨	اے عمارؓ! علیؑ کی اطاعت میری اطاعت ہے	١٢١٨
١٤٩	"فتنہ" کے معنی بزبانِ امیرالمومنینؑ	١٢٢٠
١٥٠	"فرقان" کی تشریح	١٢٢١
١٥١	ہجرت کے موقع پر خدا کی خفیہ تدبیر	١٢٢٢
١٥٢	عذاب نہ آنے کی وجہ	١٢٢٤
١٥٣	مسجد الحرام میں مشرکوں کی عبادت، سیٹیاں بجانا اور تالیاں پیٹنا	١٢٢٥
١٥٤	جاہل صوفیاء کے طریقۂ عبادت کی تردید	″
١٥٥	راہِ خدا کی مخالفت میں خرچ کرنے کی مذمت	١٢٢٦
١٥٦	برے کاموں پر مال خرچ کرنا ذخیرۂ جہنم ہے	١٢٢٧
١٥٧	سچے دل سے توبہ پر سب گناہ معاف	١٢٢٨
١٥٨	"فتنہ" کے معنی	١٢٢٩
١٥٩	اسلامی جنگوں کا اصل مقصد	″
١٦٠	"مولیٰ" ؟	١٢٣٠

محمد [illegible] عفی عنہ
ریسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر محکمہ اوقاف

میں تصدیق کرتا ہوں کہ پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ کے مطبوعہ پارہ نمبر ۹/۸ کا بغور حرفاً حرفاً مطالعہ کیا اور اسے ہر طرح کی اغلاط سے مبرّا پایا۔

فیض احمد شاہ سعیدی

حافظ فیض احمد شاہ سعیدی
منظور شدہ پروف ریڈر
گلشن اقبال بلاک 11 کراچی

www.drhasanrizvi.org
Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

قَالَ المَلَاُ (پارہ ۹)

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ (۸۸) قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ۚ ۸۸

اُس قوم کے سرداروں نے، جو اپنی بڑائی چاہتے تھے، کہا: "اے شعیبؑ! ہم تجھے اور اُن لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لاچکے ہیں، اپنی بستی سے ضرور نکال دیں گے یا پھر تم لوگوں کو ہماری مِلّت میں واپس آنا ہوگا۔" شعیبؑ نے کہا: "چاہے ہم راضی بھی نہ ہوں؟"

حضرتِ شعیبؑ کی قوم کا احمقانہ مطالبہ

عربی میں "ملاء" کے اصل معنی "بھر دینے" کے ہیں۔ اِصطلاح میں امیروں اور سرداروں کو بھی "مَلاء" کہتے ہیں، اِس لیے کہ وہ مال و دولت، عزت و شہرت سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں، اور اُن کے آنے سے محفل بھر جاتی ہے، پھر کسی کی ضرورت نہیں رہتی۔ ★ (لغات القرآن نعمانی - راغب)

قوم کا یہ کہنا کہ "اے شعیبؑ! پھر تم لوگوں کو ہماری ملّت میں واپس آنا ہوگا۔" تو شعیبؑ کی طرف ملّتِ کفر کی طرف واپس آنے کے کیا معنی؟ اصل میں یہ جملہ شعیبؑ کی قوم نے اِس لیے کہا کہ کافر، نبیؑ کے اعلانِ نبوّت سے پہلے یہی سمجھتے ہیں کہ نبیؑ ہمارے دین پر ہے۔ کیونکہ خدا کے حکم کے آنے سے پہلے نبیؑ اپنے عقائد کا اظہار نہیں کرتا۔ وہ خاموش رہتا ہے، لیکن کوئی نبیؑ نبوّت کے اعلان سے پہلے بھی غلط عقائد رکھنے والا نہیں ہوا کرتا۔ ★ (تفسیر صافی صفحہ ۱۷۸)

لیکن جب خدا نبیؑ کو یہ حکم دیتا ہے کہ اپنی نبوّت کا کام شروع کرو، تو اُس وقت وہ اپنی قوم کے غلط نظریات کی مخالفت شروع کرتا ہے۔ قوم یہ سمجھتی ہے کہ نبیؑ پہلے ہمارے عقیدے پر تھا، اب پھر گیا ہے۔ ★ (تفسیر مجمع البیان)

دوسرا مطلب اِس کا یوں بھی لکھا گیا کہ قوم کا خطاب حضرت شعیبؑ سے نہ تھا کہ تم کو ہم اپنی قوم سے نکال دیں گے، بلکہ قوم کا خطاب حضرت شعیبؑ کے ماننے والوں سے تھا جو پہلے کھلے بندوں کافروں کی جماعت میں شامل تھے۔ کیونکہ کوئی نبیؑ گمراہی میں قوم کا شریک کبھی نہیں ہوا کرتا۔ (جلالین)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللهُ مِنْهَا ۭ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللهُ رَبُّنَا ۭ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ عَلَى اللهِ تَوَكَّلْنَا ۭ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ۝ ۸۹

(۸۹) اگر ہم تمہاری ملت میں واپس آجائیں جبکہ اللہ ہم کو اس (گمراہی) سے نجات دے چکا ہے، تو یقیناً ہم نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا۔ اور ہم سے تو یہ ہرگز بھی نہ ہوگا کہ ہم (تمہاری ملت میں) واپس آجائیں، سوائے اس کے کہ ہمارا پالنے والا مالک ہی یہ چاہتا ہو۔ ہمارے پالنے والے مالک کا علم تو ہر چیز پر حاوی ہے۔ اُسی پر ہم نے پورا پورا بھروسہ کر رکھا ہے۔ اے ہمارے مالک! تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرما دے (کیونکہ) تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

نبیؑ کا یہ دُعا کرنا کہ: ”اے ہمارے مالک! تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرما دے“۔ یعنی یہ بات صاف ظاہر ہو جائے کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون ہے؟ ★۔ (تفسیر صافی ص۱۴۸)

خدا پر توکل کی تعلیم

حضرت شعیبؑ نے پہلے تو اپنا ارادہ پوری مضبوطی کے ساتھ ظاہر کر دیا کہ ہم ہرگز حق کے منکر نہیں بن سکتے۔ مگر یہ ایک قسم کا دعویٰ تھا جس میں اثباتِ خودی کا اظہار تھا۔ اِسی لیے ساتھ ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ ”سوائے اس کے کہ ہمارا پالنے والا مالک ہی یہ چاہتا ہو“۔

نتیجہ: محققین نے نتیجہ نکالا کہ: (۱) عارف کس قدر خود کو خدا کے سامنے عاجز اور کمزور سمجھتا ہے۔

(۲) جب انبیاء کرام کا یہ حال ہے تو عام مومن کو اپنے بارے میں کتنا دھڑکا لگا رہنا چاہیئے۔ یہی عجز بندگی اور توکل علی اللہ کا خلاصہ ہے۔ ★ (ماجدی)

حضرت شعیبؑ کے فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ اگر اللہ ہی کو یہ منظور ہوا، یعنی خدا کی توفیقات ہمارا ساتھ چھوڑ جائیں، پھر ہم اپنے اختیارات کو غلط استعمال کر کے کفر اختیار کر لیں، تو یہ ممکن ہے لیکن جبتک

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

خدا کی طرف کی توفیقات ہمارے شاملِ حال ہیں، ہرگز ہرگز کفر کی زندگی اختیار نہیں کریں گے۔ گویا حضرت شعیبؑ یہ بتلا رہے تھے کہ کفر انسان خود اختیار کرتا ہے، خدا کسی کو جبراً کفر اختیار کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ ہاں جب انسان کفر اختیار کرنے کی ٹھان لیتا ہے تو خدا کی توفیقات اُس کا ساتھ چھوڑ جاتی ہیں۔ ٭ —— (جلالین)

حضرت شعیبؑ کے جواب کا حاصل یہ ہوا کہ جب ہم ہر عقلی دلیل کی بنا پر جاہلیّت کے مذہب کو باطل سمجھ رہے ہیں، اور اُس سے ہمارا ذوق، مزاج، عقل اور ضمیر بیدار ہے، تو پھر ہم ایسے احمقانہ طرزِ زندگی کو کیسے اختیار کریں؟ مگر یہ جواب دینے کے بعد حضرت شعیبؑ جیسے عارف انسان کے لیے ضروری تھا کہ وہ تقدیرِ الٰہی کے سامنے لرزاں و ترساں رہے۔ پہلے اُنھوں نے اپنا مضبوط ارادہ بیان کر دیا کہ "ہم ہرگز ہرگز کفر اختیار نہیں کریں گے" مگر کیونکہ یہ ایک قسم کا دعویٰ تھا جس میں اپنی ذات پر بھروسہ کر کے ایک بات کہی گئی تھی۔ اس لیے فوراً اِس بات کا اضافہ بھی کر دیا کہ بشرطیکہ خدا بھی ایسا ہی چاہتا ہو۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ جب حضرت شعیبؑ جیسے عارفِ کامل اور نبی کوئی بات صرف اپنی قوت کے بل پر نہیں کہہ سکتے تو عام مومنین کو کس قدر احتیاط سے کام لینا چاہیے، اور ہر آن خدا کی مشیّت سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ اکابر انبیاء اور اولیاء سے اِسی قسم کے کلمات اکثر منقول ہوئے ہیں جس طرح حضرت ابراہیمؑ خدا سے دعا فرماتے ہیں کہ: "وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ" (خداوندا!" مجھے اور میری اولاد کو بُت پرستی سے محفوظ رکھنا") یا خود حضرت رسولِ اکرمؐ کی یہ دعا، جو وہ اکثر مانگا کرتے تھے: "یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ وَالْأَبْصَارِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰی دِیْنِكَ وَطَاعَتِكَ۔" (یعنی: "اے دلوں اور نگاہوں کو پھیر دینے والے! ہمارے دلوں کو اپنے دین اور اپنی اطاعت پر ثابت قدم رکھ"۔ یا۔ حضرت یوسفؑ کی دعا: "تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا۔" (مجھے مسلمان کی موت عطا فرمانا۔) غرض ہر معاملے میں خدا پر بھروسہ کرنا ضروری ہے، اپنی ذات پر نہیں۔ ٭ - (تفسیر کبیر)

حضرت شعیبؑ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کیونکہ خدا کا کسی کے لیے یہ چاہنا ناممکن ہے کہ وہ کفر و شرک اختیار کرے، اِس لیے یہ ناممکن ہے کہ ہم تمہارا دینِ کفر و شرک اختیار کر لیں۔ ٭ —— (تفسیر تبیان)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (۹۰) اُس کی قوم کے سرداروں نے، جو اُس کی بات
مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ مانسے سے انکار کر چکے تھے (آپس میں) کہا: اگر تم نے
شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ ۹۰ شعیبؑ کی پیروی کی تو یقیناً تم اُس صورت میں
نقصان اُٹھانے والے ہو جاؤ گے۔

کافروں کی گیدڑ بھبتیاں اور اِس کا انجام

کافروں اور مشرکوں کے سردار طنزاً

حضرت شعیبؑ کے ماننے والوں سے کہتے تھے کہ: "اگر تم شعیبؑ کی پیروی کرو گے تو سخت نقصان اُٹھاؤ گے۔"

اُن کے جواب میں کہا جا رہا ہے کہ: "اب بتاؤ کہ نقصان میں کون رہا ہے۔ * ...... (تفسیر مجمع البیان)

اب دیکھا کہ حضرت شعیبؑ پر ایمان لانا نقصان کا باعث نہیں ہوا، ہاں اُن کو جھٹلانے کا نتیجہ انتہائی نقصان اُٹھانا (ثابت) ہوا۔ * ...... (تفسیر تبیان)

نفسیاتی اعتبار سے اور شرافت کے تقاضے سے حضرت شعیبؑ کا دل اپنی قوم کی تباہی پر دکھا، پھر خود ہی اُن کے ذہن نے یہ فیصلہ بھی کر لیا کہ یہ لوگ اِسی تباہی کے مستحق تھے پھر اُن پر غم کیوں کیا جائے۔ اِس لیے کہ انھوں نے خود کفر اور حق دشمنی کی راہ اپنائی، اور اِسی لیے اُس کی سزا پائی۔ گویا خود اپنے ہاتھوں سے اپنی تباہی کا سامان کیا؛ "خود کردہ را علاجے نیست" * ...... (تفسیر تبیان)

حقیقتاً قوم کے سردار اپنی قوم کو یہ بتلا رہے تھے کہ شعیبؑ جس ایمانداری کی تعلیم دے رہے ہیں، اگر ہم نے اُن اخلاقی اصولوں کو اپنا لیا تو ہماری تجارت کیسے چلے گی؟ اگر ہم کاروبار میں سچ بولنے لگے، اور پورا پورا تولنے لگے، اور ایمانداری سے وعدے پورے کرنے لگے، کھرا (خالص) مال بیچنے لگے، تو ہمارا منافع وغیرہ اور ساری کمائی ختم ہو جائے گی۔ یہی وہ دلیل ہے جو ہر زمانے کے بے ایمان تاجر اور افسر، ایمانداروں کے سامنے پیش کیا کرتے ہیں۔ * ...... (تفہیم)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا (۹۱) پس انہیں زلزلے نے آن پکڑا۔ تو وہ اپنے
فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ۚۖ ۹۱ گھروں میں اُلٹے پڑے کے پڑے رہ گئے۔
الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا شُعَيۡبًا كَاَنۡ (۹۲) (غرض) جن لوگوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا تھا
لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَا ۛۚ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا (وہ ایسے برباد ہوئے کہ) جیسے کہ وہ اُن گھروں میں کبھی ع
شُعَيۡبًا كَانُوۡا هُمُ الۡخٰسِرِيۡنَ ۝ ۹۲ آباد ہی نہ ہوئے تھے۔ شعیبؑ کے جھٹلانے والے
ہی آخر کار نقصان اُٹھانے والے ٹھہرے۔

حضرت شعیبؑ کی اُمّت کا بُرا انجام

(آیت ۹۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "اللہ نے حضرت شعیبؑ کی قوم پر ایک سخت آواز مسلّط کر دی (جس سے زلزلے آئے) اور سب مر گئے۔ * .... (تفسیر مجمع البیان)

توریت میں بھی اہلِ مدین کی بیہودگیوں کا ذکر موجود ہے۔ (گنتی باب ۳۱ و باب ۲۵)

اِس آیت میں خدا اہلِ مدین سے پہلے گزری ہوئی قوموں کا بُرا انجام یاد دلا رہا ہے۔ *... (تفسیر کبیر)

قوموں کی تباہی کا راز

(آیت ۹۲) محققین نے نتیجہ نکالا کہ قوموں کی ہلاکت یا تباہی صرف مادّی اسباب ہی کی وجہ سے نہیں ہوا کرتی، بلکہ اکثر خدا کی نافرمانی کی وجہ سے ہوا کرتی ہے۔

"زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے"

کیونکہ حضرت شعیبؑ کی قوم والوں نے یہ کہا تھا کہ "شعیبؑ کی پیروی کرنے والے سخت نقصان میں رہیں گے"۔ اس کے جواب میں کہا جا رہا ہے کہ: "اب دیکھ لو نقصان میں کون رہا۔ ؟ * .... (تفسیر مجمع البیان)

اِس آیت میں حضرت شعیبؑ کو جھٹلانے کو دو دفعہ اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ نبیؐ کو جھٹلانے کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے، کہ خدا کو یہ عمل سخت ناگوار ہے۔ عربی ادب میں اِس قسم کی تکرار، اہمیت کے اظہار کے لیے ہوتی ہے۔ بتانا یہ ہے کہ نبیؐ کی تکذیب کا انجام بلا کا نقصان ہوتا ہے۔ * (تفسیر کشاف، بیضاوی، و تفسیر کبیر)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

فَتَوَلّٰی عَنۡهُمۡ وَ قَالَ یٰقَوۡمِ لَقَدۡ (۹۳) پس شعیبؑ نے اُن کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہا:
اَبۡلَغۡتُكُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّیۡ وَ نَصَحۡتُ لَكُمۡ ۚ فَكَیۡفَ اٰسٰی عَلٰی قَوۡمٍ كٰفِرِیۡنَ ۟ ۹۳ ع

"اے میری قوم! بیشک میں نے تو اپنے پالنے والے مالک کے پیغامات تمھیں پہنچا دیے تھے اور تمھاری بھلائی بھی بہت چاہی تھی۔ پھر اب میں اس قوم پر کیسے افسوس کروں جو حق کو قبول کرنے ہی سے انکار کرتی ہو"

اولیاء اور انبیاءِ کرام کو ستانے کا انجام

عارفین نے نتیجہ نکالا کہ منکرینِ حق مستحقِ ترحم نہیں ہوتے۔ (تھانوی)

اسی کو برأت، تبرا، یا باطل پرستوں سے علیحدگی اختیار کرلینا کہتے ہیں۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ انبیاء۔ اولیاء کے دشمنوں کو اکثر دنیا میں بھی سزا ملتی ہے تاکہ حجّتِ الٰہی ظاہر ہوجائے۔

مثلاً: جب متوکل عباسی نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی توہین کرنے کی کوشش کی تو کسی نے آپؑ سے کہا کہ کیا آج دنیا میں کوئی ایسا نہیں کہ جس کی وجہ سے خدا اس ملعون پر عذاب نازل کرے اور ہمیں اُس سے نجات دلائے؟

حضرت امامؑ نے فرمایا: "اس دنیا میں ایک شخص ایسا بھی ہے جس کا ایک ناخن خدا کی نگاہ میں حضرت صالحؑ کے ناقہ سے کم نہیں"۔ حضرت امامؑ کا یہ جملہ سنتے ہی ایک وزیر کے اُستاد نے کہا کہ "اب متوکل کی خیر نہیں۔ تین دن میں ختم ہوجائے گا، اس لیے کہ حضرت صالحؑ کے ناقہ کو قتل کرنے والی قوم پر تین دن بعد خدا کا عذاب آیا تھا۔" اور ایسا ہی ہوا کہ تیسرے دن متوکل کے بیٹے نے اپنے باپ کو ایسی بیدردی سے قتل کرکے ٹکڑے ٹکڑے کردیا کہ اُس کے جسم کا کوئی عضو دوسرے اعضاء سے الگ پہچانا نہیں جاتا تھا۔ یہ خبر سن کر حضرت امامؑ نے فرمایا: "یہ سزا ہے اُن لوگوں کی جو خدا کو اُس کے اولیاء کے ذریعے تکلیف پہنچاتے ہیں"۔ * ...... (بحار الانوار، منتہی الآمال)

یہ سارے قصّے "سرِ دلبراں در حدیثِ دیگراں" کے طور پر بیان ہوئے ہیں۔ یعنی ہر قصہ اصل میں ہمارا ہی قصہ ہے۔ وہی اخلاقی خرابیاں، اعتقادی گمراہیاں، تجارتی بے ایمانیاں، جاہلانہ ہٹ دھرمیاں، قریش میں، اور آج ہمارے معاشرے میں بھی پائی جاتی ہیں، جن کے نتائج ان واقعات میں بتائے گئے ہیں۔ * ...... (تفہیم)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّبِىٍّ اِلَّاۤ اَخَذۡنَاۤ اَهۡلَهَا بِالۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمۡ يَضَّرَّعُوۡنَ ۝۹۴

(۹۴) اور کبھی ایسا نہ ہوا کہ ہم نے کسی بستی میں کوئی نبیؐ بھیجا ہو (اور اُس کے جھٹلانے پر) ہم نے پہلے اُس بستی کے لوگوں کو تنگی اور سختی میں مبتلا نہ کیا ہو، تاکہ وہ لوگ شاید عاجزی پر اُتر آئیں۔

سرکشوں کے ساتھ خدا کا سلوک اور اُس کا اُصول

آیت میں خدا اپنی سنّت یا اپنے طریقہ کو خود بتلا رہا ہے کہ: "پہلے ہم، لوگوں کو ڈرانے سمجھانے کے لیے انبیاء کو بھیجتے ہیں، مگر قوم کی اکثریت اُن کو جھٹلاتی اور طرح طرح سے ستاتی ہے۔ پھر ہم اُن کو سختی اور تکلیف میں مبتلا کرتے ہیں، تاکہ شاید وہ ہوش میں آجائیں اور اللہ سے لو لگائیں، اپنی اصلاح کرلیں۔ مگر ہوتا یہی ہے کہ اکثریت اپنی اصلاح کی کوئی فکر نہیں کرتی اور خدا کا یہ طریقۂ کار اُن کو اپنے انجام کی طرف متوجہ نہیں کرتا۔ اِس لیے پھر اُن پر سے تکلیفوں کو ہٹالیا جاتا ہے۔ اب اُن کی اصلاح کا تیسرا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ اب اُنھیں راحت، آرام، مال، دولت اور اولاد کی فراوانی دی جاتی ہے، تاکہ اب وہ خدا کی نعمتوں اور عطاؤں ہی کو دیکھ کر اُس کا شکر اور اطاعت اختیار کرلیں۔ مگر اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ اکثریت اِن عطاؤں پر بجائے اِس کے، کہ خدا کی عظمت اور احسانات کو پہچانے، اور زیادہ گناہوں اور نافرمانیوں کا طریقۂ زندگی اختیار کرلیتی ہے۔ وہ تکلیف اور راحت دونوں کو زمانے کے اتّفاقات سمجھ کر ٹال دیتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ راحت اور تکلیف تو ہمارے باپ دادا کو بھی پہنچی تھی۔ یہ سب اتّفاقات ہیں زمانے کے۔ کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتیں۔" غرض وہ اِن تکلیفوں اور راحتوں کو اپنی اصلاح کا سامان نہیں سمجھتے۔ ... (تفسیر تبیان)

اب کیونکہ خدا کی طرف سے اُن پر ہر قسم کی حجت پوری ہوچکی ہوتی ہے، اِس لیے پھر اُنھیں اچانک بے خبری کے عالم میں عذابِ الٰہی میں دبوچ لیا جاتا ہے۔ یہی حال مسلمانوں کی تاریخ میں ملے گا۔ مسلمانوں کو جو شان و شوکت کا دَور ملا، وہ بھی اُن کے لیے ایک امتحان اور اصلاحِ حال کا ذریعہ تھا۔ اور آج جو بَلا و نکبت کا دَور ہے، یہ بھی ہماری اصلاح کا سامان ہے۔ * (فصل الخطاب) ؎ "مانے نہ کوئی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد :: دریا کا ہمارے جو اُترنا دیکھے۔"

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ (۹۵) پھر ہم نے اُن کی بدحالی کو خوشحالی سے بدل دیا۔
حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ (تاکہ وہ ہماری نعمتوں کی وجہ سے ہی ہماری بات مان لیں)
اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ یہاں تک کہ وہ لوگ خوب پھولے پھلے اور کہنے لگے کہ:
بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝ ۹۵ ہمارے باپ دادا پر بھی اچھے اور بُرے دن آتے
رہے ہیں۔ آخر کار ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا اور انھیں خبر تک نہ ہوئی (کہ یہ عذاب خدا ہے)

بلاؤں اور نعمتوں کا اصل مقصد

مطلب یہ ہے کہ نعمتوں کی کثرت نے انھیں خدا کا شکر ادا کرنا بھلا دیا تھا، اور مصیبتوں میں بجائے خدا کو یاد کرنے کے وہ یہ کہتے تھے کہ "یہ تو زمانے کی عادت ہے، کہ وہ کبھی کسی کو غنی کر دیتا ہے اور کبھی کسی کو بیمار کر دیتا ہے۔ ہمارے باپ دادا کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ یہ سب اتفاقاتِ زمانہ ہیں۔ غرض نعمتیں پاکر اور مصیبتوں میں گھر کر بھی اُنھوں نے اپنی ناشکری اور نافرمانی کا مذہب نہ بدلا، تو پھر ہم نے اُن کو سزا دی۔ ⭑ (تفسیر صافی ص۱۸۱)

نتیجہ : محققین نے نتیجہ نکالا کہ، خدا کی طرف سے بلاؤں کا نزول اِس لیے بھی ہوا کرتا ہے "تاکہ لوگوں کو اپنی غلطیوں کا احساس ہوجائے اور وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کرلیں۔ بقول شاعر: ؎

"بجز ارادہ پرستی خدا کو کیا جانے ⁂ وہ بدنصیب جسے بختِ نارسا نہ ملا"

خدا کی مشیّت کا جامع اُصول

اِس آیت میں ساری قوموں کے الگ الگ قصّے بیان کرنے کے بعد ایک جامع قانون بتایا گیا ہے کہ خدا ہر قوم کو سرکش ہوجانے کے بعد پہلے قحط، وبائیں، تجارتی نقصانات، بے روزگاری، جنگی شکست اور اِسی قسم کی بہت سی تکلیفوں میں مبتلا کرتا ہے، تاکہ اُن کے دل نرم پڑیں، تکبّر بھری گردن ڈھیلی پڑے، دولت اور طاقت کا نشہ ٹوٹے، ظلم اور گناہوں کے بُرے انجام کو دیکھ کر ظلم اور گناہوں سے ہاتھ رُک جائیں، وہ یہ سمجھیں کہ ہمارے اوپر کوئی طاقت ہے جو ہر چیز کو کنٹرول کر رہی ہے۔ پھر وہ خدا کے سامنے

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

عاجزی کے ساتھ جھکیں اور حق کو قبول کریں۔ مگر جب وہ نہیں مانتے تو پھر اُن کو خوشحالی کے فتنہ میں مبتلا کر دیا جاتا ہے کہ لو اب نعمتوں کے مزے چکھنے کے بعد ہی اپنے رب کو پہچان لو نعمتوں کا قولی اور عملی شکر ادا کرو۔ مگر وہ احمق ان تمام تغیرات کو اتفاقات قرار دیتے ہیں۔ وہ یہ نہیں مانتے کہ یہ سب کسی حکیمِ مطلق کے انتظامات ہیں یا اسباق ہیں۔ وہ اسے اندھی فطرت کا کھیل سمجھ کر ٹال دیتے ہیں۔ اسی سلسلے میں حضورِ اکرم صؐ نے فرمایا:

"مصیبتیں مومن کی اصلاح کرتی چلی جاتی ہیں، یہاں تک کہ وہ جب اس بھٹی سے نکلتا ہے تو اپنی ساری کھوٹ (برائیوں) سے صاف ہو کر نکلتا ہے۔ مگر (کافر اور) منافق کی حالت بالکل گدھے کی سی ہوتی ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہی نہیں کہ مالک نے کیوں اُسے باندھا اور کیوں پھر کھول دیا؟"

غرض ایسی احمق قومیں نہ مصیبتوں پر خدا کے سامنے گڑگڑاتی ہیں اور نہ نعمتوں پر شکر ادا کرتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر بربادی اُن کے سر منڈھ دی جاتی ہے۔ *..... (تفہیم)

کافروں کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ رنج اور راحت کا آنا جانا کسی اخلاقی بدکاری کا نتیجہ نہیں ہوتا، بلکہ یہ تو فطرت کا قانون ہے کہ کبھی خوشی ملی اور کبھی غم۔ *..... (تفسیر روح المعانی)

نتیجہ ۱: محققین نے نتیجہ نکالا کہ: انبیاءؑ اور اولیاءؑ کے مخالفین کو دنیا میں بھی سزا ملتی ہے تاکہ خدا کی حجت پوری ہو جائے اور نبیؐ کی نبوت ثابت ہو جائے۔

نیز دوسرا **نتیجہ ۲** یہ نکالا کہ جس نعمت کے بعد شکر اور مصیبت کے بعد صبر کی توفیق حاصل ہو، وہ حالت قابلِ تعریف ہے۔ اور جس نعمت کے ملنے کے بعد غفلت، ظلم، غرور، تکبر پیدا ہو، اور مصیبت کے بعد خدا کی رحمت سے انکار کا اظہار ہو، تو اس سے بدتر حالت کوئی نہیں نہیں ہو سکتی۔ *..... (ماجدی)

پس خدا سختیوں میں بھی آزماتا ہے اور نعمتوں سے بھی۔ اگر ان دونوں حالتوں میں انسان غرہ ہو کر خدا کی طرف نہ جھکے اور نہ گناہوں سے توبہ کرے تو پھر اچانک اُس پر عذاب نازل کرتا ہے جو اُس کے لیے نقمت اور دوسروں کے لیے عبرت ہوتا ہے۔
(تفسیر انوار النجف ج ۹ ص ۶۵)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَ (۹۶) اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۹۶

اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور بُرائیوں سے بچ کر فرائضِ الٰہیہ کو ادا کرتے، تو ہم ضرور اُن پر آسمان اور زمین سے برکتوں (کے دروازے) کھول دیتے۔ لیکن اُنھوں نے تو (حق کو خوب) جھٹلایا۔ لہٰذا ہم نے اُنھیں اُسی چیز کی سزا میں پکڑ لیا جو (بُرائی) وہ کمایا کرتے تھے۔

نیک لوگوں کے لیے خدا کی کارسازیاں

Presented by: https://jafrilibrary.com/

محققین نے نتیجہ نکالا کہ نیک لوگوں کی غیب سے کارسازیاں ہوتی رہتی ہیں۔ خدا کی برکتیں اُن پر نازل ہوتی رہتی ہیں۔ یہ عنایتیں کبھی مادّی اور کبھی روحانی فوائد کی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں۔ یہاں، برکتوں سے مراد' آسانیاں، آسائشیں اور راحتیں ہیں۔ مثلاً: آسمان کی طرف سے جو خدا کی برکت نازل ہوتی ہے، وہ بارش کی شکل میں نازل ہوتی ہے اور زمین کی طرف سے جو برکتیں ملتی ہیں، وہ ہر قسم کی نباتات اور پھلوں کی پیداوار کی شکل میں ملتی ہیں۔ * .... (تفسیر جلالین)

دوسری تفسیر یہ بھی ہے کہ:

آسمان کی برکت سے مراد: دعاؤں کا قبول ہونا ' اور زمین کی برکت سے مراد: ہماری تمام ضرورتیں زمین سے پوری ہونا ہے۔ * .... (تفسیر مجمع البیان)

آسمانی اور زمینی برکتوں سے مراد: وہ تمام فوائد ہیں جو انجام کے لحاظ سے بھی اچھے ہوں اور دنیا کی زندگی کی راحت بھی ہوں، اِس میں مصیبتوں سے محفوظ رکھنا اور ہر قسم کی آسانیاں فراہم کرنا بھی شامل ہیں۔ * .... (تفسیر روح المعانی)

www.drhasanrizvi.org

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ (۹۷) پھر کیا اب بھی بستیوں والے اِس بات سے نہیں
بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ ۹۷ ڈرتے کہ ہمارا عذاب اُن پر اچانک رات کے وقت آجائے
جب کہ وہ سوئے پڑے ہوں۔ ؟

اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ (۹۸) کیا بستیوں والے اَب بھی اِس بات سے بےخوف
بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ ۹۸ ہوگئے ہیں کہ ہمارا عذاب اُن پر دن چڑھے آجائے
جب کہ وہ کھیل کود رہے ہوں۔ ؟

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ (۹۹) کیا وہ لوگ اللہ کی تدبیر سے بے خوف
اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ۹۹ ع ہوگئے ہیں؟ حالانکہ اللہ کی تدبیر سے صرف
وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو نقصان اُٹھا کر تباہ و برباد ہونے والی ہو۔

(آیت ۹۷) "نوم" یعنی نیند سے مراد یہاں غفلت لی گئی ہے۔ (بقول حضرت ابن عباسؓ)

"اَهْلُ الْقُرٰى" یعنی: بستیوں والوں سے مراد 'منکرینِ اہلِ مکہ' ہیں۔ ★ (تفسیر روح المعانی)

خدا کے "مکر" کا مفہوم

اللہ کے مکر سے مراد "اللہ کی تدبیر یا منصوبہ" ہے۔ یعنی "عذابِ خدا"

یاد رہے کہ عربی میں مکر کے لفظ میں وہ برائی کا پہلو موجود نہیں ہے جو اردو میں استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ "مکر" کے عربی میں معنیٰ "پوشیدہ تدبیر کرنے" کے ہیں - یہ اللہ کی پوشیدہ تدبیر ہی ہے کہ وہ سرکشوں کو اپنے عذاب میں جکڑ لیتا ہے۔ ★ ...... (القرآن المبین)

اِس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ پچھلی قوموں کے ساتھ خدا کا کیا رویہ رہا تھا۔ پھر اِس اُمت کو سمجھایا جا رہا ہے کہ تم میں کوئی سرخاب کا پر نہیں لگا ہوا ہے۔ تم نے جو اللہ کے دین اور اللہ کے رسولؐ کے ساتھ سلوک اختیار کر رکھا ہے تو تم خدا کے نظامِ سزا سے اِسقدر بے خوف کیوں ہوگئے ہو؟ خدا کا یہی نظامِ سزا تمہارا بھی اُسی طرح حشر نشر کر سکتا ہے۔ (الامان الحفیظ) جیسا پہلوں کا ہوا۔ ★ ...... (فصل الخطاب)

خدا کے منصوبے یا تدبیر سے مراد: "لوگوں کی بداعمالیوں پر خدا کے سزا کا نظام ہے"۔ ★ ...... (تفسیر تبیان)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ
الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ
لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ
عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ○ ۱۰۰

(۱۰۰) کیا (اس بات نے) اُن لوگوں نے جو پہلے کے مالکوں
کے بعد اَب زمین کے مالک ہوئے ہیں، یہ سبق نہیں سیکھا کہ
اگر ہم چاہتے ہیں تو اُن کے گناہوں پر اُنھیں پکڑ لیتے ہیں؟
اور ہم اُن کے دلوں پر (کفر کے نشان کی) مُہر لگا دیتے ہیں؟
پھر وہ کچھ نہیں سُن سکتے۔

تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ
أَنْبَائِهَا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا
كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ
اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ○ ۱۰۱

(۱۰۱) یہی وہ بستیاں ہیں جن کی کچھ خبریں ہم آپ
سے بیان کرتے ہیں اور یقیناً اُن بستیوں کے رسول
اُن کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں لیکر آئے تھے،
مگر جس چیز کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے، پھر اُسے وہ
ماننے والے نہ تھے۔ (دیکھو!) اس طرح اللہ حق کے
منکروں کے دلوں پر مُہر لگا دیا کرتا ہے۔

(آیت ۱۰۰) آیت کا مطلب یہ ہے کہ: کیا اُن لوگوں کی ہدایت کے لیے یہ بات کافی نہیں کہ وہ اتنی سی بات سمجھ لیں کہ اگر خدا چاہے تو کسی وقت بھی اُن کو اُن کے گناہوں کے سبب سے مصیبتوں میں مبتلا کر دے۔ (فصل الخطاب)

خدا کا قانون یہی ہے کہ جو اپنی آنکھیں سورج کی طرف سے بند کر لیتا ہے، اُس تک آفتاب کی کوئی کرن نہیں پہنچتی۔ ...... (تفہیم)

: بروایت ابوبصیرؒ حضرتِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب انسان گناہ کرتا ہے تو اُس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پیدا ہوتا ہے، اگر توبہ کر لے تو وہ ختم ہو جاتا ہے، لیکن اگر زیادہ گناہ کرے تو وہ نقطہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔ پھر وہ انسان نیکی کی طرف نہیں رُجوع کرتا۔ (اصول کافی، باب الذنوب)

(آیت ۱۰۱) دلوں پر مہر لگنے کا مطلب

اللہ نے اُن کے دلوں پر مُہر لگا کر اُن سے ایمان کی صلاحیت

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

اِس لیئے چھین لی کہ انھوں نے اپنے اختیار کو غلط استعمال کر کے کفر کی زندگی اختیار کی۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ خدا کی توفیقات ملنا اور چھن جانا سب ہمارے اپنے طرزِ عمل کے نتیجے میں ہوتا ہے۔

یہ آیت خداوندِ عالم کے عدل کی دلیل ہے۔ ٭...... (فصل الخطاب)

خدا کی طرف سے کسی کے دل پر مُہر لگانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے جاہل تعصّبات اور اغراض کی وجہ سے حق کو قبول نہیں کرتا، تو پھر اپنی اس حق دشمنی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے وہ اور اُلجھتا ہی چلا جاتا ہے پھر کوئی دلیل، کوئی مشاہدہ، کوئی سزا، کوئی انعام، کوئی تجربہ اُسے حق قبول کرنے پر آمادہ نہیں کرتا۔ ٭... (تفہیم)

قرآن کا لفظ "البَیِّنٰت" دلائل اور معجزات دونوں پر حاوی ہے۔ ٭.... (تفسیر ابن کثیر، معالم)

یہ بات قرآن میں بار بار بیان ہوئی ہے کہ: جب بندہ اپنے ارادے سے کفر اور سرکشی کی راہ اختیار کرتا ہے، تو خدا اُس کو اُسی راہ پر جمے رہنے دیتا ہے یعنی اُسی راہ پر جانے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ اُس کی ضد اور حق دشمنی کی وجہ سے اپنی توفیقات سلب کر لیتا ہے۔ اِس طرح اُن کے دلوں پر مُہر لگا دیتا ہے۔ ٭...... (مدارک)

جنابِ رسولِ اکرمؐ سے فرمایا جا رہا ہے کہ: "کافروں کی حق دشمنی کی روش ہمیشہ سے رہی ہے۔ اِس لیے آپ ان "لوگوں" کی گمراہی پر زیادہ غم نہ کریں۔" "لوگوں" سے مراد پچھلی قومیں ہیں جو خدا سے عہد و پیمان کو ہمیشہ سے توڑتی رہی ہیں۔ "عہد" سے یہاں مراد؛ عہد کا پورا کرنا ہے۔ اِس قسم کے حذفِ مضاف کی مثالیں قرآن میں اکثر موجود ہیں۔ ٭...... (ابن کثیر)

"عہد" سے مراد: یومِ میثاق کا عہد ہے جو خدا نے تمام انسانوں سے اُس وقت لیا تھا، جب وہ ذرّوں کی شکل میں حضرت آدمؑ کے صُلب میں تھے۔ ٭...... (تفسیر کبیر بقول حضرت ابن عباسؓ)

دوسرا قول یہ ہے کہ: "یہ لوگ مصیبتوں میں مبتلا ہو کر ایمان لانے اور اپنی اصلاح کرنے کا عہد کرتے ہیں، لیکن مصیبت دور ہو جانے کے بعد اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور پھر کفر اور سرکشی کی زندگی اختیار کر لیتے ہیں۔" (بیضاوی۔ قرطبی)

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ خدا نے عالمِ ذر میں تمام ارواح کو اپنی توحید و رسالت و ولایت کے اقرار کی دعوت دی تھی، تو جن ارواح نے وہاں قبول کیا تھا وہ یہاں بھی قبول کرتے ہیں اور جنھوں نے وہاں انکار کیا تھا وہ یہاں بھی انکار کرتے ہیں۔ ٭...... (تفسیر صافی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ (۱۰۲) عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ۝ ۱۰۲

اور ہم نے اُن میں سے بہت سوں کو اپنے عہد کا پابند نہ پایا، اور اُن میں سے بہت سوں کو حد سے گذر جانے والا نافرمان (فاسق) پایا۔

خدا سے بندوں نے عہد کیا تھا

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" میثاق والے دن جن لوگوں نے خداوند عالم سے عہد کیا تھا اُس کو (اِس اُمت میں) کسی نے پورا نہ کیا سوائے میرے اور میرے اہلبیت کے، اور اُن کے چند ماننے والوں اور اُن کی پیروی کرنے والوں کے۔ اور یہ بات خدا کے اِسی قول سے ظاہر ہے۔ دوسری جگہ خدا خود ارشاد فرماتا ہے:

" ولکن اکثر الناس لا یعلمون " یعنی: لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

* ...... (تفسیر صافی ۲۰۱ بحوالہ تفسیر عیاشی)

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اکثر لوگ اپنے کیے ہوئے عہد و پیمان پر باقی نہیں رہا کرتے۔

* ...... (جلالین ۔ شاہ رفیع الدین)

خداوند عالم نے جو عہد انسان کی فطرت سے لیا تھا، یعنی: انسان کی فطرت میں خدا پرستی اور توحید کو گوندیا تھا، اور ایسی عقل اور ضمیر عطا کیے تھے جو توحید کا اقرار کرنے والے تھے، مگر اکثر لوگوں نے اپنی فطرت کے اِس تقاضے (عہد) کو بُھلا دیا۔ اُس کو اس طرح نظر انداز کر دیا کہ گویا اُن کی فطرت میں ایسا کوئی تقاضا موجود ہی نہ تھا کہ وہ خدا کو مانیں اور اُس کی عبادت کریں۔ خاصکر اُمراء، دولتمند لوگ اور حکمرانوں نے۔ اِس طرح اُنھوں نے خدا سے کیے ہوئے عہد یعنی: اپنے فطری تقاضے کو پورا نہ کیا۔

* ...... (تفسیر مجمع البیان ۔ فصل الخطاب ، جلالین)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ○ ۱۰۳

(۱۰۳) پھر اُن قوموں کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور دلیلوں کے ساتھ فرعون اور اُس کی قوم کے سرداروں کے پاس بھیجا۔ مگر انھوں نے بھی ہماری نشانیوں کے ساتھ ناانصافی کی۔ بس دیکھ لو کہ اُن فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔

حضرتِ موسیٰؑ و فرعون کا قصہ

حضرتِ امام محمّد باقر علیہ السّلام نے فرمایا: خداوندِ عالم نے حضرتِ یوسفؑ کے بعد بارہ اسباط بھیجے اور اُن کے بعد حضرتِ موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ تشریف لائے۔ ٭ (تفسیر صافی بروایت اکمال)

"مروج الذہب جلد ۱ صفحہ ۲۲۵" میں ہے کہ ریّان ابنِ ولید عملاقی حضرتِ یوسفؑ کے زمانے کا فرعون تھا۔ (فرعون، مصر کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ جیسے ایران (فارس) کے بادشاہوں کا لقب کسریٰ تھا) ریّان کے بعد وارم بن ریّان، پھر کامس ابنِ معدان عملاقی۔ اور عمالقہ خاندان کے بعد ولید ابنِ مصعب مصر کا حکمراں ہوا۔ یہ بعض مورّخین کے نزدیک شام کے قبیلۂ لخم سے تھا۔ اور بعض نے اسے قبطی لکھا ہے۔ اور یہی ولید بن مصعب حضرتِ موسیٰؑ کے زمانے کا فرعون تھا۔ اِس کے کبر و نخوت کا عالم یہ تھا کہ اِس نے "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى" کا دعویٰ کر دیا، اور بزعمِ خود یہ سمجھ بیٹھا کہ کوئی طاقت اُس سے حکومت کو چھین ہی نہیں سکتی۔ (ربیع الابرار ...)

چنانچہ اللہ عزّ وجلّ نے حضرتِ موسیٰؑ کے ذریعے سے اُس کے دعویٰ کو باطل اور اُس کو غرقِ دریا کر دیا۔

"تفسیر عیاشی" سے منقول ہے کہ فرعون نے حضرتِ موسیٰؑ سے بچنے کے لیے اپنے حفاظتی سات مضبوط قلعے بنوائے تھے اور اُن کے درمیان جنگلات اور بیشے بنوائے جن میں شیر اور چیتے وغیرہ چھوڑ دیے اور ساتویں قلعے میں اپنا محل بنوایا۔ حضرتِ موسیٰؑ کو جب خداوندِ عالم نے فرعون کی سرکوبی کے لیے بھیجا تو آپ جس قلعے کے دروازے پر پہنچے تھے وہ خود بخود کھل جاتا تھا اور جب شیر اور چیتے آپ کو دیکھتے تھے تو نہایت انکساری کے ساتھ آپ

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

کے سامنے سرخم کر لیتے اور دُم ہلانے لگتے تھے۔ آپؑ اسی صورت سے آخری قلعے تک جا پہنچے جہاں فرعون کا تخت تھا۔ جب آپؑ نے اُس قلعے کے دربان سے فرعون کے پاس جانے کی اجازت طلب کی اور ساتھ ہی اپنی رسالت کا اظہار فرمایا تو اُس نے جواب دیا کہ خدا کو تمھارے علاوہ دوسرا آدمی عہدۂ رسالت کے قابل نہیں ملا؟ یہ سُن کر حضرت موسیٰؑ نے غصے میں آکر اپنا عصا دروازے پر مارا۔ اُس کی آواز سے قلعے کے جتنے دروازے تھے سب کُھل گئے۔ جب فرعون نے آپؑ کو دیکھا تو حکم دیا کہ اِن کو اندر آنے کی اجازت دی جائے۔

چنانچہ حضرت موسیٰؑ اندر داخل ہوئے۔ فرعون ایک بہت بلند گنبدنما چبوترے پر بیٹھا تھا جس کی اونچائی اسّی ذراع بتائی گئی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے جاتے ہی فرمایا: "اِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ۔ میں جہانوں کے پالنے والے کی طرف سے رسولؑ ہو کر آیا ہوں۔ فرعون نے کہا اِن كُنتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ۔ یعنی؛ اگر آپ سچے ہیں تو کوئی معجزہ پیش کریں۔" پس آپؑ نے اپنا عصا زمین پر پھینکا جس کی دو شاخیں تھیں۔ وہ اژدہا بن گیا۔ اُس کی ایک شاخ زمین پر اور دوسری چبوترے کے بالائی حصّے تک جا پہنچی، اور یہ گویا اُس اژدہے کا منہ تھا۔ فرعون نے اژدہے کے منہ میں بھڑکتی ہوئی آگ دیکھی۔ اژدہا فرعون کی طرف بڑھا ہی تھا کہ فرعون کا خوف کے باعث فُضلا نکل پڑا، اور حضرت موسیٰؑ سے فریاد کی "تو آپؑ نے اُس کی جان بچائی" (بحوالہ انوار النجف ج ۹ ص ۲۸)

فرعون سے حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ "بنی اسرائیل کو چھوڑ دے تاکہ وہ میرے ساتھ اُس سرزمین پر چلے جائیں جو اُن کے باپ دادا کا وطن ہے" کیونکہ فرعون اُن سے سخت محنت کا کام لیتا تھا۔ ...... (تفسیر صافی ص ۱۶۹)

محققین نے لکھا کہ: اِن تمام قصّوں کا حاصل یہ ہے کہ ۱۔ جو قوم خدا کے پیغامات کے آنے کے بعد اُن کو رد کرتی ہے اُسے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ ۲۔ ابتدائی مرحلوں میں حق کو ایک چھوٹی سی اقلیت قبول کرتی ہے مگر یہ تھوڑے سے حق پرست اپنی بے سروسامانی کے باوجود بڑی بڑی طاقتوں پر غالب آکر رہتے ہیں۔ ۳۔ داعیِ حق کے خلاف جو چالیں چلی جاتی ہیں وہی چالیں خود اُن ہی کو کھا جاتی ہیں۔ ۴۔ اللہ منکرینِ حق کو ہلاکت کے آخری فیصلے سے پہلے طویل مدت تک سوچنے، سمجھنے اور سیدھا ہونے کے مواقع عطا فرماتا ہے، مگر تنبیہ کے بعد اثر نہ لینے پر سزا عبرتناک دی جاتی ہے۔ ...... (تفہیم)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَقَالَ مُوسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّىْ رَسُوْلٌ (۱۰۴) اور موسیٰ نے کہا: "اے فرعون! میں تمام جہانوں
مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ ۱۰۴ کے پالنے والے کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں۔
حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ (۱۰۵) "مجھ پر لازم ہے کہ میں اللہ کے متعلق حق
اِلَّا الْحَقَّ ۭ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ کے سوا کچھ نہ کہوں۔ بیشک میں تمہارے پاس
مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِىَ بَنِىْٓ تمہارے پالنے والے مالک کی طرف سے کھلی ہوئی
اِسْرَآءِيْلَ ۭ ۱۰۵ دلیلیں لے کر آیا ہوں پس تو میرے ساتھ (میری قوم)
بنی اسرائیل کو بھیج دے۔"

فرعون کے معنی: "سورج دیوتا کی اولاد" ہوتے ہیں۔ قدیم مصری، سورج کو "مہادیو" یا "رَبِّ اعلیٰ" مانتے تھے۔ بادشاہ اُسی وقت بادشاہ ہو سکتا تھا جب وہ سورج کا جسمانی مظہر، نمائندہ یا خلیفہ ہو۔ اِسی لیئے ہر شاہی خاندان خود کو سورج کی اولاد بنا کر پیش کرتا تھا، اور خود کو فرعون یعنی "سورج کی اولاد" کہتا تھا۔ * ..... (تفہیم)

(آیت ۱۰۵) فرعون نے بنی اسرائیل کو زبردستی اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ حضرت موسیٰؑ اُن کی آزادی کا مطالبہ کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ: "بنی اسرائیل کو اُن کے ساتھ اُن کے آبائی وطن شام کی مقدس سرزمین پر جانے کی اجازت دے۔ * ...... (مجمع البیان)

بنی اسرائیل اصل میں ایک موحّد قوم تھی جو اُس وقت کے مشرک فرعون کے ظلم وستم کا نشانہ بنی ہوئی تھی۔ اِسی لیے حضرت موسیٰؑ کا پہلا مطالبہ یہ تھا کہ میں اپنے موحدین کو اس مشرکانہ جاہل فضا سے الگ لے جا کر ایک علیحدہ خطۂ زمین پر آباد کروں گا۔

پاکستان بنانے کا تصور بھی حضرت موسیٰؑ کے اِسی مطالبے کا سا تصور تھا۔ * ..... (ماجدی)

حضرت موسیٰؑ، فرعون کی طرف خدا کے پیغامات لے کر آئے تھے۔ (۱) اللہ کی بندگی (اسلام) قبول کرو۔
(۲) بنی اسرائیل کو آزاد کرو اور اُن پر ظلم بند کرو۔ * ...... (تفہیم)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

قَالَ اِنۡ كُنۡتَ جِئۡتَ بِاٰيَةٍ فَاۡتِ (۱۰۶) فرعون نے کہا: "اگر تو کوئی نشانی لیکر آیا ہے
بِهَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ۝ تو اُسے پیش کر اگر تو اپنے دعوے میں سچا ہے"۔

فَاَلۡقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعۡبَانٌ (۱۰۷) پس موسیٰ نے اپنا عصا (ڈنڈا۔ لاٹھی کو زمین پر
مُّبِيۡنٌ ۝ ۱۰۷ ڈال دیا، تو یکایک وہ ایک جیتا جاگتا، ظاہر بہ ظاہر
اژدہا بن گیا۔

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيۡضَآءُ (۱۰۸) پھر موسیٰ نے اپنا ہاتھ (اپنی جیب سے) نکالا
لِلنّٰظِرِيۡنَ ۝ ۱۰۸ تو وہ سب دیکھنے والوں کیلئے چمک (جگمگا) رہا تھا۔

ع ۱۳

(آیت ۱۰۶) مشرکوں کو عقلی دلائل اور ضمیر کی گواہی کے بجائے مادّی قسم کے معجزات زیادہ سمجھ میں آتے ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ عقل وضمیر سے کام لینا نہیں چاہتے۔ اسی لیے وہ ہمیشہ مادّی قسم کے معجزات اور خوارقِ عادات کی فرمائشیں کرتے رہتے ہیں ......* (ماجدی)

(آیت ۱۰۷) "ثُعۡبَانٌ" بڑے موٹے، لمبے چوڑے سانپ یا اژدہے کو کہتے ہیں۔ *.....(تفسیر کبیر۔ قرطبی)

حضرت موسیٰؑ کا عصا جنت کے درخت سے تھا جسے حضرت آدمؑ اپنے ہمراہ لائے تھے، پھر وہ عصا نسلاً بعد نسلٍ حضرت شعیبؑ تک پہنچا، جب حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ کو آٹھ برس کیلئے اپنا اجیر بنایا تو اس وقت وہ عصا آپؑ کو دیا گیا تھا۔ .... (مجمع البیان)

(آیت ۱۰۸) حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ سے جو نور نکلتا تھا وہ اسقدر طاقت ور چکدار تھا کہ سورج کی شعاعیں بھی اُس کے سامنے ماند پڑ جاتی تھیں۔ حضرت موسیٰؑ بڑے وجیہ جوان تھے۔ گندمی رنگ تھا سخت اور بارعب وہیبت والے تھے۔ *........ (تفسیر حقانی ص۱۷۹)

رہا لاٹھی کا اژدہا بننا اور پھر اُس کا دوبارہ عصا بن جانا، تو جو شخص یہ مانتا ہے کہ خدا زندگی اور موت کا عطا کرنے والا ہے، تو وہ اگر تدریجاً زندگی عطا کر سکتا ہے، تو اچانک بھی عطا کر سکتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اژدہے کے انڈے سے تدریجاً اژدہے پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں، لیکن لکڑی (عصا) سے اژدہا صرف تین دفعہ بنا تھا۔ ..*....... (تفہیم)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ (۱۰۹) (اس پر) فرعون کی قوم کے سرداروں نے (آپس میں) کہا:

إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ۝ ۱۰۹ حقیقتاً یہ تو بڑا ماہر جادوگر ہے۔

يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ (۱۱۰) یہ تمھیں تمھاری زمین سے نکال دینا چاہتا ہے

فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝ ۱۱۰ پس اب تم کیا حکم دیتے ہو ؟

سیاستدانوں کی بدمعاشیاں

(آیت ۱۱۰) یہاں سیاستدانوں کی بدمعاشی ملاحظہ فرمائیں کہ وہ ظالم غاصب ہوتے ہوئے مجبور عوام کی زبان بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُن کے ترجمان بن کر اُن کی ہمدردیاں حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ فرعون کے درباری اور سردار سب قبطی تھے جو فرعون کے خاندان کے لوگ تھے' اور بنی اسرائیل بیچارے غریب عوام تھے' اس لیے فرعون نے اُن سے کہا کہ موسیٰؑ اور ہارونؑ دونوں جادوگر ہیں اور تمھیں تمھاری اپنی زمینِ مصر سے نکلوانا چاہتے ہیں تاکہ تم بے گھر ہو جاؤ۔ ..... پھر سرداروں نے فرعون کو یہ مشورہ دیا کہ کیونکہ موسیٰؑ و ہارون جادوگر ہیں اس لیے سارے شہروں سے بڑے بڑے جادوگر منگوا کر اُن کو شکست دلوا دے۔ اِس طرح اُن کی نبوت کا دعویٰ بھی غلط ثابت ہو جائے گا۔ ..... * (فصل الخطاب)

رہا سوال کہ حضرت موسیٰؑ سے فرعون کیوں مرعوب ہو گیا ؟ تو اس کا سبب یہ تھا کہ: "حضرت موسیٰؑ ایسا معجزہ دکھا رہے تھے جسے وہ خود اور اُس کے درباری اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ یہ جادو نہیں ہے بلکہ کسی عظیم طاقت کا اعجاز ہے۔ اِسی لیے اُس نے ایک طرف تو حضرت موسیٰؑ کو جادوگر کہا' اور دوسری طرف بوکھلا کر اُن کو سیاسی انقلاب لانے والا بھی کہا، جبکہ سب جانتے ہیں کہ جادو کے بل پر کبھی دنیا میں کوئی سیاسی انقلاب نہیں لایا جا سکتا۔

تحقیق اور نتیجہ : محققین نے لکھا کہ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے مشن کو جو حق تھا' باطل کی شکل میں پیش کیا۔ یہی حال ہر زمانے کے اہلِ باطل کا ہوتا ہے کہ وہ عوام کو اہلِ حق سے نفرت دلانے کے لیے اُن کے حق کو بُرے الفاظ اور پیرائے میں ظاہر کیا کرتے ہیں۔

.....* (ماجدی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

قَالُوٓا اَرۡجِهۡ وَاَخَاهُ وَاَرۡسِلۡ (۱۱۱) وہ سب بولے: اِس کو اور اس کے بھائی کو مہلت
فِى الۡمَدَآئِنِ حٰشِرِيۡنَ ۝ ۱۱۱ دیکر انتظار میں رکھو اور اکٹھا کرنے والوں کو تمام
شہروں میں بھیج دو۔

يَاۡتُوۡكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيۡمٍ ۝ ۱۱۲ (۱۱۲) تاکہ وہ ہر ماہرِ فن جادوگر کو تیرے پاس لے آئیں۔
وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرۡعَوۡنَ قَالُوۡٓا اِنَّ لَنَا (۱۱۳) پس تمام (ماہر ترین) جادوگر فرعون کے
لَاَجۡرًا اِنۡ كُنَّا نَحۡنُ الۡغٰلِبِيۡنَ ۝ ۱۱۳ پاس آکر کہنے لگے: "اگر ہم غالب رہے تو ہمیں
اس کا کوئی صلہ تو ضرور ملے گا؟

ولادت کی پاکیزگی کا اثر

(آیت ۱۱۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"جناب رسولِ خدا صؐ نے فرمایا: "فرعون کے مصاحبوں میں کوئی ولد الزنا نہ تھا۔ اگر کوئی ہوتا تو وہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو قتل کرنے کا مشورہ دیتا۔ اسی لیے ہمیں (اہلبیتِ رسول صؐ کو) تکلیف دینے کی کوشش وہی کرتا ہے جس کی ولادت میں خباثت ہوتی ہے۔" .... (تفسیر صافی ص۱۷۹)

فرعون کی مکاریاں

فرعون کے درباریوں نے فرعون کو مشورہ دیا کہ تو حضرت موسیٰؑ کو روکے رکھ، تا اشارہ اور اس عرصے میں ہر شہر سے ماہر جادوگروں کو بلالے۔ .... (قرطبی)

فرعون کے مصاحبوں کے کہنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارون کو دربار سے ہٹادے تاکہ ہمیں اُن کے بارے میں سوچنے اور ایکدوسرے سے مشورہ کرنے کا موقع مل جائے۔ ...... (تفسیر صافی ص۱۷۹)

(آیت ۱۱۳) جَآءَ السَّحَرَةُ: عبارت میں حذف زیادہ ہے لیکن مطلب واضح ہے۔ یعنی جادوگروں نے آکر پہلے جادو کیا اور رسیوں کے سانپ بنا کر دکھائے، تو ہم نے موسیٰؑ کو حکم دیا کہ اے موسیٰؑ تم بھی) اپنا عصا ڈالو۔ چنانچہ عصا، اژدہا بنا جو اُن کے سانپوں کو نگل گیا۔ ...... (تفسیر انوار النجف)

لفظ "لَاَجۡرًا" پر تنوین (یہاں دوزبر) اجر کی بڑائی کو ظاہر کرنے کے لیے آئے ہیں یعنی ہمارے لیے بڑا اجر کیا ہوگا؟ (تفسیر کشاف)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ ۱۱۴ (۱۱۴) فرعون نے کہا: "ہاں (صلہ بھی ملے گا) اور یقیناً تم میرے مقرّبین میں سے بھی ہو جاؤ گے۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ۝ ۱۱۵ (۱۱۵) اب وہ بولے: "اے موسیٰ! تم پھینکتے ہو یا ہم پھینکیں"؟

قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ۝ ۱۱۶ (۱۱۶) موسیٰ نے جواب دیا: "تم ہی پھینکو"۔ پھر جب اُنھوں نے پھینکا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور اُن کو ڈرا بھی دیا۔ اور اس طرح وہ بہت زبردست جادو بنا لائے۔

حضرت موسیٰؑ کی ہیبت اور توکّل

(آیت ۱۱۵) جادوگروں نے حضرت موسیٰؑ کے ادب اور ہیبت کی وجہ سے حضرت موسیٰؑ کو یہ اختیار دیا تھا، ورنہ اُن کی خواہش یہی تھی کہ پہلے وہ اپنے شعبدے دکھائیں تاکہ لوگ مرعوب ہو جائیں، کیونکہ حضرت موسیٰؑ کو خدا پر بھروسہ تھا اس لیے اُنھوں نے جادوگروں ہی کو اُن کا فن پہلے دکھانے کا موقع دے دیا۔ (تفسیر صافی ص۱۴۹)

جادوگروں کے کھیل کی حقیقت

جادوگروں نے موٹے موٹے رسّے اور لمبے لمبے لکڑی کے ڈنڈے (زمین پر) ڈالے تھے جو سب کے سب سانپ معلوم ہوتے تھے۔ تمام میدان اُن سانپوں سے بھر گیا تھا اور وہ ایک دوسرے پر سوار تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر صافی ص۱۴۰)

عام لفظوں میں اِس کو شعبدہ کہتے ہیں۔ مثلاً: پسا ہوا نیل لیکر نئے کپڑے میں رکھیں اور اُس کی بتی بنا کر تیل میں تر کر کے چراغ جلائیں تو اُس مکان میں (جہاں یہ چراغ جلایا جائے گا) جتنے آدمی ہوں گے سبز پوش (نیلے کپڑوں میں ملبوس) نظر آئیں گے۔ اِسی طرح جادوگر اپنی لکڑیوں اور رسّیوں میں پارہ بھر کر لائے تھے اور رسّیوں اور لکڑیوں کی شکل سانپوں، اژدہوں جیسی بناتی تھی جب اُن کو زمین پر پھینکا گیا تو سورج کی گرمی سے پارے نے اُڑنے کا قصد کیا، مگر کیونکہ اُن رسّیوں اور کھوکھلی لکڑیوں میں پارہ بند تھا اِس لیے اُڑ نہ سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رسّیاں اور لکڑیاں پارے کے

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

زور سے اُلٹی سیدھی ہونے لگیں جس سے لوگ یہ سمجھے کہ سانپ اور اژدہے لوٹ رہے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کا عصا اصلی اژدہا بن کر اُن سب کو ہڑپ کر گیا۔ اِسی بات سے جادوگر سمجھ گئے کہ حضرت موسیٰؑ کا اژدہا شعبدہ نہیں' بلکہ اصلیت ہے۔ کیونکہ اُس نے واقعتاً لکڑیاں اور تمام رسّیاں نگل لی تھیں۔ * ...... (القرآن المبین)

اصل میں جادوگروں نے ڈھٹ بندی یا نظر بندی کا فن استعمال کیا' اِسی لیے خدا نے فرمایا: "اُن کے جادو کی وجہ سے یہ خیال ہوتا تھا کہ رسّیاں دوڑ رہی ہیں" مگر اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ جادو کا اثر خارج میں کچھ نہیں ہوتا۔ صرف خیال یا نظریں متاثر ہوتی ہیں۔ اصل میں جادو کی کئی قسمیں ہیں۔ شاید فرعون کے جادوگروں نے نظر بندی کا فن استعمال کیا تھا۔ * ...... (فصل الخطاب)

جبکہ حضرت موسیٰؑ نے معجزے سے کام لیا۔ یعنی حقیقتاً اُن کا عصا' اژدہا بنا اور اُس نے واقعتاً جادوگروں کی پھینکی ہوئی رسّیوں اور ڈنڈوں کو نگل لیا۔ اِس راز کو جادوگر سمجھ گئے۔ کیونکہ وہ ماہرینِ فن تھے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ: حضرت موسیٰؑ نے نظر بندی کا فن استعمال نہیں کیا اور نہ کوئی اور جادو کی قسم کو استعمال کیا ہے۔ بلکہ یہ جادو کے تمام طریقوں سے کہیں اعلیٰ چیز ہے جو صرف خدائی طاقت ہی سے ممکن ہے۔ اِسی لیے وہ فوراً ایمان لے آئے۔ (مؤلف)

فرعون کے جادوگر ملک کے چنیدہ اور اپنے فنِ جادوگری کے ماہر ترین جادوگر تھے جن کو یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ: حضرت موسیٰؑ کا عصا' اُن کے سو جانے کے بعد بھی اژدہا بن کر اُن کی حفاظت کرتا ہے۔ اور جادوگر یہ جانتے تھے کہ: جادو کا اثر جادوگر کے سو جانے کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وہ لوگ تو یہ سُن کر اِس مقابلے سے پہلے ہی خائف تھے' تاہم اُنھوں نے اپنے بہترین فنِ جادوگری کا مظاہرہ کیا۔ جب حضرت موسیٰؑ کا عصا' اژدہا بن کر جادوگروں کے سانپوں کو نگل گیا تو اُن کو اِس بات کا مکمل یقین ہو گیا کہ حضرت موسیٰؑ کا فن ہمارے جادو سے بالا و اعلیٰ چیز ہے' اور یہ جادو نہیں بلکہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے پروردگار کا معجزہ ہی ہو سکتا ہے۔ اِسی لیے وہ حق شناس' یہ کہہ کر سجدے میں گر پڑے کہ: "ہم موسیٰؑ اور ہارونؑ کے پالنے والے مالک پر ایمان لے آئے۔" یہ اُن کے یقین کی آخری منزل تھی کہ اُن کے دلوں سے فرعون کا رعب و دبدبہ اور اپنے قتل ہو جانے کا خوف جاتا رہا۔ کیونکہ مومن اللہ کے علاوہ کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ (الجبر)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنۡ اَلۡقِ (۱۱۷) اور ہم نے بھی موسیٰؑ کو اشارہ کر دیا کہ اپنا عصا (ذرا)
عَصَاکَ ۚ فَاِذَا ہِیَ تَلۡقَفُ مَا پھینک دو ۔ پھر کیا تھا ' وہ عصا اُن سب جھوٹے
یَاۡفِکُوۡنَ ﴿۱۱۷﴾ طلسموں کو (اژدہا بن کر) نگلتا چلا گیا ۔
فَوَقَعَ الۡحَقُّ وَ بَطَلَ مَا کَانُوۡا (۱۱۸) اِس طرح حق واضح ہو گیا اور جو کچھ وہ کرتے
یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۱۸﴾ تھے وہ سب کا سب جھوٹ اور باطل ہو کر رہ گیا ۔
فَغُلِبُوۡا ہُنَالِکَ وَ انۡقَلَبُوۡا (۱۱۹) پس وہ (سب کے سب) وہیں مغلوب ہو گئے
صٰغِرِیۡنَ ﴿۱۱۹﴾ اور خوب ذلیل ہوئے (اور ایمان پر) پلٹ پڑے ۔
وَ اُلۡقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیۡنَ ﴿۱۲۰﴾ (۱۲۰) اور سب کے سب جادوگروں کو (حقیقت کے ادراک نے) سجدے میں گرا دیا ۔
قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۲۱﴾ (۱۲۱) وہ کہنے لگے : "ہم نے تمام جہانوں کے پالنے والے مالک کو مان لیا ۔
رَبِّ مُوۡسٰی وَ ہٰرُوۡنَ ﴿۱۲۲﴾ (۱۲۲) اُسی پالنے والے مالک کو جسے موسیٰؑ اور ہارونؑ مانتے ہیں ۔

جادوگروں نے ولایت کو بھی قبول کیا (آیت ۱۲۲) محققین نے لکھا کہ : جادوگروں نے سب سے پہلے خدا کی ربوبیت کا کلمہ پڑھا ' اور کہا : "ہم نے مان لیا تمام کائنات کے پالنے والے مالک کو" پھر اُنھوں نے حضرت موسیٰؑ کو نبوت کا کلمہ پڑھا اور کہا : "موسیٰؑ اور ہارونؑ کے پالنے والے مالک کو ۔" گویا اُنھوں نے حضرت موسیٰؑ کے ساتھ حضرت ہارونؑ کا بھی کلمہ پڑھا ۔ اِس سے معلوم ہوا کہ ایمان صرف خدا اور رسولؐ ہی کو ماننے سے مکمل نہیں ہوا ' بلکہ نبیؐ کے وصیؑ کا کلمہ پڑھنا ایمان کا جزو ہوتا ہے ۔ اور ایمان کو مکمل کرتا ہے ۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا : "اے علیؑ ! تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی ' لیکن میرے بعد کوئی نبیؐ نہیں ۔"
(بخاری شریف)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

قَالَ فِرۡعَوۡنُ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَكُمۡ‌ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكۡرٌ مَّكَرۡتُمُوۡهُ فِى الۡمَدِيۡنَةِ لِتُخۡرِجُوۡا مِنۡهَاۤ اَهۡلَهَا‌ۚ فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ ۱۲۳

(۱۲۳) فرعون نے کہا: "قبل اس کے کہ میں تمھیں اجازت دوں، تم اس پر (کیسے) ایمان لے آئے؟ یقیناً یہ کوئی چال یا خفیہ سازش تھی جو تم نے اس شہر میں اس لیے کی، تاکہ تم اس کے باشندوں کو یہاں سے نکال دو۔ اچھا تو اب بہت جلد تم کو اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔

لَاُقَطِّعَنَّ اَيۡدِيَكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ۝ ۱۲۴

(۱۲۴) میں تمھارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹوادوں گا اور پھر تم سب کو سولی پر (بھی) چڑھاؤں گا۔

قَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنۡقَلِبُوۡنَ ۝ ۱۲۵

(۱۲۵) وہ بولے: "بیشک ہم اپنے پالنے والے مالک کی طرف لوٹنے والے ہیں۔"

خدا پر ایمان لانے کی سزا

(آیت ۱۲۴) لَاُقَطِّعَنَّ ..... یعنی: فرعون نے جادوگروں کو ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پیر کاٹنے کی دھمکی دی۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا (لیکن جادوگروں نے فرعون کے اس چیلنج اور ڈرانے دھمکانے کی مطلقاً پروا نہ کی)۔ (تفسیر مجمع البیان، تفسیر انوار النجف)

مروی ہے کہ فرعون پہلا شخص ہے جس نے ہاتھ پیر کاٹنے اور سولی پر لٹکانے کی سزا ایجاد کی۔ مومن جادوگروں کو کھجور کے درختوں پر سولی دی گئی تھی۔ جو دریائے نیل کے کنارے پر تھے۔ فرعون نے ہزار ڈرایا دھمکایا، لیکن انھوں نے کہا: "تو صرف اس لیے ہم کو سزا دے رہا ہے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ لہٰذا اس معاملہ میں اگر ہمیں موت آئے تو ہمیں بسر و چشم منظور ہے، اور ہم ہر قسم کی تکلیف برداشت کرنے کے لیے حاضر ہیں۔

عجیب ہی نیک نصیب تھے وہ لوگ کہ جو دن کے اوّل کے حصّہ میں کافر تھے اور آخری حصّہ میں خدا پر جان دیکر شہادت پائی اور جنّت میں جا پہنچے۔ ..... (تفسیر انوار النجف جلد ۹ صفحہ ۴۳)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ (۱۲۶) اور تو جو ہم سے انتقام لینا چاہتا ہے وہ
رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ تو اس (جرم) کے سوا کچھ نہیں کہ ہم (کیوں) اپنے
عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ۠ ۱۲۶ پالنے والے مالک کی نشانیوں پر ایمان لے آئے
جب کہ وہ ہمارے سامنے آچکیں۔ تو اے ہمارے پالنے والے مالک! ہم پر صبر کا دہانہ کھول دے
اور ہمیں دنیا سے اس حال میں اٹھالینا کہ ہم تیرے مسلم (یعنی) فرماں بردار ہوں۔
وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ (۱۲۷) اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا: کیا
اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا تو موسیٰ اور اُن کی قوم کو اس لیے چھوڑ دے گا کہ وہ
فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ زمین میں فساد پھیلائیں، حالانکہ وہ تجھے اور تیرے
قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ معبودوں کو بھی چھوڑ چکے ہیں؟ فرعون نے جواب دیا:
نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ۝ "ہم عنقریب اُن کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور اُن
بیٹیوں (عورتوں) کو زندہ رہنے دیں گے، اور ہم تو یقیناً اُن پر غالب ہیں۔"

Presented by: https://jafrilibrary.com

فرعون کی آخری چال اور اس کی ناکامی

(آیت ۱۲۶) فرعون نے پانسہ پلٹتے دیکھ کر آخری چال چلی کہ اس سارے معاملے کو موسیٰ اور جادوگروں کی چال قرار دیا۔ مگر اس کی یہ چال بھی اُلٹی پڑی۔ جادوگروں نے اپنے آپ کو ہر سزا کے لیے پیش کر کے ثابت کر دیا کہ وہ واقعتاً دل سے حضرت موسیٰ پر ایمان لائے تھے، اور یہ کوئی ملی بھگت یا سازش نہ تھی۔ بلکہ صحیح معنی میں اعترافِ حق تھا۔ * .... (تفہیم)

فرعون کے مظالم

(آیت ۱۲۷) فرعون جن مظالم کا ذکر کر رہا ہے یہ وہی ہیں جو وہ حضرت موسیٰ کے پیدا ہونے سے پہلے بھی کرتا رہا تھا۔ اب اعلان کر رہا ہے کہ وہی مظالم پھر کروں گا۔ گویا درمیان میں اُن مظالم کو چھوڑ دیا تھا۔ اب پھر اُن کے شروع کرنے کا اعلان کر رہا ہے۔ * ...... (فصل الخطاب سے موضح القرآن سے)
فرق صرف یہ تھا کہ اب نوزائیدہ بچوں کے بجائے طاقتور سمجھدار نوجوانوں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے جن سے خوف تھا کہ وہ حضرت موسیٰ کا ساتھ دیں گے اور منظم ہو کر آزادی کی تحریک چلائیں گے۔ * .... (مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا (۱۲۸) موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا: "اللہ سے مدد مانگو
بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ اور صبر کرو۔ یقیناً زمین تو اللہ کی ہی ہے۔ وہ
لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اُس کا وارث
عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۱۲۸ بنا دیتا ہے۔ اور آخری کامیابی اُنھیں کے لیے ہے
جو خدا کے عائد کیئے ہوئے فرائض کو ادا کرتے ہیں اور بُرائیوں سے بچتے رہتے ہیں۔

زمین خدا کی ہے، اُس کے وارث بھی اللہ والے، اہلِ بیتِ رسولؐ کے ائمہؑ ہیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اِس آیت کو تلاوت فرمایا، پھر فرمایا: وہ میں ہوں اور میرے اہلِ بیتؑ، جن کو اللہ نے زمین کا وارث بنا دیا ہے۔ ہم ہی متقین ہیں، اور زمین ساری کی ساری ہماری ہے پس مسلمانوں میں سے جو کوئی بھی زمین کے کسی حصّے کو آباد کرے تو اُسے لازم ہے کہ اُس کا خراج اہلِ بیتِ رسولؐ کے امام کی خدمت میں پہنچا دیا کرے، جو باقی رہے وہ اُس کا ہے۔ پھر اگر وہ اُس حصّۂ زمین کو چھوڑ دے، اور دوسرا مسلمان اُس کو آباد کرے، تو یہ آباد کرنے والا اُس زمین کا مستحق ہو جائے گا۔ پھر اُس پر بھی لازم ہے کہ اہلِ بیتِ رسولؐ میں سے جو امام ہو اُس کو خراج ادا کرے۔ اب جو باقی رہے گا، وہ اُس کا حصّہ ہوگا، یہ حکم اُس وقت تک ہے، جب تک امام مہدیؑ قائمِ آلِ محمدؐ ظہور فرمائیں۔ وہ سب کفار، مشرکین اور منافقین کو نکال دیں گے۔ صرف اُس کی زمین کی ملکیت باقی رکھیں گے جو ہمارے ماننے والوں کے قبضے میں ہوگی۔ (تفسیر صافی صفحہ ۱۸۱ بحوالہ تفسیر عیاشی)

حکومت دلیلِ حقانیت نہیں ہوتی

یہاں زمین کا وارث بنانے سے مراد تکوینی تسلّط عطا کرنا ہے۔ یعنی: ایسے مادّی اسباب فراہم کیے کہ وہ زمین پر مسلط ہو گئے، اُن کی حکومت قائم ہو گئی۔ اِس سے مراد ہرگز یہ نہیں کہ جس کو حکومت مل جائے وہ خدا کی طرف سے حاکم مقرّر کر دیا جاتا ہے۔ یا۔ ہر صاحبِ حکومت حق پر ہوتا ہے۔ اِسی لیے بعد میں ارشاد فرمایا: "مگر آخرت کی بہتری اُن لوگوں کے لیے ہے جو متّقی، (یعنی) خدا کی ناراضگی سے بچتے) ہیں۔"

معلوم ہوا کہ حقیقی اور ابدی کامیابی اور حق پر ہونے کا معیار حکومتِ دُنیا کا

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

حاصل ہو جانا ہرگز نہیں ہوا کرتا، اس کا معیار تقویٰ و پرہیزگاری (یعنی بُرے کاموں سے اللہ کی خوشنودی کے لیے بچتے رہنا) ہوا کرتا ہے۔

اب جو لوگ حکومتِ دنیا کے حاصل ہو جانے کو حقانیت کا ثبوت سمجھتے ہیں، اُنھوں نے یہاں یہ مطلب لیا کہ ' اُن کو حکومت کا مستحق بنا دیا ' مگر وہ لوگ یہ بات بھول گئے کہ حکومت تو کافروں ' مشرکوں ' ظالموں ' فاسقوں اور فاجروں کو بھی مل جایا کرتی ہے، تو فرعون کو بھی اللہ کا بنایا ہوا حاکم کیوں نہ مان لیا جائے ؟ پھر حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے خلاف تحریک چلانا باطل قرار پائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی نام نہاد مسلمان کسی طرح حاکم ہو جائے اور یزید بن کر ظلم کرنے لگے تو اُس کو بھی حاکم برحق ماننا پڑے گا۔

ظاہر ہے کہ یہ نظریہ اسلام، قرآن، انسانیت اور عقل کی ضد کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ *..... (فصل الخطاب)

یہ اجتہاد عجب ہے کہ ایک دشمنِ دیں علیؑ سے آکے لڑے اور خطا کہیں اُس کو
یزید کو تو نہ تھا اجتہاد کا پایہ بُرا نہ مانیے گر ہم بُرا کہیں اُس کو
*...... غالب

نتیجہ : محققین نے اِن الفاظ سے کہ : "خدا اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے' زمین کا وارث بنا دیتا ہے" یہ نتیجہ نکالا کہ : دنیا کی حکومت مل جانا ' حقانیت اور مقبولیتِ الٰہی کا معیار نہیں۔ حکومت تو فرعون کو بھی ملی ہوئی تھی۔ حکومت کا ملنا مصالحِ تکوینی اور قوانینِ فطرت کے تابع ہے۔ یہ ہرگز ضروری نہیں کہ جو حاکم ہو وہ خدا کا پسندیدہ بھی ہو۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جو خدا کا پسندیدہ ہو وہی حکمراں بھی ہو۔ محکومیت ' مقبولیت کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔ دونوں کے درمیان منافات نہیں۔ (مالک)
*...... (ماجدی)

حکومت کے تخت پر تو ہمیشہ سے ایسے ہی لوگ بیٹھتے رہے ہیں جن کو خدا اُس کے ذریعے سے آزمائش میں مبتلا کرتا رہا ہے جو اکثر اپنے اختیارات سے اللہ کے بندوں پر ظلم و ستم روا رکھتے چلے آئے ہیں اور عوام کی آزمائش اور اللہ کے بندوں کا امتحان ظلم و جبر کو اللہ کی رضا کے لیے برداشت کرنا ہوتا ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

قَالُوۡۤا اُوۡذِيۡنَا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَاۡتِيَنَا وَمِنۡۢ بَعۡدِ مَا جِئۡتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمۡ اَنۡ يُّهۡلِكَ عَدُوَّكُمۡ وَيَسۡتَخۡلِفَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرَ كَيۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ ۝۱۲۹ ع

(۱۲۹) موسیٰؑ کی قوم کے لوگوں نے کہا: "ہم تو آپ کے آنے سے پہلے بھی ستائے جاتے تھے اور آپؑ کے آنے کے بعد بھی ستائے جا رہے ہیں"۔ موسیٰؑ نے جواب دیا: "قریب ہے وہ وقت بھی کہ تمہارا پالنے والا مالک تمہارے دشمن کو ہلاک کردے اور تمہیں زمین میں اُن کی جگہ لینے والا (جانشین) بنادے۔ پھر وہ دیکھے کہ تم کیسے کام کرتے ہو"۔

حضرت موسیٰؑ کا حلم و تحمل

فرعون کے مظالم سے تنگ آکر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے یہ دل شکن جملہ کہا، جس میں (معاذ اللہ) حضرت موسیٰؑ کو دوسرے الفاظ میں منحوس کہا گیا تھا۔ مگر حضرت موسیٰؑ نے غصّہ کرنے کے بجائے اس جملے کو اُن کے وقتی اضطراب یا بے چینی کا نتیجہ قرار دیا۔ اور نہایت تسلّی کے ساتھ اُن کو مستقبل کی خوشخبری سُنائی۔ یہ جواب حضرت موسیٰؑ کے تحمل، صبر اور اخلاقی رفعت کا بیّن ثبوت ہے۔ اور اِس سے وہ ساری غیر مستند روایات غلط ثابت ہو جاتی ہیں جن میں حضرت موسیٰؑ کو مغلوب الغضب انسان ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس جواب کے آئینے میں ہم حضرت موسیٰؑ کو دوسرے انبیاءِ کرامؑ کی طرح ایک صابر اور عاقل، نہایت بُردبار انسان دیکھ سکتے ہیں، جو تمام انبیاءؑ کا شعار رہا ہے۔ * ..... (فصل الخطاب)

"عَسٰی" یعنی: "قریب ہے وہ وقت" جب اللہ کی طرف سے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی شک و احتمال کے نہیں ہوتے، بلکہ اس میں یقین اور وعدہ کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ * ...... (ابوالبقاء)

آیت اس بات کو بھی بتا رہی ہے کہ کافروں کا مغلوب ہونا اور مومنین کا غالب ہونا خدا کی ایک نعمت ہے اس لیے مومنین کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ کافروں، فاسقوں، فاجروں اور ظالموں کے ساتھ بلا کسی عذر و مجبوری کے ذلّت و خواری کی حالت میں پڑے رہیں۔

* ...... (تھانوی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ (۱۳۰)
وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ
يَذَّكَّرُوْنَ ○ ۱۳۰
فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا (۱۳۱)
لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ
يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۭ اَلَآ
اِنَّمَا طٰۗىِٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ ۱۳۱

اور (پھر)، ہم نے فرعون کی اولاد کو کئی سالوں تک متواتر قحطوں اور پیداوار کے نقصانات میں پکڑے رکھا کہ شاید اس طرح اُن کو ہوش آجائے۔ مگر جب بھی اُنھیں کوئی فائدہ یا بھلائی ملتی تو وہ کہتے: "ہم تو اسی کے مستحق ہیں"۔ اور جب کوئی نقصان یا بُرائی آپہنچتی تو وہ اسے موسیٰؑ اور اُس کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے۔ حالانکہ درحقیقت اُن کی نحوست تو اللہ کے ہاں ہے۔ مگر اُن میں سے اکثر کچھ نہیں جانتے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com/

(آیت ۱۳۰) "سِنِيْنَ" سے مراد خشک سالی۔ محاورۂ عرب میں جس سال قحط زیادہ ہو اُسے "سنۃ" کہتے ہیں۔ (تفسیر صافی، قمی)

نحوست بُرے اعمال سے ہوتی ہے

(آیت ۱۳۱) حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے جواب میں یہ نہ فرمایا کہ تمھاری نحوست تمھارے کفر و شرک کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ کافر و مشرک بھی دنیا میں عیش کرتے ہیں بلکہ جو اصل حقیقت تھی وہ فرمائی کہ دنیا کے تمام اُمور خدا کے مقرر کیے ہوئے قوانین (تقدیر) پر منحصر ہوتے ہیں۔ ★..... (تفسیر تبیان، موضح القرآن)

لیکن شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا کہ "کافروں مشرکوں کی نحوست کا سبب اُن کے بُرے اعمال ہوتے ہیں ★.... (فتح الرحمن)

کفار اپنی محرومیوں اور بدنصیبیوں کو حضرت موسیٰؑ کے سر تھوپتے تھے۔ حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ اُن کا کفر اور ظلم خدا پر خوب روشن ہے اور اُن کی محرومیاں اُن کے گناہوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں۔ ★...... (کشاف)

کافروں کی حق دشمنی آخرت میں ظاہر ہوگی

یہ بات اگرچہ اپنے مقام پر درست بھی ہو تو بھی آیت کا مضمون یہ نہیں ہے۔ آیت کا مضمون تو یہ ہے کہ: مشرکوں، کافروں، حق دشمنوں کی اصل نحوست اللہ کے یہاں ظاہر ہوگی یعنی، بدلے کے دن ظاہر ہوگی، جب اُنھیں اُن کے بُرے اعمال کی سخت سزا دی جائے گی۔ ★.... (تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ (۱۳۲) اٰیَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝ ۱۳۲

اور اُنھوں نے موسیٰؑ سے کہا: "تو جب بھی چاہے ہم پر جادو کرنے کے لیے خواہ کوئی بھی نشانی لے آ، ہم تو تیری بات ماننے والے نہیں۔"

فرعون اور اُس کے ساتھیوں کی انتہائی جہالت

یہ انتہائی ہٹ دھرمی تھی کہ: فرعون اور اُس کے ساتھی پورے ملک میں قحط پڑ جانے اور پورے ملک میں مسلسل پیداوار کم ہو جانے جیسی بڑی باتوں کو جادو قرار دے رہے تھے۔ حالانکہ وہ خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ بھلا جادو میں اتنی طاقت کہاں کہ قحط ڈال سکے۔ خداوندِ عالم فرماتا ہے:

" فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰیٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۚ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ " (سورۃ النمل: آیت ۱۳-۱۴)

یعنی: پس جب ہماری نشانیاں علانیہ اُن کی نگاہوں کے سامنے آگئیں، تو اُنھوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ حالانکہ اُن کے دل اندر سے قائل ہو چکے تھے (کہ یہ جادو نہیں ہو سکتا) مگر اُنھوں نے ظلم اور تکبّر کی وجہ سے انکار کیا۔ پس دیکھ لو فسادیوں کا کیا انجام ہوا؟" (سورۃ النمل ۱۳-۱۴)

حقیقت یہ ہے کہ جب حق کے مقابلے میں ضد اور حق دشمنی حد سے بڑھ جاتی ہے تو انسان ہر صورت میں حق کی مخالفت کی ٹھان لیتا ہے۔ پھر اُس مسخ شدہ ذہنیت میں مبتلا ہو کر سیدھی سادی واضح حقیقت کا بھی انکار کر بیٹھتا ہے۔ یہی ذہنیت جاہلیت کے عربوں کی تھی اور یہی ذہنیت جاہلینِ فرنگ کی آج تک چلی آرہی ہے۔ حضور اکرمؐ کی پاک پاکیزہ زندگی کے واقعات کو توڑ مروڑ پیش کرنا، اُن سے اُلٹے سیدھے نتائج اخذ کرنا، یہ خاص جوہر ہیں آج کی جاہلیت کے روشن خیال محققینِ فرنگ کے۔

* . . . . (ماجدی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ○ (۱۳۳)

پھر ہم نے اُن پر طوفان بھیجا، ٹڈی دل چھوڑے، چیچڑیاں اور سُرسُریاں پھیلائیں مینڈک نکالے، اور خون تک برسا دیا۔ یہ سب کھلی ہوئی نشانیاں تھیں جو الگ الگ دکھائی گئیں، مگر وہ تکبّر اور سرکشی ہی کیے چلے گئے، اور وہ (واقعتاً بڑے ہی) مجرم لوگ تھے۔

طوفان اور قمّل کے معنی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا: "یہ طوفان پانی کا تھا اور اُس کے ساتھ ساتھ طاعون کا مرض بھی تھا۔" (تفسیر صافی ص۱۸۰ بحوالہ تفسیر عیاشی)

★ آیت میں "قُمَّل" کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے جس کے معنی جوں، چھوٹی مکھی، ٹڈی، چچڑ، سُرسُری (وہ کیڑے جو گندم وغیرہ کو کھاتے ہیں یعنی گھن) ہوتے ہیں۔ (یہی چیز بائبل میں بھی ہے۔ (کتاب خروج باب ۹ تا ۱۲)

★ عربی میں طوفان کا لفظ ہر شدید ملک گیر نقصان یا حادثے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ (راغب۔ تفسیر کبیر)

★ تورات میں آتشیں ژالہ باری، اولوں میں لپٹی ہوئی آگ کا ذکر آیا ہے۔ عام مفسّرین نے طوفان سے مراد موت یا وبائی امراض کو لیا ہے۔ ★..... (تفسیر کبیر بقول حضرت ابن عباسؓ)

★ الجدری نے طاعون مراد لیا ہے۔ ★----- (بیضاوی)

★ عطا اور مجاہد نے طوفان سے مراد "موت" کو لیا ہے یعنی موت کا طوفان ★.... (تفسیر روح المعانی)

★ طوفان کے معنی میں چند اقوال ہیں: ۱۔ پانی طغیانی کی شکل میں، ۲۔ اچانک موت، ۳۔ طاعون، ۴۔ چیچک۔ (انوار النجف ص۳۰)

فرعون اور آلِ فرعون پر عذاب الٰہی

جب جادوگروں کو سزا دی جا چکی تو فرعون کے وزیر ہامان نے فرعون کو مشورہ دیا کہ: "اب جو شخص بھی موسٰیؑ کے دین پر جائے، اُس کو قید کر لیا جائے۔ چنانچہ سرکاری حکم صادر ہوا اور بنی اسرائیل دھڑا دھڑ قید ہونے لگے۔ تب خداوندِ عالم نے اُن ظالموں پر متعدد عذاب بھیجے۔

۱۔ سِنین: قحط سالی ۲۔ نقصِ ثمرات: پیداوار کی کمی۔ ۳۔ طوفان: طغیانی۔ جب پانی آیا تو فرعونیوں کے گھر

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

خراب ہوگئے تو یہ لوگ جنگلوں میں خیمہ زن ہوگئے۔ طوفانی پانی صرف فرعونیوں (یعنی قبطیوں) کے گھروں میں داخل ہوا اور اُن ہی کی تباہی کا باعث ہوا تھا لیکن بنی اسرائیل کے گھروں میں ایک قطرہ تک نہ آیا۔ قبطیوں کی زمینیں بھی برباد ہوگئیں تب اُنھوں نے حضرت موسیٰؑ سے دُعاء کی خواہش ظاہر کی۔ آپؑ نے دُعاء کی، عذاب ٹل گیا۔ چنانچہ ہامان نے فرعون کو پھر مشورہ دیا کہ "اگر تو نے بنی اسرائیل کو آزاد کر دیا تو وہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ مل کر تیری سلطنت کو تباہ کر دیں گے۔ لہٰذا اُس نے بنی اسرائیل کو آزاد کرنے سے انکار کر دیا"۔ کیونکہ طغیانی کے بعد اُن کی فصلیں اچھی پیدا ہوئیں تو کہنے لگے کہ یہ پانی تو ہمارے لیے باعثِ رحمت نعمت تھا۔ ۲ یہ - خدا نے اُن کی سرکشی کی بدولت اور دوسرے سال یا دوسرے مہینے مکڑی کا عذاب بھیجا۔ مکڑیوں نے اُن کی تمام فصلوں اور درختوں کے چھلکے، گھروں کے دروازے، کپڑوں اور سامان تک کو صاف کر دیا۔

یہ عذاب دیکھ کر فرعون اور قبطی تلملا اُٹھے اور حضرت موسیٰؑ سے التجا کی؛ اگر یہ عذاب ٹل گیا تو میں ایمان لے آؤں گا اور بنی اسرائیل کو اپنی قید سے آزاد کر دوں گا۔ پس حضرت موسیٰؑ نے پھر دعاء کی، ساتویں دن مکڑیوں کا عذاب دور ہوگیا۔ (یعنی ایک سنیچر سے دوسرے سنیچر تک)، اور کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر سے باہر تشریف لے گئے اور اپنے عصا سے مشرق کی طرف اشارہ کیا تو مکڑیاں چلی گئیں۔

ہامان نے فرعون کو بنی اسرائیل کے خلاف پھر ورغلایا اور اُنھیں آزاد نہ کیا۔ چنانچہ خدا نے اُن پر پانچواں ۵ عذاب قُمّل کا بھیجا۔ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ "عین الشمس" نام کی بستی میں گئے اور وہاں زمین پر عصا مارا تو زمین سے مچھروں، جوؤں، یا بے پروں کی ٹڈیوں کا سیلاب نکل پڑا پس وہ کپڑوں، اُن کے کھانوں، گندم اور اُن کے فرش وغیرہ میں داخل ہوگئیں۔ ان کے بال، ابرو، پلکیں اور چمڑا بھی نوچ نوچ کر کھانے لگیں۔ وہ پھر حضرت موسیٰؑ کے پاس آگئے اور عذاب برطرف کرنے کی التجا کرنے لگے۔ آپؑ کی دعاء سے یہ عذاب بھی دور ہوگیا لیکن فرعون نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔ پھر چھٹا ۶ عذاب مینڈکوں کا تھا۔ انھوں نے مینڈکوں سے تنگ آکر پھر حضرت موسیٰؑ سے دعا کی التجا کی۔ آپؑ کی دعاء سے عذاب دور ہوگیا۔ لیکن بنی اسرائیل کو اب بھی آزاد نہ کیا۔ پھر ساتواں ۷ عذاب خون کا تھا۔ ہر کھانے پینے کی چیز میں خون شامل ہوجاتا۔ اس طرح وہ بھوک دپیاس سے بیتاب ہوگئے۔ یہ عذاب دور ہوا تو پھر آٹھویں ۸ عذاب سے اُن کی سرکشی کے سبب دریائے نیل میں غرق کر کے قصہ تمام کر دیا۔ بنی اسرائیل آزاد ہو گئے .... (ملخص از مجمع البیان) بحوالہ تفسیر انوار النجف ۲۵ ص ۸۱، ۸۲، ۸۳۔

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا (۱۳۴) يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ ۱۳۴

اور جب کبھی انھیں کوئی سزا دی جاتی تو وہ کہتے: "اے موسیٰ تمھیں اپنے مالک کی طرف سے جو عہدہ حاصل ہے اُس کی بنا پر اپنے پالنے والے مالک سے ہمارے لیے دُعا کردیں ۔ اگر اس دفعہ تم نے ہم سے یہ سزا اُٹھوا دی، تو ہم تمھاری بات ضرور مان لیں گے اور بنی اسرائیل کو تمھارے ساتھ ضرور بھیج دیں گے۔

رِجز، برف کا عذاب

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "یہاں " رِجز " سے مراد برف ہے"۔ خراسان کا علاقہ بھی بلادِ رجز میں سے ہے"۔ (تفسیر صافی صـ ۱۸۰)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: " فرعون کی قوم پر سُرخ رنگ کی برف گری ۔ اُنھوں نے ایسی برف کبھی نہ دیکھی تھی اُسی سے وہ مر گئے"۔ ★........... (تفسیر مجمع البیان)

حضرت موسیٰ کا عہد اور عہدہ

فرعونیوں کا کہنا کہ: "اے موسیٰؑ! ہمارے لیے اپنے پالنے والے مالک سے دعا کرو اُس عہدے کے سبب سے جو اُس نے تمھیں عطا کیا ہے"۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے جو تمھاری دُعا کو قبول کرنے کا عہد کیا ہے، اُس عہد کی بنا پر دُعا کرو۔ یا۔ خدا کے اُس عہد کی بنا پر جو اُس نے تم سے عذاب دور کرنے کے سلسلے میں کر رکھا ہے، دُعا کرو۔ ★..... (جلالین)

اور اِس کے تیسرے معنی جو زیادہ مناسب ہیں، وہ یہ ہیں کہ:

موسیٰؑ! تم کو جو خدا نے نبوّت اور رسالت کا عہدہ عطا فرمایا ہے، اُس عظیم عہدے کی بنا پر خدا سے دُعا کرو، کہ ہم پر سے عذاب کو لوٹا دے۔ ★....... (تفسیر مجمع البیان)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُم بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ ۝ ۱۳۵

(۱۳۵) مگر جب ہم اُن سے ایک وقت تک کے لیے جس تک کہ وہ پہنچنے والے تھے، سزا ہٹا لیتے تو وہ فوراً اپنے عہد توڑ ڈالتے۔

فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ۝ ۱۳۶

(۱۳۶) آخرکار ہم نے اُن سے انتقام لیا اور انھیں سمندر میں غرق کر ڈالا، کیونکہ انھوں نے ہماری دلیلوں اور نشانیوں کو جھٹلایا تھا اور وہ اُن سے بالکل بے پرواہ ہو گئے تھے۔

(آیت ۱۳۵) مطلب یہ ہے کہ جب عذاب اُن سے ٹل جاتا تو وہ سرکشی کرتے۔ توراۃ میں یہی مضمون بار بار آیا ہے:

"جب فرعون نے دیکھا کہ مہلت ملی تو اُس نے اپنا دل سخت کیا اور جیسا خداوند نے کہا تھا اُن کی نہ سُنی۔" (خروج ۸ : ۱۵)

"فرعون نے اس بار بھی اپنا دل سخت کیا۔ اُن لوگوں کو (حضرت موسیٰ کے ساتھ) جانے کی اجازت نہ دی۔" (خروج ۸ : ۳۲)

فرعون کو بار بار مہلت دی گئی

"یَم" سے مراد وہ سمندر ہے جس کی گہرائی کا اندازہ نہ لگایا جا سکے۔ (تفسیر حقانی صفحہ ۱۸۰)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا: "جب جادوگر ایمان لے آئے تو حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے دے۔ مگر اُس نے انکار کیا۔ اللہ نے اُسی سال اُن پر طوفان بھیجا جس سے اُن کے گھر برباد ہو گئے اور اُن کو خیموں میں رہنا پڑا۔ فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ اگر تم طوفان روک دو تو میں بنی اسرائیل کو آزاد کر دوں گا۔ حضرت موسیٰ نے دعا کی تو طوفان رُک گیا۔ اب فرعون نے بنی اسرائیل کو چھوڑنا چاہا تو ہامان نے کہا کہ اگر تو نے بنی اسرائیل کو چھوڑا تو موسیٰ تجھ پر غالب آجائیں گے اور تیرا ملک تجھ سے چھین لیں گے۔ پس اُس نے چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ اس پر خدا نے دوسرے ہی سال اُن پر ٹڈی بھیجی جس نے ہر درخت اور سر پتے کو یہاں تک کہ اُن کی داڑھیوں کے بال سب کھا لیے۔ فرعون نے توبہ کی۔ اسی صورت سے فرعون بار بار توبہ کرتا رہا، عذاب آتا رہا لیکن بنی اسرائیل کو آزاد نہ کیا۔ آخری عذاب کے بعد بنی اسرائیل آزاد ہو گئے فرعون اور اُس کا لشکر غرق کر دیا گیا اور حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے نکل گئے۔ (ملخص تفسیر حقانی صفحہ ۱۸۰ بحوالہ تفسیر قمی و مجمع البیان)

فرعون کی قوم پر برف کا عذاب بھی بھیجا گیا تھا۔

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝ ۱۳۷

(۱۳۷) اور اُن کی جگہ ہم نے اُن لوگوں کو جو کمزور کر دیے گئے تھے، اُس زمین کے مشارق و مغارب کا وارث (مالک) بنا دیا جسے ہم نے اپنی برکتوں سے مالامال کیا تھا۔ اور اس طرح بنی اسرائیل کے حق میں آپ کے پالنے والے مالک کا اچھا کلمہ (وعدہ اور حکم) پورا ہوا، کیونکہ اُنھوں نے صبر سے کام لیا تھا۔ اور فرعون اور اُسکی قوم کا وہ سب کچھ برباد کر دیا گیا جو (چیزیں) وہ بناتے تھے اور (جو عمارتیں) وہ اونچی اُٹھایا کرتے تھے۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ ۱۳۸

(۱۳۸) اور بنی اسرائیل کو ہم نے سمندر کے پار گذار دیا، پھر وہ ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو اپنے بُتوں کی عبادت میں لگی ہوئی تھی۔ تو اُنھوں نے کہا: اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی کوئی ایسا ہی معبود بنا دو جیسے اِن لوگوں کے معبود ہیں۔ موسیٰ نے کہا: تم لوگ تو بڑی جہالت (کی باتیں) کرتے ہو۔

بنی اسرائیل کی مشرکانہ ذہنیت

(آیت ۱۳۸) بنی اسرائیل کی ذہنیت کو اہلِ مصر کی غلامی نے اِس بُری طرح بگاڑ دیا تھا کہ اُن کے مصر سے نکلنے کے ستّر سال بعد حضرت موسیٰ کے خلیفۂ اوّل حضرت یوشع بن نون نے اپنی آخری تقریر میں فرمایا تھا: "تم خداوند کا خوف رکھو اور نیک نیتی اور صداقت کے ساتھ اُس کی عبادت کرو۔ اور اُن دیوتاؤں کو دور کر دو جن کی عبادت تمہارے باپ دادا بڑے دریا کے پار مصر میں کیا کرتے تھے۔ (بس) خداوند کی پرستش کرو۔ اگر خداوند کی پرستش تم کو بُری معلوم ہوتی ہے تو آج ہی اُسے چُن لو جس کی تم پرستش کرو گے ۔۔۔ رہی میری اور میرے گھرانے کی بات، تو ہم خداوند ہی کی پرستش اور اطاعت کریں گے۔"

* ۔۔۔۔ (یشوع ۲۴ : ۱۴-۱۵)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ (۱۳۹) وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ۱۳۹

یہ لوگ جس (دین) میں ہیں وہ تو یقیناً تباہ برباد ہونے والا (اور تباہ کردینے والا) ہے اور جو کام وہ کررہے تھے وہ تو سراسر باطل ہے۔

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا (۱۴۰) وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ ۱۴۰

پھر موسیٰ نے کہا: کیا میں اللہ کو چھوڑ کر تمھارے لیے کوئی دوسرا معبود تلاش کروں؟ حالانکہ وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمھیں دنیا بھر کی قوموں پر فضیلت بخشی ہے۔

وَ اِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ (۱۴۱) يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ ۱۴۱

اور وہ وقت تو یاد کرو جب ہم نے فرعون کی اولاد سے تمھیں نجات دی۔ وہ تمھیں سخت ترین سزا دیا کرتے تھے۔ وہ تمھارے بیٹوں کو ذبح کیا کرتے اور تمھاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اُس میں تمھارے مالک کی طرف سے تمھارا بڑا ہی سخت امتحان تھا۔

ع ۱۶

Presented by: https://jafrilibrary.com/

ہماری آزمائش کے دو طریقے

(آیت ۱۴۱) خداوندِ عالم کبھی اپنے بندوں کو عیش و آرام، اور مال و دولت دے کر آزماتا ہے کہ بندہ اُس کا شکر ادا کرتا ہے کہ نہیں، عبادت اور اطاعت کرتا ہے کہ نہیں، اور کبھی خدا، بندوں کو تنگی اور تکلیف دے کر آزماتا ہے کہ بندہ صبر کرتا ہے کہ نہیں؟ ..... معصومؑ کا ارشاد ہے کہ: "بہ نسبت شکر کے صبر کا امتحان زیادہ آسان ہے۔"

امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ: "جس پر دنیا میں کشادگی کی گئی اور وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ وہ امتحان میں گرفتار ہے، تو اُس نے اپنی عقل کو کھو دیا۔"

www.drhasanrizvi.org

وَوٰعَدۡنَا مُوۡسٰى ثَلٰثِيۡنَ لَيۡلَةً وَّاَتۡمَمۡنٰهَا بِعَشۡرٍ فَتَمَّ مِيۡقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرۡبَعِيۡنَ لَيۡلَةً‌ ۚ وَقَالَ مُوۡسٰى لِاَخِيۡهِ هٰرُوۡنَ اخۡلُفۡنِىۡ فِىۡ قَوۡمِىۡ وَاَصۡلِحۡ وَلَا تَتَّبِعۡ سَبِيۡلَ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ۝۱۴۲

(۱۴۲) اور ہم نے موسیٰ سے تیس (۳۰) راتوں کا وعدہ کیا اور بعد میں دس (۱۰) (راتیں) اور ملا کر اُسے پورا کیا۔ اِس طرح اُس کے پالنے والے مالک کی مدّت چالیس راتوں میں پوری ہوئی۔ موسیٰ نے (کوہِ طور پر جاتے ہوئے) اپنے بھائی ہارون سے کہا: "تم میری قوم میں میری جانشینی کرنا اور اُن کی اِصلاح بھی کرتے رہنا اور خرابی یا فساد پیدا کرنے والوں کے راستے کی پیروی نہ کرنا۔

خدا کا قانونِ بدا

محققین نے اِس واقعے سے خدا کے قانونِ "بدا" کو ثابت کیا ہے۔

"خدا کا قانونِ بدا" کے معنی یہ ہیں کہ کبھی کبھی خدا کی مصلحت یہ ہوتی ہے کہ تقدیر کا آخری حتمی نتیجہ ایک دم سامنے نہ لایا جائے۔ بلکہ پہلے تقدیر جو لوحِ محفوظ پر لکھی ہوتی ہے' وہ کچھ اور لکھی ہوتی ہے' اور بعد میں وہ بدل دی جاتی ہے' اور وہ تقدیر لکھ دی جاتی ہے جو آخری ہوتی ہے' اور جو خدا کو پہلے ہی سے معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً: تقدیر میں پہلے یہ لکھا ہوتا ہے کہ فلاں شخص کی عمر چالیس سال ہے۔ پھر جب وہ آدمی اپنے رشتہ داروں' دوستوں' انسانوں سے بھلائی کرتا ہے' اُن کو فائدہ پہنچاتا ہے' تو اُس کی عمر میں تیس سال کا اضافہ کر دیا جاتا ہے' اور اب اُس کی کُل عمر ستّر سال لکھ دی جاتی ہے۔ بظاہر ہمیں یا فرشتوں کو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اُس کی تقدیر بدل دی لیکن خدا کو پہلے ہی سے معلوم ہوتا ہے' کہ وہ شخص نیکی کرے گا' اور اس کی عمر بعد میں بڑھا دی جائے گی۔ اِس لیے لوحِ محفوظ کو "لوحِ محو و اثبات" بھی کہتے ہیں۔ یعنی ایسی تختی جس پر لکھا اور مٹایا جاتا ہے۔ غرض "قانونِ بدا" کے اعتبار سے لوحِ محفوظ پر آخری نتیجہ ایکدم سامنے نہیں آتا۔ پہلے اُس شخص کی عمر کُل چالیس سال لکھی ہوئی سامنے آتی ہے' بعد میں

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

آخری نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اُس کی عمر ستّر سال ہوگی۔

حضرت موسیٰ ؑ کے اِس واقعے میں بھی بالکل اِسی طرح ہوا۔ پہلے حضرت موسیٰ ؑ کو تیس ۳۰ راتیں دی گئیں، پھر دس راتوں کا اضافہ کر دیا گیا۔ اِس طرح خدا کی تقدیر کا آخری فیصلہ یکایک سامنے نہ آیا۔ بعد میں پوری تقدیر سامنے آئی جو کُل چالیس ۴۰ راتیں تھیں۔ ٭..... (فصل الخطاب)

رہا یہ سوال کہ ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟ تو اِس میں خدا کی ہزاروں مصلحتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً: یہی مصلحت کہ ہم نیکیوں کی طرف تیزی سے آگے بڑھیں، تو ہو سکتا ہے کہ ہماری تقدیر بدل جائے۔ بقول اقبالؔ ؎

نشان یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا
کہ صبح و شام بدلتی ہیں اُن کی تقدیریں

Presented by: https://jafrilibrary.com/

اور نہ معلوم کتنی مصلحتیں ہوں جن کا علم ہم کو نہیں ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ ؑ کے اِس واقعے میں خدا نے دس راتیں شاید اِس لیے بڑھائی گئی ہوں کہ اِس طرح حضرت موسیٰ ؑ کی قوم کا امتحان ہو جائے اور اُن کے ایمان اور کم عقل ہونے کی حقیقت کُھل کر سامنے آجائے۔ اگر یہ دس راتیں نہ بڑھائی جاتیں تو اصل صاحبانِ ایمان اور بے ایمان، اور منافقوں کا فرق کیسے معلوم ہوگا۔؟

حضرت ہارونؑ کی خلافت

حضرت موسیٰ ؑ کا حضرت ہارونؑ سے یہ فرمانا کہ: "تم میری قوم میں میری جانشینی کرنا اور اُن کی اصلاح بھی کرتے رہنا۔ ...... الخ"

اِس حکم سے محققین نے کئی نتائج نکالے ہیں:

(۱) نبیؑ اپنا جانشین خود (بحکمِ خدا) مقرر کرتا ہے۔ قوم کو یہ حق نہیں ہوتا کہ وہ نبیؑ کا جانشین خود مقرر کرلے۔

(۲) نبیؑ کے جانشین کا اصل مقصد قوم کی اصلاح کرنا ہوتا ہے فتوحات یا مہم جوئی نہیں۔

(۳) اِس ارشاد سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ہارونؑ نبیؑ تو پہلے ہی ہو چکے تھے، کیونکہ حضرت موسیٰ ؑ نے پہلے دعا فرمائی تھی کہ "ہارونؑ کو میرے منصب میں میرا شریک قرار دے۔" جس پر خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

www.drhasanrizvi.org

"ہم نے تمہارے سوالات اور دعائیں قبول فرمالیں"۔ مگر اب تک ہارُون "امام" یعنی قوم کے سربراہ مقرر نہیں کیے گئے تھے۔ اب جب حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ سے فرمایا کہ: "تم قوم میں میری جانشینی کا کام انجام دو"۔ تو گویا حضرت موسیٰؑ نے اپنی غیر موجودگی میں حضرت ہارونؑ کو سربراہی (امامت) کا عہدہ بھی عطا فرمادیا۔

اِس سے ثابت ہوا کہ امامت، نبوّت کا لازمی جزو نہیں ہوا کرتی۔ اگر امامت، نبوّت کا لازمی جزو ہوتی تو حضرت موسیٰؑ کو کیا ضرورت تھی کہ حضرت ہارونؑ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمائیں۔ ★۔۔۔۔۔۔ (مجمع البیان)

اب حضرت رسولِ خداؐ کا یہ فرمانا، جس کو صحیح بخاری میں نقل کیا گیا ہے کہ:

"اے علیؑ! تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارُون کو موسیٰؑ سے تھی، سوا اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا"۔ (بخاری شریف)

اِس سے معلوم ہوا کہ حضرت ہارونؑ کو نبوّت کے علاوہ امامت اور خلافت کا عہدہ بھی حاصل تھا، جس کو حضورِ اکرمؐ نے حضرت علیؑ کے لیے ثابت فرمایا۔ اِس سے ثابت ہوگیا کہ: "حضرت علیؑ" حضرت ہارُون کی طرح حضورِ اکرمؐ کے مقرّر کیے ہوئے حضورؐ کے خلیفہ اور اُمّت کے پہلے امام ہیں۔ مگر آپؑ نبیؑ نہیں ہیں۔ اور آپؑ کو امامت کا عہدہ خدا کی طرف سے ملا ہے، بالکل اِسی طرح جیسے حضرت ہارونؑ کو خلافت اور امامت کا عہدہ خدا کی طرف سے ملا تھا۔ ★۔۔۔۔۔۔ (فصل الخطاب)

جس طرح حضرت ہارونؑ کی بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ کے جانے کے بعد، بات نہ مانی اور اطاعت نہ کی تو اُن کے عہدۂ امامت و خلافت پر کوئی فرق نہ پڑا، بالکل اِسی طرح حضورِ اکرمؐ کی وفات کے بعد اگر اِس اُمّت نے حضرت علیؑ کی خلافت اور امامت کو تسلیم نہ کیا، تو اس سے ائمۂ اہلِ بیتؑ کی امامت اور خلافت پر ذرّہ برابر بھی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ جو عہدہ خدا عطا فرماتا ہے، وہ لوگوں کی قبولیت کا محتاج نہیں ہوا کرتا۔ لوگوں نے تو انبیاءؑ اور رسولوںؑ کی نبوّت اور رسالت کو بھی قبول نہ کیا، تو اُن کے قبول نہ کرنے سے انبیاءؑ اور رسولوںؑ پر کیا فرق پڑا۔؟ ★۔۔۔۔۔۔ (مولف)

"چالیسؑ راتوں" کے بارے میں صوفیاء نے لکھا کہ: یہی عدد اصل ہے صوفیاء کے ہاں چلّہ کشی کا، جس کی برکتیں بارہا مشاہدے اور تجربے میں آچکی ہیں"۔ ★۔۔۔۔۔۔ (تھانوی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰى لِمِيقَاتِنَا وَ (۱۴۳) كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ۱۴۳

اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر آئے اور ان کے پالنے والے مالک نے ان سے کلام کیا، تو انھوں نے درخواست کی: "اے میرے پالنے والے مالک! تو مجھے (خود کو) دکھلا، کہ میں تجھے دیکھ لوں۔" (یعنی مجھے اتنی طاقت دے کہ میں تجھے دیکھ سکوں) فرمایا: "تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔ البتہ ذرا تم اس پہاڑ کی طرف تو دیکھو۔ اگر یہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو البتہ تم مجھے عنقریب دیکھ لو گے۔ پس جب ان کے پالنے والے مالک نے پہاڑ پر تجلی کی (نور کی چمک ڈالی)، تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا، اور موسیٰؑ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب انھیں ہوش آیا تو بولے: "پاک ہے تیری ذات (دیکھے جانے سے) میں نے تو تیری ہی طرف رجوع کر لیا ہے۔ اور میں تو سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com/

اللہ دیکھے جانے (دیدار) سے پاک و منزہ ہے

حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کے تقاضوں پر خدا سے عرض کی تھی کہ مجھے اپنی ذات کو دکھا دے اور مجھے یہ قدرت بھی دے کہ میں تجھے دیکھ سکوں۔ اس طرح کہ مجھ پر اپنے نور کا پورا پورا چمکارا (چمک یا ضو) ڈال" تاکہ میں اس قابل ہو جاؤں کہ تجھے دیکھ سکوں۔ خدا نے فرمایا: "لَنْ تَرٰىنِيْ" یعنی "نفیِ ابد کے ساتھ انکار کیا۔ اس لیے اب خدا کا دیدار کبھی ممکن نہ ہوگا، عقلاً بھی اور نقلاً بھی۔ عقلاً اس لیے کہ دیدار کے لیے جہت (سمت) کا ہونا ضروری ہے۔ اللہ کسی ایک طرف محدود ہوگا تو دیکھا جا سکے گا لیکن ایسی صورت میں دوسری سمتیں خدا سے خالی ہو جائیں گی۔ دوسرے یہ کہ جس کو دیکھا جائے گا اس کا جسم ہونا شرط ہے، اور جسم اللہ کے لیے ثابت نہیں۔ لہٰذا خدا کو دیکھنا محالِ عقلی ہے ...... نیز حضرت موسیٰؑ کا یہ فرمانا کہ:

* ..... (تفسیر صافی صفحہ ۱۸۱، القرآن المبین)

www.drhasanrizvi.org

" وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ " یعنی " اور میں تو سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں " اِس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا کے اِس جواب پر سب سے پہلے مجھے اِس بات کا یقین کامل ہوگیا کہ خدا ہرگز ہرگز دیکھا نہیں جاسکتا۔ (تفسیر صافی ؒ)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا ؐ نے فرمایا: " حضرت موسیٰ ؑ کے فرمانے کا مطلب یہ تھا کہ : میں اُن لوگوں میں سے سب سے پہلا ہوں جو اِس بات پر ایمان لائے کہ خدا آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا ، اور نہ کبھی دیکھا جائے گا۔ " ..... (تفسیر مجمع البیان)

کسی نے حضرت امام علی رضا علیہ السّلام سے پوچھا کہ: کیا حضرت موسیٰ ؑ اتنا بھی نہ جانتے تھے کہ خدا کو دیکھا نہیں جاسکتا ؟ حضرت امام ؑ نے فرمایا : " یقیناً وہ جانتے تھے کہ خدا اِس بات سے بلند وارفع ہے کہ اُس کو آنکھوں سے دیکھا جاسکے لیکن جب حضرت موسیٰ ؑ نے اپنی قوم کو بتایا کہ اُن سے خدا نے کلام کیا ہے ، اور اُس کا پورا واقعہ سُنایا ، تو اُن لوگوں نے کہا کہ " ہم تمھاری بات کا اُس وقت تک یقین نہ کریں گے جب تک ہم اللہ کا کلام خود نہ سُن لیں۔ " وہ لوگ تعداد میں سات لاکھ تھے ۔ حضرت موسیٰ ؑ نے اُن میں سے ستر ہزار چُنے ، پھر اُن میں سے سَتّر کا انتخاب کیا۔ انھیں لیکر وہ کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔ پہاڑ کے دامن میں سب کو ٹھہرایا ، خود پہاڑ پر چڑھے۔ خدا نے اُن سے کلام فرمایا : جو اُن سب نے بھی سُنا۔ خدا نے ایک درخت میں بولنے کی قوت پیدا کردی تھی۔ پھر وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو جب تک خدا کو ظاہرا کوہِ طور پر نہ دیکھ لیں گے ، ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔" جب اُنھوں نے اتنا بڑا بول زبان سے نکالا اور تکبر کیا ، تو اُن پر بجلی گری اور وہ سب کے سب مر گئے۔ حضرت موسیٰ ؑ نے خدا سے کہا کہ بنی اسرائیل مجھ پر الزام لگائیں گے کہ : کیونکہ میرا دعویٰ غلط تھا اِس لیے میں نے سب کے سب کو قتل کرڈالا ۔ اِس پر اللہ نے اُن کو زندہ کردیا۔ اُنھوں نے حضرت موسیٰ ؑ سے کہا : " اگر تم خود اللہ سے دیدار کا سوال کرتے تو وہ ضرور یہ بات قبول کرلیتا۔

حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا : " دیکھو ! خدا آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا ، بلکہ علامات سے پہچانا جاسکتا ہے۔

اُنھوں نے کہا : جب تک آپ خدا سے دیکھنے کا سوال نہ کریں گے ، ہم ایمان نہیں لائیں گے۔ " مجبوراً حضرت موسیٰ ؑ نے خدا سے کہا کہ : " مالک ! تُو نے اِن کی بات سُن لی ۔ ؟ " خدا نے فرمایا : موسیٰ ؑ ! جو یہ کہتے ہیں ، وہی سوال کرو۔ ہم اِن

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

کی جہالت کی وجہ سے تم سے باز پرس نہ کریں گے ۔" اِس کا اطمینان ہو جانے کے بعد حضرت موسیٰؑ نے یہ سوال کیا تھا ۔
* ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (عیون اخبار الرضاؑ و تفسیر صافی ص۱۸۱ بحوالہ التوحید)

آیت کے الفاظ سے محققین نے درجِ ذیل نتیجے نکالے :-
(۱) خدا کا دیدار کسی وقت ممکن نہیں ۔ کیونکہ خدا نے خود ہی ارشاد فرمایا ہے : " لَنْ تَرٰىنِىْ " (تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا) ہرگز میں پورا مستقبل آ گیا ۔

(۲) پھر حضرت موسیٰؑ نے بیہوش ہونے کے بعد ہوش میں آنے پر فرمایا : " پاک ہے تیری ذات " اِس سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ : خدا کو دیکھنا خدا کی شان اور عظمت کے خلاف ہے ۔ دیدار کا ہونا خدا کے واسطے نقص ہے ، جس سے پاکی کا اعلان حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ۔

(۳) پھر حضرت موسیٰؑ کا یہ فرمانا : " اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ " یعنی : " میں اوّل درجے کا دل سے ماننے والا ہوں " ۔ اِس سے نتیجہ نکالا کہ خدا کے دیدار کو نا ممکن سمجھنا ایمان کا جزو ہے ۔ اور یہ بھی کہ حضرت موسیٰؑ پہلے ہی سے یقین رکھتے تھے کہ خدا کا دیدار ممکن نہیں ۔

(۴) رہا یہ سوال کہ پھر حضرت موسیٰؑ نے دیدار کا یہ سوال : " رَبِّ اَرِنِىْ " (مالک مجھے اپنے آپ کو دکھا) کیوں کیا ؟ تو جیسا کہ حضرت امام علی رضاؑ نے فرمایا کہ یہ مطالبہ اپنی قوم کے جاہلوں کے شدید اصرار اور خدا کی اجازت کی بنا پر حضرت موسیٰؑ نے خدا کے سامنے پیش کیا تھا ۔

(۵) کیونکہ خدا نے مطلق طور پر اِس بات کی نفی کر دی کہ " تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے " اور اِس نفی کو برداشت کر سکنے یا آخرت سے مستثنیٰ نہیں کیا ، اِس لیے اِس سے رُویتِ خدا کی ابدی نفی ہو گئی ۔

اگر آخرت میں خدا کو دیکھنا ممکن ہوتا تو خدا دیدار کی مطلق نفی نہ فرماتا ، بلکہ خدا فرماتا کہ : " دُنیا میں تو نہیں ، لیکن آخرت میں تم مجھے دیکھ لو گے ، اِس طرح حضرت موسیٰؑ اور اُن کی قوم کو تسلّی بھی ہو جاتی اور وہ لوگ بے موت نہ مارے جاتے ، اور نہ حضرت موسیٰؑ بے ہوش ہوتے ۔ * ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (فصل الخطاب)

اِن تمام دلائل و شواہد کے باوجود اہلِ سنّت کا یہ عقیدہ ہے کہ " خدا قیامت میں ہمیں دکھائی دے گا " یہ

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

عقیدہ بھی عجیب ہے کہ جس خالق کی مخلوق دکھائی نہ دیتی ہو. مثلاً "ہوا" جو محسوس تو ہوتی ہے مگر دکھائی نہیں دیتی، جن، فرشتے، آنکھوں کی بینائی۔ یہ تمام لطیف چیزیں اللہ کی مخلوق ہیں جو دکھائی نہیں دیتیں، پھر خالق جو انتہائی "لطیف" ہے، ان کو آخرت میں کیسے نظر آئے گا۔ بقول اقبالؔ ؎

کبھی اے حقیقتِ منتظر، نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزار سجدے تڑپ رہے ہیں، مری جبینِ نیاز میں

"لَنْ تَرٰىنِیْ" یعنی: "تُو مجھے ہرگز ہرگز نہ دیکھے گا۔" یہ تھا خدا کا اصل جواب، جو یہیں ختم ہو گیا۔ آگے جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ مزید شفقت اور کرم کی وجہ سے ہے۔ ارشاد ہوا، اچھا، یہ پہاڑ جو ظاہری اعتبار سے بھی انسان سے کہیں زیادہ قوت رکھتا ہے، اس پر ہم اپنی تجلی کی ایک جھلک ڈالتے ہیں (جو ہماری ایک ادنیٰ سی مخلوق ہے) اگر وہ اسے برداشت کر سکا، تو تمہارے لیے بھی برداشت کرنا ممکن ہوگا۔ *..... (ماجدی)

دِعلَب یمانی نے امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے سوال کیا کہ: کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ: کیا میں اُس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جسے میں نے دیکھا نہیں؟ اس نے پوچھا: آپ کیونکر دیکھتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: "لا تراه العیون بمشاهدة العیان ولکن تدرکه القلوب بحقائق الایمان ..... الخ"

یعنی: "آنکھیں اُسے کھلّم کھلا نہیں دیکھتیں، بلکہ دل ایمانی حقیقتوں سے اُسے پہچانتے ہیں۔ وہ ہر چیز سے قریب ہے لیکن جسمانی اتصال کے طور پر نہیں، وہ ہر شے سے دور ہے، مگر الگ نہیں۔ وہ غور و فکر کیے بغیر کلام کرنے والا ہے، اور بغیر آمادگی کے قصد و ارادہ کرنے والا، اور بغیر اعضاء (کی مدد) کے بنانے والا ہے۔ وہ لطیف ہے لیکن پوشیدگی سے اُسے متصف نہیں کیا جا سکتا، وہ بزرگ و برتر ہے مگر تند خوئی و بدخلقی کی صفت اُس میں نہیں وہ دیکھنے والا ہے مگر حواس سے اُسے موصوف نہیں کیا جا سکتا، وہ رحم کرنے والا ہے مگر اس صفت کو نرم دلی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا چہرے اس کی عظمت کے آگے ذلیل و خوار، اور دل اُس کے خوف سے لرزاں و ہراساں ہیں۔" (نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۷)

توبہ حضرت موسیٰؑ: محققین نے نتیجہ نکالا کہ توبہ ہمیشہ گناہ پر ہی نہیں، بلکہ کسی نامناسب کام پر بھی ہو سکتی ہے (اسی کو ترکِ اولیٰ کہتے ہیں) اِس پر اُمت مسلمہ کا اتفاق ہے۔ * ...... (قرطبی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ (۱۴۴) عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ ۱۴۴

فرمایا: اے موسیٰ! حقیقتاً میں نے ہی تمام لوگوں پر ترجیح دے کر تم کو منتخب کیا کہ تم میری پیغمبری کا کام کرو اور مجھ سے بات چیت بھی کرو۔ پس جو کچھ میں تمھیں عطا کروں اُسے لے لو اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔

الواحِ موسیٰ کا انکشاف

قَالَ يٰمُوْسٰى : تفسیرِ صافی میں عیاشی سے علمِ جفر کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرت موسیٰ پر الواحِ تورات نازل فرمائی ہیں۔ جن میں تمام علوم درج تھے۔ جب حضرت موسیٰ کا زمانہ انتہا کو پہنچا' تو حکم ہوا کہ الواح کو واپس کر دیجیے۔ چنانچہ زبرجد کی تختیاں بہشت کے پہاڑ زینت سے لی گئی تھیں پس حکمِ پروردگار ملنے پر حضرت موسیٰ نے وہ تختیاں اُٹھالیں اور پہاڑ کے دامن میں تشریف لائے۔ بحکمِ خدا پہاڑ شگافتہ ہوا اور آپ نے وہ تختیاں کپڑے میں لپیٹ کر اُس میں رکھ دیں وہ شگاف بحکمِ خدا مل گیا اور تختیاں اُس میں پوشیدہ ہو گئیں۔ جب حضورِ اکرمؐ مبعوث ہوئے تو یمن کا ایک قافلہ آنحضرتؐ کی خدمت میں شرف یابی کیلئے آرہا تھا' اُس پہاڑ سے جب اُن کا گذر ہوا تو پہاڑ شگافتہ ہوا اور وہ تختیاں اُن اہلِ قافلہ پر ظاہر ہو گئیں۔ انھوں نے تختیاں اُٹھا کر محفوظ کر لیں۔ اور حضورِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ادھر بذریعہ وحی آنحضرتؐ کو بھی اطلاع ہو چکی تھی۔ جیسے ہی وہ لوگ پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کہ: اے اہلِ یمن! جو چیز تم کو پہاڑ کے اندر سے ملی ہے' وہ امانت کہاں ہے؟ اُن لوگوں نے حیرت سے عرض کی' آپؐ کو اس کا علم کیسے ہوا؟ فرمایا: مجھے جبرئیلؑ نے خبر دی ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے فوراً کلمۂ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گئے اور وہ تختیاں آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آپؐ نے اُن کو پڑھا اور پھر حضرت علیؑ کو بلوا کر اُن کے حوالے کر دیں۔ اور فرمایا: اے علیؑ! رات کو اپنے سرہانے ان تختیوں کو رکھ کر سو جانا۔ حضرت علیؑ نے ایسا ہی کیا۔ جب صبح کو بیدار ہوئے تو اُن کے تمام علوم آپؑ کو حفظ ہو چکے تھے۔ آپؑ نے بحکمِ حضورِ اکرمؐ اُن کو لکھ لیا۔ اور اُس کا نام جفر رکھا۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جفر ہمارے پاس ہے' اور عصاءِ موسیٰؑ بھی ہمارے پاس ہے۔

(تفسیرِ صافی۔ بحوالہ عیاشی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ (۱۴۵)
شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ
شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ
يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا سَأُورِيكُمْ
دَارَ الْفَاسِقِينَ ۝ ۱۴۵

پھر ہم نے موسیٰ کو ہر چیز کی نصیحت کی اور ہر ہر پہلو کے متعلق واضح تفصیل تختیوں پر لکھ دی۔ (اور کہا کہ) اب تم اِن ہدایات کو مضبوطی سے تھام لو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ اُس کی اچھائیوں کو اختیار کریں۔ عنقریب میں تمھیں حد سے بڑھ جانے والے نافرمانوں کا ٹھکانا دکھا دوں گا۔

حضرت موسیٰ کی لائی ہوئی تختیاں اِنہی لکھی ہوئی تختیوں کا نام تورات پڑا۔ خود تورات میں ہے:
"اور موسیٰ پھر کر پہاڑ سے اترا، اور شہادت کے دونوں تختے اُس کے ہاتھ میں تھے۔ وہ تختے لکھے ہوئے تھے دونوں طرف اِدھر اُدھر لکھے ہوئے تھے۔ اور وہ تختے خدا کے کام سے تھے اور جو لکھا ہوا تھا، سو خدا کا لکھا ہوا تھا) اور اُن پر کندہ کیا ہوا تھا۔" ★...... (خروج ۳۲ : ۱۵)

ہر چیز کی نصیحت کے معنی خدا کا یہ فرمانا کہ: "پھر ہم نے موسیٰ کو ہر چیز کی نصیحت کی۔"
اس کا مطلب یہ ہے کہ: "ہم نے دینی مسائل اور احکامِ دین سے متعلق ہر ضروری تفصیل درج کی۔" "ہر چیز" سے دنیا کی تمام چیزیں مراد نہیں۔ صرف احکامِ دین اور مسائلِ دین مراد ہیں جن کے حضرت موسیٰ اور اُن کی قوم محتاج تھی۔ ★...... (قرطبی، تفسیر کبیر، روح المعانی)

خدا کا یہ فرمانا کہ: "اور اپنی قوم کو حکم دو کہ اُن کے بہتر مفہوم کی (اچھائیوں کی) پیروی کریں۔" یعنی احکامِ الٰہی کا وہ صاف اور سیدھا مفہوم لیں جو عقلِ عام سے سمجھا جا سکتا ہو۔ جس کی تاویل کرنے میں خواہ مخواہ کی چکربازیاں، مفاد پرستیاں حیلے اور موشگافیاں نہ ہوں۔ ★...... (تفہیم)

بُرے کاموں کا بُرا انجام آخری فقرے کے دو معنی نکلتے ہیں (۱) ایک تو یہ کہ "تم دیکھ لو گے کہ بُرے کام کرنے والوں کا آخرت میں گھر کیسا خراب ہوگا۔" یعنی جہنّم اُن کا ٹھکانا ہوگا۔ (۲) بُرے کام کرنے والوں یعنی فرعون اور اُس کی قوم کے برباد شدہ گھر تمھاری آنکھوں کے سامنے ہیں، تو یاد رکھو کہ یہ ہوتا ہے تکبّر، حق دشمنی اور بُرائی کا انجام۔
★...... (فتح الرحمٰن - تفسیر تبیان)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

سَاَصۡرِفُ عَنۡ اٰيٰتِىَ الَّذِيۡنَ يَتَكَبَّرُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ ؕ وَاِنۡ يَّرَوۡا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡا بِهَا ۚ وَاِنۡ يَّرَوۡا سَبِيۡلَ الرُّشۡدِ لَا يَتَّخِذُوۡهُ سَبِيۡلًا ۚ وَاِنۡ يَّرَوۡا سَبِيۡلَ الۡغَىِّ يَتَّخِذُوۡهُ سَبِيۡلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوۡا عَنۡهَا غٰفِلِيۡنَ ۝۱۴۶

(۱۴۶) (اور) جو لوگ زمین پر ناحق بڑے بنتے ہیں میں اُن کو عنقریب اپنی نشانیوں اور احکامات سے پھیر دونگا۔ وہ اگر میری تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں، تو بھی وہ اُن کو نہ مانیں گے۔ اور اگر وہ سیدھا نیکی کا راستہ دیکھ بھی لیں گے تو بھی اُسے اپنا راستہ نہ بنائیں گے۔ اور اگر وہ گمراہی کا ٹیڑھا راستہ دیکھ لیں گے تو اُسے (فوراً) اپنا راستہ بنا لیں گے۔ یہ اس لئے ہوا کہ اُنھوں نے حقیقتاً ہماری نشانیوں کو جھٹلایا اور اُن سے لاپروائی کرتے رہے۔

خدا کا اپنی نشانیوں سے پھیر دینا

"خدا کا اپنی نشانیوں سے پھیر دینے" کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا اُن کو اپنی توفیقات سے محروم کر دے گا۔ پھر اُنھیں کبھی یہ توفیق ہی نہ ہوگی کہ خدا کی آیتوں نشانیوں، دلیلوں اور حقیقتوں پر غور و فکر کریں۔ وہ بس دنیا کے لئے زندگی گزار دیں گے۔

(جلالین)

اِس کے دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ: "میں اب مزید معجزے اُن کے سامنے نہیں لاؤں گا" کیونکہ لفظ "آیت" کے معنی معجزے کے بھی ہیں۔ نیز یہ کہ دوسرے مقام پر خدا نے فرمایا ہے کہ معجزے اُن کے سامنے آئے مگر وہ نہ مانے۔ اِس لیے اب اُن کو مزید معجزے نہیں دکھائے جائیں گے۔

* .... (مجمع البیان)

تکبّر کا انجام

آیت کا پیغام یہ ہے کہ: "جو لوگ تکبّر کی راہ اختیار کیے ہوئے ہیں اُنھیں کبھی حق کے قبول کرنے کی توفیق نہ ہوگی۔ ایسے لوگ ہمیشہ حق سے برگشتہ رہیں گے۔ نہ یہ ہوگا کہ ایسے لوگوں کو تکوینی اعتبار سے حق کو قبول کرنے کے لیے مجبور کیا جائے۔

(ماجدی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ (۱۴۷) الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۱۴۷ ○ ع

تو جس کسی نے بھی ہماری نشانیوں کو اور (ہم سے) آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، اُس کے تمام اعمال ضائع ہو گئے۔ کیا ان کو سوائے اُس کے کہ جو کچھ وہ کیا کرتے تھے کچھ اور بدلہ دیا جائے گا۔؟

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ (۱۴۸) حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۱۴۸ ○

وقف لازم

اور موسیٰؑ کی قوم نے اُن کے پیچھے اپنے زیورات سے ایک بچھڑا بنا لیا۔ اُس کے جسم میں سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی۔ کیا انھوں نے غور نہیں کیا کہ وہ نہ تو اُن سے بات ہی کر سکتا تھا، اور نہ انھیں سیدھا راستہ بتاتا تھا؟ (پھر بھی) انھوں نے اُسے اپنا معبود (خدا) بنا لیا۔ وہ (واقعتاً سخت) گناہگار و ظالم تھے۔

خدا کے یہاں سے اجر ملنے کے دو اصول

(آیت ۱۴۷) خدا کے یہاں انسان کی کوششوں کے اجر کا انحصار دو چیزوں پر ہوتا ہے۔ (۱) وہ کوشش خدا کے بھیجے ہوئے قانونِ شریعت کے مطابق ہو۔ (۲) اُس کوشش کا مقصد دنیوی فائدے نہ ہوں، بلکہ آخرت میں خدا سے اجر لینا مقصود ہو۔ اس لیے کہ جس نے خدا کے قانون کے خلاف کوئی عمل کیا، تو گویا اُس نے خدا سے منہ موڑا اور باغیانہ انداز اختیار کیا۔ اور جس نے دنیا کے فائدے کیلئے کچھ کام کیا، اُس کو کوئی حق ہی نہیں کہ آخرت کے اجر کا مطالبہ کرے۔ ★ ...... (تفہیم)

بنی اسرائیل کا شرک یا گوسالہ پرستی

(آیت ۱۴۸) "خُوَارٌ" کے معنی، گائے، بیل، بکری یا بھیڑ کی آواز کے ہوتے ہیں، جو بے معنی ہوتی ہے۔ ★ ...... (اقرب)

خدا کا فرمانا: "اور موسیٰ کی قوم نے اُن کے بعد ...... " یعنی حضرت موسیٰؑ کے کوہِ طور پر تورات لانے کے لیے جانے کے بعد اپنے زیوروں سے ایک مورتی بنالی اور اُسے خدا سمجھ کر پوجنے لگے...." اس کی اصل وجہ تو یہ ★ ...... (تفسیر تبیان)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

تھی کہ: . . . . . ” مصر میں گائے کی پرستش اور اُس کو مقدّس سمجھنے کے رواج سے بنی اسرائیل اتنی شدت سے متاثر ہو چکے تھے کہ قرآن میں فرمایا: ” اُن کے دلوں میں بچھڑے کی محبت بس کر رہ گئی تھی “۔ انھوں نے سمندر کا پھٹنا، فرعون کا غرق ہونا، اپنا بخیریت فرعون سے نجات پانا، بندِ غلامی ٹوٹنا اور دوسرے کئی معجزات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے اور ابھی ان سب باتوں کو صرف تین مہینے ہوئے تھے، اِس کے باوجود پہلے تو اُنھوں نے حضرت موسیٰؑ سے مصنوعی خدا طلب کیا، پھر حضرت موسیٰؑ کے ” طوُر “ پر جاتے ہی بچھڑے کو خدا بنالیا۔“
* . . . . (تفہیم)

بچھڑا سچ مچ کا بچھڑا نہیں بن گیا تھا۔ وہ وہی سونے چاندی کا رہا۔ * . . . . (معالم)

رہا اُس میں سے آواز کا پیدا ہونا، تو آواز مٹّی کے بنے ہوئے کھلونوں، ٹیلیفون، ریڈیو، ٹیلی ویژن سے بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر اِس سے بڑی کیا حماقت ہو سکتی ہے کہ ایسی بے بس مخلوق کو اپنا خدا مان لیا جائے۔

توارت میں ہے کہ: ” اُنھوں نے کہا: اے اسرائیل! یہ تمھارا معبود (خدا) ہے جو تمھیں مصر سے نکال لایا۔“
* . . . . . (خروج ۳۲: ۴)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ: حجّتِ شرعی اور عقلی کے سامنے خوارقِ عادات سے دھوکا کھانا حماقت ہے۔
* . . . . . (تھانوی)

قصّہ یہ تھا کہ چونکہ بنی اسرائیل فرعونیوں میں جزیہ دے کر زندگی بسر کیا کرتے تھے اور جب اُن کا عید کا دن ہوتا تو اُنہی سے زیورات عاریتہً لے لیا کرتے تھے جس دن حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر نکل جاؤ وہ عید کا دن تھا، اور فرعونیوں کے زیورات اُن کے پاس تھے۔ جب دریائے نیل عبور کرکے پار ہوئے اور فرعون مع اپنے لشکر کے غرق ہو گیا تو حضرت موسیٰؑ وعدۂ خداوندی کے ماتحت اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کو اپنا جانشین بناکر کوہِ طوُر کی طرف چلے گئے۔ جب تیسؔ دن گذر گئے لیس سامری، جو ایک چالاک کاریگر بھی تھا، نے بنی اسرائیل سے فرعونیوں کے زیورات اکٹھے کر کے سونے کو پگھلا کر ایک گوسالہ کا نمونہ بنادیا۔ جو گائے کے بچّے کی طرح آواز کرتا تھا۔ اِس کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ سامری نے جبرئیل کے گھوڑے کے سموں کی مٹی لیکر بچھڑے کے قالب میں ڈالدی لیس وہ آواز کرنے لگا۔
* . . . . . . (ملخص از تفسیر انوار النجف ج ۷ ص ۹۸-۹۹)

Presented by: https://jafrilibrary.com

www.drhasanrizvi.org

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا (۱۴۹) اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ۱۴۹

پھر جب (انکی حماقت کا جادو خود) ان کے ہاتھوں ٹوٹا، اور انھوں نے دیکھا کہ وہ واقعاً بالکل گمراہ ہو چکے ہیں، تب وہ کہنے لگے: "اگر ہمارا مالک ہم پر رحم نہ کرے گا اور ہمیں معاف نہ کرے گا، تو ہم بڑا ہی نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ (۱۵۰) اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ڮ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَاۗءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ۱۵۰

پھر جب موسیٰؑ اپنی قوم کی طرف غصّے اور رنج میں بھرے ہوئے پلٹے تو کہنے لگے: "میرے بعد تم نے میری بہت ہی بُری جانشینی کی۔ کیا تم نے اپنے مالک کے حکم میں جلدی کی؟ (یہ کہا) اور تختیاں پھینک دیں۔ اور اپنے بھائی (ہارونؑ) کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ وہ بولے: "اے میرے ماں جائے! ان لوگوں نے مجھے کمزور سمجھ لیا، اور قریب تھا کہ یہ مجھے قتل کر ڈالتے، پس آپ مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیں۔ اور اس گناہگار ظالم قوم کے ساتھ مجھے شامل نہ کریں۔"

(آیت ۱۴۹) اس آیت میں "ہاتھوں" کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ شرمندگی تو دل میں پیدا ہوتی ہے مگر اس کا اثر ہاتھوں سے ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا کہ: "قیامت کے دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کھائے گا۔" ★..... (لغات القرآن نعانی - جلد ۳ - ص ۲۰۶)

"سقط ایدیھم" کے معنی عربی محاورہ میں شرمندہ ہونے کے بھی ہوتے ہیں۔ ★..... (امام راغب، معالم، بحر، قرطبی)

حضرت ہارونؑ نے حضرت موسیٰؑ کو "ماں جائے" کیوں کہا؟

(آیت ۱۵۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: "حضرت ہارونؑ نے حضرت موسیٰؑ کو "ماں جائے" (ابن ام) اس لیے فرمایا کہ

www.drhasanrizvi.org

باپ سے جتنے بھی بیٹے ہوں، اُن کی مائیں مختلف ہوں تو اُن میں اکثر دشمنی ہوجایا کرتی ہے۔ سوا اُن کے کہ جنھیں خدا اُسے محفوظ رکھے لیکن ایک ماں کی جتنی اولاد ہوتی ہے اُن میں دشمنی عقل سے بعید ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ سے تین سال بڑے تھے۔ وہ بڑے حلیم اور بُردبار تھے، اسی لیے بنی اسرائیل کو بہت دوست رکھتے تھے۔ * ...... (تفسیر صافی ۱۸۲، بحوالہ علل الشرائع)

حضرت موسیٰؑ کا اپنی قوم سے فرمانا کہ "تم نے جلدی سے کام لیا۔" یعنی میرے آنے میں کچھ دیر ہوئی، اور تم میرے آنے کا انتظار نہ کرسکے، اور مورتی بنا کر پوجنے لگے۔ * ...... (تفسیر مجمع البیان)

امامت پر بحث و تبصرہ شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا: "حضرت ہارونؑ اور اُن کی اولاد حضرت موسیٰؑ کی امامت میں امام تھی۔ لیکن جب ان کی جگہ خلیفہ ہوتی تو اُمت حکم میں نہ رہی۔ خلافت کسی اور کی قسمت میں تھی۔ خلیفہ وہ کہ اُمت کو دین اور دنیا کے بندوبست میں رکھے جس طرح پیغمبرؐ سنوار گیا تھا۔ نصرتِ حق اُن کے ساتھ ہے۔ اور امام وہ کہ پیغمبرؐ کی یادگار ہو۔ جو خدمت اور ایثار پیغمبرؐ سے منظور ہو، وہ اُمت اُن سے کرے۔ تاکہ برکت اور قبولیت پاویں۔" ...... (موضح القرآن)

اوّل تو یہ کہ دینِ اسلام میں دین اور دنیا الگ نہیں۔ دوسری بات یہ کہ جب اُمت امام (ہارونؑ) کے حکم میں نہ رہی تو حق اُمت کے ساتھ تھا، یا امام کے ساتھ تھا؟ اگر حق اُمت کے ساتھ تھا تو اُمت کو خدا کی طرف سے سزا کیوں ملی؟ اور اگر حق امام کے ساتھ ہوتا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ جسے رسولؐ امام بنائے اُس کے خلاف اجماع، شوریٰ وغیرہ سب باطل ہیں۔ اور ایسے اجماع اور شوریٰ سے جو اقتدار حاصل ہوگا، وہ بھی باطل ہوگا۔

رہا سوال یہ کہ خلیفہ وہ جو اُمت کو صحیح راستے پر قائم رکھے تو ظاہر ہے کہ یہ قائم رکھنا جبریہ تو ہو نہیں سکتا، اِس لیے کہ جبر کا حق تو خود رسولؐ تک کو حاصل نہیں، تو رسولؐ کے خلیفہ کو کیونکر حاصل ہوگا؟ اگر رسولؐ کو جبر کا حق حاصل ہوتا تو آج ایک انسان بھی کافر نہ ہوتا۔ جب کافروں کا وجود خدا کی خدائی کو باطل نہیں کرتا، تو منافقین اور منکرین کا وجود امام کی امامت کو کیسے باطل کرسکتا ہے؟ امام یا خلیفہ کا کام رسولؐ سے بڑھ کر نہیں ہوسکتا، اس لیے یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ حضرت ہارونؑ یا حضرت علیؑ یا ائمۂ اہلِ بیتؑ کی خلافت اور امامت ناکام تھی۔ یا اُنھوں نے اپنے

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

کام کو اچھی طرح انجام نہیں دیا، اس لیے کہ اکثریت نے اُن کو نہیں مانا۔

اکثریت نے تو خدا کو بھی نہ مانا کیونکہ خدا خود ارشاد فرمایا ہے: اَکْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ، قَلِیْلٌ مَّا تَشْكُرُوْنَ " لوگوں کی اکثریت فاسق ہے، کم ایسے لوگوں ہیں جو اللہ کے فرمانبردار و شکر گذار ہیں۔" .... (فصل الخطاب)

محققین نے لکھا کہ: حضرت موسیٰ کا غصہ تمام تر اللہ کے لیے تھا، اس لیے اُس پر دوسروں کے غصے کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ بعض جاہل صوفیاء نے اس غصے کی کیفیت کو اپنی حالتِ وجد میں کپڑے پھاڑ ڈالنے کی سند بنانا چاہا ہے۔ مگر محققین کے نزدیک یہ قیاس مع الفارق سرتاسر لغو اور باطل ہے۔ کجا نبیِ اولوالعزم کا جوشِ توحید میں غصہ کرنا اور کجا موسیقی کی سُر تال پر جوشِ جنون میں کپڑے پھاڑ ڈالنا۔ ان دونوں چیزوں میں کوئی یکسانیت نہیں۔ .... (قرطبی)

قرآن مجید نے جناب رسولِ خدا کی امّت کو حضرت موسیٰ کی آمد سے تشبیہ دے دی، تاکہ امّتِ اسلامیہ کے کان کھلیں، اور پھر پیغمبر اکرم کی زبانِ وحی ترجمان نے اس کی پوری وضاحت بھی فرما دی، تاکہ کند سے کند ترین افراد اُمّت بھی منشاءِ خداوندی کے سمجھنے میں پیچھے نہ رہیں لیکن جاہ طلبی اور اقتدار کی پیاس نے ان سب باتوں سے چشم پوشی کرنے پر مجبور کیا۔ نہ اثر لینا تھا، اور نہ لیا۔ اور سب کچھ ویسا ہی کر دکھایا جو حضرت موسیٰ کی اُمّت نے کیا تھا۔

لہٰذا قرآن مجید کی آیت کا ظاہر اگرچہ اُن لوگوں کے حق میں ہے جو ان کے ظاہری مصداق تھے، لیکن انہی آیات کا باطن اور تاویل قیامت تک اُن لوگوں کے حق میں ہے، جو اُن جیسے اعمال و کردار کا مظہر بنیں گے۔ اور حضورؐ کا واضح فرمان: یَا عَلِیُّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ...الخ

اگر سوچا سمجھا جائے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کی حیثیت موسیٰؑ کی تھی اور علیؑ کی حیثیت ہارونؑ کی تھی۔ وہاں حضرت موسیٰؑ کی وصیت تھی کہ میرا بھائی ہارونؑ میرا خلیفہ ہے اس کی اطاعت کرنا۔ یہاں بارہا حضورؐ نے فرمایا: علیؑ میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ ان کی اطاعت کرنا۔ چنانچہ وہاں ہارونؑ کے خلاف ہنگامہ آرائی ہوئی اور اکثریت نے اُن کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یہاں حضرت علیؑ کے خلاف ہنگامہ ہوا اور اکثریت نے اُن کا ساتھ چھوڑ دیا...الخ .... (ملخص از تفسیر انوار النجف)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَ (۱۵۱) اَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ ۱۵۱

(تب موسیٰ نے) عرض کی: "اے میرے پالنے والے مالک! مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما، اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما۔ تُو سب رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ (۱۵۲) سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ۝ ۱۵۲

ارشاد ہوا: "جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا اُن پر تو ضرور اُن کے مالک کی طرف سے عنقریب غضب، اور دنیا کی زندگی ہی میں ذلت پہنچے گی۔ جھوٹ گھڑنے والوں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں

حضرت موسیٰؑ کی دُعاءِ مغفرت

(آیت ۱۵۱) حضرت موسیٰؑ نے اپنے ساتھ اپنے بھائی ہارونؑ کے لیے بھی دعاءِ مغفرت مانگی۔ اپنے لیے تو شاید اس لیے مانگی کہ جوشِ توحید میں اُنھوں نے حضرت ہارونؑ پر سخت گیری فرمائی تھی۔ اور حضرت ہارونؑ کے لیے، اس لیے شاید دعاءِ مغفرت مانگی کہ وہ فتنے کو دور کرنے میں پوری طرح کامیاب نہ ہوسکے تھے۔ *...... (تفسیر کبیر۔ بیضاوی)

مگر یہ استدلال کافی کمزور ہے۔ حضرت ہارونؑ نے، بھرپور کوششیں کیں، مگر قوم نے ایک نہ سنی۔ اصل میں نبیؑ کا استغفار کسی کوتاہی یا گناہ کے سبب سے نہیں ہوتا، بلکہ وہ خدا کی عظمت کے پیشِ نظر اپنی کوششوں کو اُس کی عظمت اور حق کے مقابلے میں کمزور سمجھتا ہے۔ اس لیے حضور اکرمؐ بھی روزانہ سو مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں استغفار کیا کرتے تھے۔ *...... (مؤلف)

(آیت ۱۵۲) حضرت ہارونؑ نے اپنی صفائی پیش کی تو حضرت موسیٰؑ فوراً مطمئن ہوگئے اور ان کے لیے بھی اور اپنے لیے بھی خدا سے دُعا مانگنے لگے۔ اس دعا کے ذریعے سے حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ کی بے گناہی کو ثابت کیا۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ: "اگر اُمّت رسولؐ کے مقرر کیے ہوئے خلیفہ یا امام کا حکم نہ مانے تو اُمّت مجرم قرار پاتی ہے۔ امام پر الزام عائد نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ امام کی مخالفت کی سزا دنیا اور آخرت دونوں میں دی جاتی ہے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کو حضرت ہارونؑ کا کہنا نہ ماننے کی سزا دنیا اور آخرت دونوں میں دی گئی۔ *...... (فصل الخطاب)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ۱۵۳

(۱۵۳) اور وہ لوگ جنھوں نے بُرے کام کیے، پھر اس کے بعد اُنھوں نے توبہ کر لی اور ایمان بھی لے آئے تو یقیناً اِس (توبہ و ایمان) کے بعد آپ کا پالنے والا مالک ضرور معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚۖ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ۝ ۱۵۴

(۱۵۴) پھر جب موسیٰؑ کا غصّہ ٹھنڈا ہوا تو اُنھوں نے وہ تختیاں اُٹھا لیں، جن کی تحریر میں اُن لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت تھی جو اپنے مالک سے ڈرتے ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com/

خداوندِ کریم کی نظر میں توبہ کی اہمیّت

(آیت ۱۵۳) گنہگار اُمّت کی تسلّی کے لیے ہے کہ اگر بندے سے کوئی غلطی ہو جائے، لیکن بعد میں وہ توبہ کر لے تو خداوندِ کریم اُس کو بخش دیتا ہے۔

مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے حضرت رسولِ خداؐ کے خصوصی اصحاب کے متعلق دریافت کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے سلمانؓ، مقدادؓ اور ابوذرؓ کا نام لیا۔ راوی نے عمّار کے بارے میں پوچھا، تو آپؑ نے فرمایا: "وہ بھی اچھے صحابی تھے لیکن ابتداء میں وہ بھی پھسلنے والوں میں سے تھے۔ بعد میں سنبھل گئے تھے" بہرحال معصومؑ کا ارشاد ہے کہ: "گناہ سے توبہ کرنے والا انجام کے لحاظ سے گناہ نہ کرنے والے جیسا ہے"۔ * ...... (کافی - بحوالہ انوار النجف)

(آیت ۱۵۴) خدا کا یہ فرمانا کہ: "جب موسیٰؑ کا غصّہ ساکت (ٹھنڈا) ہوا۔" سے معلوم ہوا کہ غصّے کے عالم میں جو کچھ حضرت موسیٰؑ فرما رہے تھے وہ اُن کی آواز نہ تھی، وہ اُن کا غصّہ تھا جو بول رہا تھا۔ اِس لیے اُن کی خاموشی اُن کے غصّے کی خاموشی تھی۔ مگر وہ غصّہ قوم کی سرکشی پر تھا، صرف خطاب حضرت ہارونؑ سے تھا، اس لیے وہ غصّہ شانِ رسالت کے خلاف نہ تھا اور نہ حضرت ہارونؑ کے خلاف تھا۔ * ---- (تفسیر تبیان، فصل الخطاب)

(وہ غصّہ جوشِ توحید (اللہ کے دین) اور قوم کی گمراہی کے سبب سے تھا۔) (مرتّب)

www.drhasanrizvi.org

وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ (١٥٥)
رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ
الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ
اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ
اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ
اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا
مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ
اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا
وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ۝ ١٥٥

پھر موسیٰ نے اپنی قوم کے ستر آدمیوں کو منتخب کیا تاکہ وہ (اس کے ساتھ) ہمارے مقررہ وقت پر حاضر ہوں۔ پھر جب اُن کو ایک سخت زلزلے نے آپکڑا تو موسیٰ نے عرض کی: "اے میرے مالک! اگر تُو چاہتا تو ان کو اور مجھے پہلے ہی ہلاک کر دیتا۔ کیا تُو ہم سب کو اُس کام کے بدلے میں ہلاک کرتا ہے جو ہم میں سے احمق لوگوں نے کیا ہے؟ یہ تو تیرا امتحان ہے، جس کے ذریعے تُو جسے چاہے گمراہی میں چھوڑ دے اور جسے چاہے توفیقِ ہدایت بخش دے۔ تُو ہی ہمارا سرپرست ہے، پس ہمیں معاف کر دے اور ہم پر رحم فرما اور تُو ہی سب سے بڑھ کر معاف کرنے والا ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com/

خدا کے دیدار کا مطالبہ حماقت ہے

حضرت موسیٰ نے صرف اُن لوگوں کو منتخب فرمایا تھا جنھوں نے گوسالہ (بچھڑے) کو پوجا نہ تھا۔ صرف اُنہی کو اپنے ساتھ لے گئے کیونکہ اُن لوگوں نے دوسروں کو گوسالہ پوجنے سے روکا نہ تھا، بلکہ خاموش رہے تھے، اس لیے خدا نے اُن کو اس خاموشی کی سزا میں ہلاک کر دیا۔

حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "جو کسی جماعت کے عمل سے راضی ہوتا ہے، وہ بھی اُنہی لوگوں کی طرح ہوتا ہے، جو اُس بُرے عمل میں شریک ہوتے ہیں۔" .... (الحدیث)

حضرت امام حسینؑ کی زیارت پڑھتے ہوئے حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

"لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً قَتَلَتْكَ وَلَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً ظَلَمَتْكَ وَلَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً سَمِعَتْ بِذٰلِكَ فَرَضِيَتْ بِهٖ"
اللہ کی لعنت ہو اُس گروہ پر جس نے آپ کو قتل کیا، اور اللہ کی لعنت ہو اُس گروہ پر بھی جس نے آپ پر ظلم کیا اور اللہ کی لعنت ہو اُس گروہ پر بھی جس نے آپ کے قتل اور آپ پر ظلم کو سنا اور اُس گروہ کے اِس بدترین فعل سے راضی ہوا۔
...... (زیارت وارث)

حضرت موسیٰؑ کا فرمانا: "کیا تُو ہمیں ہلاک کرتا ہے اس سبب سے جو ہمارے احمق ساتھیوں نے کیا"۔ یہاں حماقت

www.drhasanrizvi.org

سے مراد: (۱) خدا کو دیکھنے کے مطالبے کی حماقت بھی مراد ہو سکتی ہے۔ (۲) گوسالہ پوجنے کی حماقت بھی مراد ہو سکتی ہے۔ پہلی بات ابنِ اسحاق نے کہی ہے اور دوسری بات حضرت ابنِ عباسؓ نے۔ ٭..... (تفسیر تبیان)

مگر بہتر یہ ہے کہ "حماقت" سے خدا کے دیدار کے مطالبے کی حماقت مراد لی جائے جو یہاں زیادہ قرین قیاس ہے۔ ٭..... (مجمع البیان)

امتحان و آزمائش کا فائدہ

محققین نے نتیجہ نکالا کہ ہر امتحان، ہر آزمائش، انسانوں کے درمیان فیصلہ کر دیا کرتی ہے کہ کون واقعی نیک ہے اور کون جھوٹا منافق ہے۔ اس لیے خدا کی حکمت کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ قوموں کے امتحانات ہوتے رہیں۔ جو لوگ واقعاً اپنی اصلاح کر لیتے ہیں، خدا کی توفیقات اُن کا دامن تھام لیتی ہیں، وہ اُس امتحان میں کامیاب ہوتے ہیں۔

بہر حال یہ طے ہے کہ انسان کو نجات بغیر خدا کی توفیق کے نہیں ہوتی، اور خدا کی توفیقات بغیر ہماری کوششوں کے نہیں ملتیں۔

خدا نے فرمایا: "جو لوگ ہمارے راستوں میں کوشش کرتے ہیں، ہم انھیں اپنے راستوں کی ضرور ہدایت کرتے ہیں۔" وَالَّذِیْنَ جٰهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (القرآن) (العنکبوت آیت ۶۹ ۲۹)

غرض خدا کی توفیقات ملنے کا ایک ضابطہ ہے جو سراسر حکمت اور عدل پر مبنی ہے۔ ٭..... (تفہیم)

حضرت موسیٰ کا فرمانا کہ: (اے خدا!) "کیا تُو ہم سب کو اس کام کے بدلے میں ہلاک کر دے گا، جو ہم میں سے احمق لوگوں نے کیا۔" اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے دیدار کا مطالبہ حماقت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

اِس قسم کا سوال استفہامِ استعظام کہلاتا ہے، اس لیے اس کا مطلب یہ ہوا کہ: تُو ہرگز ایسا نہ کرے گا۔ ٭..... (قرطبی)

"تفسیر بُرہان" میں بروایت ابن بابویہ مروی ہے: معصوم سے دریافت کیا گیا کہ: لوگوں کو اپنے امام کے انتخاب کا اختیار کیوں نہیں؟ فرمایا: جب ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ انسان، دوسرے کے دل کی بات نہیں جان سکتا کہ اُس میں اچھائی ہے یا بُرائی، تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ لوگ مل کر ایک فسادی کو چُن لیں؟ راوی نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اسی وجہ سے خدا نے امام کے انتخاب کا حق اُن کو نہیں دیا۔ حضرت موسیٰ نے باوجود کمالِ عقل و فہم کے اپنی قوم سے ستّر آدمی چُنے تھے لیکن اُن میں ایک بھی مومن نہ تھا، وہ سب منافق تھے جن کو خدا نے ہلاک کر دیا۔ ٭..... (تفسیر برہان - بحوالہ تفسیر انوار النجف صہ۱۰۲) (ملخص)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا (۱۵۶) اور ہمارے لیے اِس دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے
حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اور آخرت میں بھی۔ ہم نے تو تیری ہی طرف رُجوع
اِلَيْكَ ۭ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ کر رکھا ہے۔" (اللہ نے جواب میں) فرمایا: "سزا تو
مَنْ اَشَاۗءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ میں جسے چاہتا ہوں، دیتا ہوں، مگر میری رحمت
كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ تو عنقریب میں
يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ اپنی رحمت کو اُن لوگوں کے لیے لکھوں گا جو میری
هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ۱۵۷ نافرمانی سے بچیں گے، زکوۃ دیں گے اور میری باتوں
(اور احکامات) کو مانیں گے۔

دنیا اور آخرت میں خدا کی رحمت کس کیلئے؟

دُنیا میں خدا کی رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوتے ہے۔ لیکن آخرت میں خدا کی رحمت صرف اُن لوگوں کے لیے مخصوص ہوگی جو خدا کی ناراضگی سے ڈرے اور بچے رہنے والے کی طرزِ زندگی اختیار کریں گے۔ ٭۔۔۔۔۔ (تفسیر صافی ص۱۸۳)

حضرت موسیٰؑ کی دُعا میں دنیا کا بھی ذکر تھا اور آخرت کا بھی۔ خدا کی دنیاوال رحمت ہر شئے کو گھیرے ہوئے ہے۔ اِسی لیے دنیا میں وہ "رحمٰن" ہے۔ یعنی ہر ایک پر رحم کرنے والا ہے۔ اور آخرت میں خدا کی رحمت صرف اُن کے لیے ہے جو ایمان اور تقویٰ کی صفت رکھتے ہیں یعنی خدا، رسولؐ اور آخرت کو دل سے مانتے ہوں، اور خدا کی ناراضگی سے عملاً بچتے ہوں۔ ٭۔۔۔۔۔ (جلالین۔ فصل الخطاب)

نتیجہ: محققین نے نتیجہ نکالا کہ: "خدا کی خدائی میں اصل چیز غضب نہیں ہے۔ اور ایسا بھی نہیں ہے کہ خدا کبھی کبھی رحم وفضل سے کام لیتا ہو، بلکہ خدا کی حکمرانی کی اصل شان رحم پر قائم ہے۔ خدا کا سارا انتظام رحم ہی رحم ہے۔ اِس میں غضب صرف اور صرف اُسی وقت نمودار ہوتا ہے۔ جب لوگوں کی سرکشی، ظلم اور حق دشمنی حد سے بڑھ جاتی ہے۔ ٭۔۔۔۔ (تفہیم)۔۔۔۔۔۔۔ محققین نے یہ نتیجہ بھی نکالا کہ: خدا کی

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

دنیاوالی رحمت کافر اور مومن، دونوں کے لیے ہے، مگر خدا کی آخرت والی رحمت ایمان اور تقویٰ پر منحصر ہے۔ ★...... (جلالین)

خدا کا فرمانا: " وَاكْتُبْ لَنَا..." یعنی: "ہمارے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی" اس کا مطلب یہ ہے کہ: بھلائی کو ہمارے لیے لازمی قرار دے۔" عرب کے محاورے میں لکھنے کے یہی معنی ہوتے ہیں۔ ★...... (تفسیر کبیر، امام راغب)

خدا کا فرمانا کہ: "میں عنقریب اپنی رحمت کو اُن لوگوں کے لیے لکھوں گا جو میری نافرمانی سے بچیں گے" (تقویٰ اختیار کریں گے)" اس سے اشارہ عمل قلب کی طرف ہو گیا۔ کیونکہ ڈرنے یا بچنے کا اولین تعلق قلب سے ہوتا ہے...... اور خدا کا فرمانا کہ: "جو زکوٰۃ دیں گے اور میرے احکامات کو مانیں گے" اس سے اشارہ اعمالِ جوارح کی طرف ہو گیا۔ ★...... (تفسیر کبیر)

عَذَابِىٓ أُصِيبُ بِهِۦ مَنْ أَشَآءُ

یعنی: "اپنا عذاب دیتا ہوں جسے چاہوں"۔ "تفسیر مجمع البیان" میں امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام سے مروی ہے کہ: "بنی اسرائیل زلزلے کے عذاب میں اس لیے مبتلا ہوئے کہ اُنھوں نے حضرت موسیٰ پر حضرت ہارونؑ کے قتل کا الزام لگایا تھا" واقعہ اس طرح تھا کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ اور اُن کے دونوں فرزند شبّر اور شبیّر پہاڑ کی طرف گئے۔ اور دامنِ کوہ میں حضرت ہارونؑ سو گئے اور خدا نے اُن پر موت نازل کر دی پس حضرت موسیٰؑ اُن کو دفن کر کے واپس ہوئے تو بنی اسرائیل نے پوچھا: ہارونؑ کہاں گئے؟ تو آپؑ نے جواب دیا: وہ اللہ کو پیارے ہو گئے" اُنھوں نے کہا: ایسا نہیں ہے بلکہ چونکہ حضرت ہارونؑ نہایت خلیق اور ملنسار انسان تھے اور ہمیں اُن کے ساتھ کافی وابستگی تھی، اس لیے آپؑ نے حسد کیا اور اُن کو قتل کر دیا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ اُن لوگوں کو حضرت ہارونؑ کی قبر پر لے گئے اور حضرت ہارونؑ سے خطاب کر کے فرمایا: بتائیے آپؑ کو قتل کیا گیا ہے یا اپنی موت سے مرے ہیں؟ حضرت ہارونؑ نے قبر کے اندر سے جواب دیا: "مجھے کسی نے قتل نہیں کیا، بلکہ میں اپنی موت سے مرا ہوں۔"

پس حضرت موسیٰؑ پر الزام لگانے کی وجہ سے موردِ عذابِ خداوندی ہوئے اور صاعقہ یا رجفہ سے جل کر خاکستر ہو گئے۔ ★...... (تفسیر مجمع البیان۔ بحوالہ تفسیر انوار النجف ج ۶ ص ۱۰۶)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

(۱۵۷) الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ
الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا
عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ
يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ
وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ
عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ
الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ
آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ
وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ
مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ ع ۱۹

(۱۵۷) وہ لوگ جو اس پیغمبر اور نبیِ اُمّی (مکّی) کی پیروی کریں گے جس (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیک کاموں کا حکم دیتا ہے اور بُرے کاموں سے روکتا ہے۔ اور وہ اُن کے لیے پاک چیزوں کو حلال، اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے۔ اور اُن پر سے وہ (خود ساختہ بیہودہ رسوم کے) بوجھ اور طوقوں کو اُتارتا ہے جو اُن پر لدے ہوئے تھے اور وہ (سماجی اور سیاسی) بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ پس وہ لوگ جو اُس پر ایمان لائے اور جنہوں نے اُس کو قوت پہنچائی اور اُس کی مدد کی اور اُس نور کی پیروی کی جو اُس کے ساتھ ساتھ نازل ہوا ہے، تو وہی لوگ دنیا اور آخرت کی پوری پوری کامیابی حاصل کرنے والے ہیں (۱۵۷)

نبی اور رسول کا فرق

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے اپنے آباءِ طاہرینؑ کے ذریعے سے روایت کی ہے کہ: جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ: "رسول" وہ ہوتا ہے جس سے فرشتے نازل ہو کر کلام کریں۔ "نبی" وہ ہوتا ہے جسے خواب میں خدا کے احکامات ملتے ہیں۔ اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ نبوت اور رسالت ایک ہی ذات میں جمع ہو جاتی ہیں۔ (تفسیر صافی ص ۱۸۳ بحوالہ کافی، تفسیر مجمع البیان کی)

اُمّی کے معنی

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے پوچھا گیا کہ حضور اکرمؐ کو "اُمّی" کیوں کہا گیا؟

آپ نے فرمایا: "مکّہ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے۔ جیسا کہ خداوند عالم نے خود ارشاد فرمایا: لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا" یعنی: تاکہ آپ اُم القریٰ (مکّہ) اور اُس کے اِرد گرد والوں کو (بُرے کاموں کے بُرے انجام سے

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

ڈرائیں سمجھائیں ؛ اور اُمُّ القریٰ ، مکہ ہے ۔ اسی نسبت سے آنحضرتؐ کو اُمّی کہا گیا ہے ۔ "...... (تفسیر عیاشی)

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ حضور اکرمؐ کو "اُمّی" کیوں کہتے ہیں ۔ ؟

آپ نے پوچھا : "عام لوگوں کا اس بارے میں کیا خیال ہے ؟" بتایا گیا کہ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضور اکرمؐ اس لیئے اُمّی کہلائے کہ آپؐ پڑھنا لکھنا کچھ نہیں جانتے تھے ۔

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا : "یہ غلط ہے ۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ جبکہ خدا تو یہ ارشاد فرماتا ہے :

" هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ " (سورۃ الجمعۃ آیۃ ۲)

" (وہ (خدا) وہی ہے جس نے اُمُّ القریٰ (مکہ) کے رہنے والوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اس کی (خدا کی) آیتیں پڑھ کر سناتا ہے ، اور (اس طرح) انکو پاک کرتا ہے ، اور انھیں کتاب (قرآن) اور حکمت (دانائی ، عقل مندی ، گہری مصلحتوں) کی تعلیم دیتا ہے ، حالانکہ وہ لوگ اس سے قبل تو کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا رتھے ۔")

اگر حضور اکرمؐ خود کچھ لکھ پڑھ ہی نہیں سکتے تھے تو اُمت کو تعلیم کیونکر دیتے تھے ؟ خدا کی قسم جناب رسول خداؐ بہتّر (یا فرمایا) تہتّر (مراد بے شمار ، لاتعداد) زبانوں میں لکھ پڑھ سکتے تھے ۔ آپؐ کو "اُمّی" اس لیئے کہا گیا کہ آپؐ مکے کے رہنے والوں میں سے تھے ، اور "مکے" کو "اُمُّ القریٰ" بھی کہتے ہیں ، جب کہ خود خدا ارشاد فرمایا : لِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا " یعنی : "تاکہ تم ڈراؤ سمجھاؤ اُمُّ القریٰ (مکہ) والوں کو اور اس کے اردگرد (رہنے) والوں کو ۔ .... (علل الشرائع)

" النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ " حضور اکرمؐ نے فرمایا : "یہاں "نور" (روشنی) سے مراد "قرآن مجید" ہے ۔ اور فرمایا کہ "نور" سے مراد : "علیؑ" بھی ہیں ۔ اور دیگر ائمہ اہلِ بیتؑ بھی ۔" .... (تفسیر صافی ۱۸۴ ، تفسیر عیاشی ، الکافی)

" رسولؐ ، اس بوجھ کو اور ان زنجیروں کو جو ان پر تھیں اُتارتا ہے ۔" یعنی : بڑے سخت احکامات اور سخت احمقانہ رسوم کو باطل قرار دیتا ہے ۔ ...... (تبیان) . . . . "اُمّی" سے مراد وہ شخص بھی ہو

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

سکتا ہے جس نے کسی آدمی سے علم حاصل نہ کیا ہو۔" نیز اُمّی سے مراد مکّی بھی ہے اور اُمّت والا بھی۔
*.....(تفسیر کبیر، راغب، روح المعانی)

حضور کا ذکر توراۃ میں

حضور اکرمؐ کے بارے میں لاکھوں تحریفوں کے بعد آج بھی تورات میں لکھا ہے:

"خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔"
*........(استثناء ۱۸ : ۱۵)

"اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ انھوں نے جو کچھ کیا سو اچھا کیا میں اُن کے لیے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا، اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا۔" *.....(استثناء ۱۸ : ۱۸)

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ (میں) ایک آتشی شریعت اُن کے لیے تھی۔"
*.......(استثناء ۳۳ : ۲)

نوٹ: فاران مکّہ کے پہاڑ کا نام ہے۔ اور فتح مکّہ کے وقت حضور اکرمؐ کے ساتھ دس ہزار مومنین تھے۔
"آتشی شریعت" سے مراد انقلابی ضابطۂ حیات ہے۔

"اور اسماعیل کے حق میں، میں نے تیری سُنی۔ دیکھ میں اُسے برکت دوں گا۔ اور اُسے برومند کروں گا، اور اُسے بہت بڑھاؤں گا۔ اُس سے بارہ سردار (امام) پیدا ہوں گے۔" *پیدائش ۱۷ : ۲۱)

مجمع البیان سے مروی ہے کہ: تورات کے "سفرِ خامس" میں اس طرح ارشاد ہے:

"ان کی برادری میں سے اُن میں ایک نبی بھیجوں گا، اور میں اپنی کلام اُس کی زبان میں رکھوں گا پس وہ وہی کچھ کہے گا جو میں اُس کو وصیت کروں گا۔" (تفسیر مجمع البیان بحوالہ تفسیر انوار النجف ص۱۰۱)

نیز اسی میں مکتوب ہے کہ:-

"کنیز کے فرزند (اسمٰعیل) پر میں نے بڑی برکت نازل کی اور اُس کی پشت سے بارہ عظیم الشان شخصیتیں پیدا ہوں گی، جو بڑی اُمّت کے لیے آخر میں رہبری کریں گے۔" (تفسیر انوار النجف ص۱۰۱)

انجیل میں حضور اکرم کی بشارت:- اس میں آپؐ کو فارقلیط کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے چنانچہ

Presented by: https://jafrilibrary.com

www.drhasanrizvi.org

ایک مقام پر حضرت مسیحؑ کا کہنا ہے کہ:

"میں جارہا ہوں اور تمھارے پاس اب فارقلیط آئے گا، اور وہ روحِ حق ہوگا، جو اپنی مرضی سے بات نہ کرے گا، اور وہ تمھارا نذیر ہوگا۔۔۔" الخ

"فارقلیط": یونانی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی، ایسا شخص جس کی لوگ تعریف کریں۔ اور اُس کی حمد بیان کریں۔ یعنی یونانی میں "فارقلیط" کا وہی مفہوم ہے جو عربی میں "محمدؐ" کا ہے۔ (تفسیر انوار النجف ۱۱ــــ)

نور کے معنی و مراد

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ:

"یہاں "نور" سے (اوّلین) مراد حضرت علیؑ ہیں، اور باقی ائمہ اہلِ بیتؑ بھی نور ہیں۔" (کافی، تفسیر عیاشی)

"واتبعوا النور الذی۔۔۔" "مجمع البیان" میں مروی ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ نے ایک مرتبہ اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا تھا کہ: "مخلوق میں سے بہترین ایمان کس کا ہے؟ تو اُنھوں نے عرض کیا: "ملائکہ کا۔" آپؐ نے فرمایا: ملائکہ تو اپنے پروردگار کے جوارِ قدس میں موجود ہیں، وہ کیسے ایمان نہ لائیں گے۔ یعنی اُن کا ایمان لانا کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے۔ صحابہ نے عرض کی: پھر انبیاءؑ کا ایمان ہے۔ آپؐ نے فرمایا: انبیاءؑ کو جب خداوندِ کریم کی جانب سے وحی کا شرف حاصل ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ خدا پر بہتر ایمان نہ لائیں۔ پس صحابہ نے عرض کی: پھر ہمارا ایمان بہتر و افضل ہے۔ آپؐ نے فرمایا: جب مجھ جیسا رسولؐ تم میں موجود ہے تو تمھارے ایمان لانے میں کیا کمال ہے۔ آپؐ نے پھر فرمایا: بلکہ وہ لوگ ہیں جو تمھارے بعد آئیں گے جو کتابوں میں لکھا ہوا پائیں گے اور بغیر دیکھے ایمان لائیں گے۔ پھر آپؐ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی: "واتبعوا النور الذی۔۔۔" (تفسیر انوار النجف ۱۱ــــ)

حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا: "میں تم میں دو قیمتی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں (۱) اللہ کی کتاب (۲) میرے اہلِ بیتؑ۔ جب تک تم ان دونوں سے تعلق رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور یہ دونوں کبھی ایکدوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد نہ ہوجائیں۔" ۔۔۔۔ الحدیث (مسلم شریف) (پتہ چلا کہ نور سے مراد قرآن بھی اور اہلِ بیتؑ بھی ہیں، ان میں کوئی منافات نہیں۔ قرآن پیغام ہے اور اہلِ بیتؑ اس پیغام کا عملی جامہ ہیں۔)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَاۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۞ ۱۵۸

(۱۵۸) (آپؐ) کہدیجیے کہ اے انسانو! یقیناً میں تم سب کی طرف اُس خدا کا پیغام لانے والا ہوں جو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا مالک ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے پس تم ایمان لاؤ اللہ پر، اور اُس کے بھیجے ہوئے نبیِ اُمّی (مکّی) پر جو خود بھی اللہ اور اُس کے کلمات پر یقین رکھتا ہے اور اُسی کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔

آیت کا شانِ نزول

حضرت امام حسن علیہ السّلام سے روایت ہے، کہ کچھ یہودی حضورِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے: "یا محمدؐ! کیا آپؐ وہی ہیں جو سمجھتے ہیں کہ آپؐ خدا کے رسولؐ ہیں؟ اور آپؐ پر بھی اِسی طرح وحی اُترتی ہے جیسے حضرت موسیٰؑ پر آیا کرتی تھی؟" حضورِ اکرمؐ خاموش رہے پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا: "میں اولادِ آدمؑ کا سردار ہوں اور فخر نہیں کرتا۔ مجھ پر نبوّت ختم ہوئی، میں متّقین کا امام ہوں اور سارے جہانوں کے پالنے والے خدا کی طرف سے اُس کا رسولؐ ہوں۔" وہ بولے: "آپؐ کس کی طرف رسولؐ بن کر آئے ہیں؟" اِس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

*.... (تفسیر صافی صہ ۱۸۴ بحوالہ مجالس)

جنابِ رسولِ خداؐ کی جامعیت

محققین نے نتیجہ نکالا کہ: ہمارے رسولؐ کی رسالت کسی خاص قوم، قبیلے، ملک، رنگ، نسل یا دور سے متعلق نہیں، بلکہ تمام عالمِ انسانیت اور تمام مخلوقات کے لیے ہے۔ تا قیامت (*.... مجمع البیان)

(دوسرا نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ آنحضرتؐ کا جانشین بھی تمام مخلوقات پر آپؐ کے بعد حجّتِ خدا ہے۔)

ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیت میں حضورِ اکرمؐ کو "نبیؐ" فرمایا گیا ہے، جبکہ رسول کا مرتبہ نبی سے زیادہ ہوتا ہے، جبکہ حضورؐ رسولؐ بھی تھے۔ اِس کا شاید سبب یہ ہو کہ بائبل میں ہمارے رسولؐ کو "النّبی" (وہ نبیؐ) کہا گیا ہے۔

*.... (فصل الخطاب)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰٓ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِۦ يَعْدِلُونَ ۝ ۱۵۹

(۱۵۹) اور موسیٰؑ کی قوم میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو حق کے مطابق ہدایت بھی کرتا تھا اور اُسی (حق) کے مطابق انصاف بھی کرتا تھا۔

حضرت موسیٰؑ کی اُمت کا ایک گروہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس گروہ کا اِس آیت میں حوالہ دیا گیا ہے اُس گروہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو دینِ اسلام کو ماننے والے تھے۔"

* . . . . . (تفسیر صافی صفحہ ۱۸۴ بحوالہ تفسیر عیاشی)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ اِس آیت میں جن کو اُمّت کہا گیا ہے وہ ایک طبقہ ہے جو صحیح معنی میں شریعتِ موسوی پر عامل ہے اور اُن کو ہمارے رسولؐ کی آمد اور صداقت کی خبر نہیں پہنچی ہے۔ خدا اُس طبقے کی تعریف فرما رہا ہے۔ اُنھوں نے خود حضرت موسیٰؑ کی شریعت میں کوئی تبدیلی یا تحریف نہیں کی۔

* . . . . . . (تفسیر تبیان)

(نوٹ) یہ بات تو بڑی حیرت کی ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی اُمت کے اتنے حق بیں وحق پرست گروہ کو ابتک یا آنحضرتؐ کی بعثت تک ہمارے رسولؐ کی آمد اور صداقت کی خبر ہی نہیں پہنچی جبکہ توریت میں مکمل نشاندہی فرمادی گئی ہے، اور آپؐ کی بعثت کی چہار دانگِ عالم میں شہرت ہوچکی تھی۔ یہ گروہ ضرور ایمان لے آیا ہوگا۔

حق کے مطابق انصاف کرنے کے معنی "ہر فیصلہ حق اور انصاف کے تقاضوں کے مطابق کرتا ہے اور لوگوں کو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

* . . . . . . (بیضاوی، تفسیر کبیر، قرطبی)

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے راس الجالوت (یہودی عالم) سے دریافت کیا کہ قسم کھا کر بتاؤ کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد اُن کی اُمت کتنے فرقوں میں تقسیم ہوئی؟ اُس نے کہدیا: صرف ایک فرقہ۔ آپؑ نے فرمایا: "جھوٹ بولتا ہے"۔ بلکہ خدائے واحد کی قسم حضرت موسیٰؑ کی اُمت اکہتر (۷۱) جماعتوں پر تقسیم ہوئی، ایک فرقہ جنّت میں جائے گا باقی تمام جہنم میں جائیں گے۔

* . . . . . . (تفسیر برہان)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا (۱۶۰) — اور ہم نے اُس قوم کو بارہ گھرانوں میں گروہ گروہ
اُمَمًا ؕ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اِذِ — کر کے تقسیم کر دیا تھا۔ اور ہم ہی نے موسیٰؑ کو وحی کی،
اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ — جب اُس کی قوم نے اُس سے پانی طلب کیا کہ فلاں
بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ — چٹان پر اپنی لاٹھی مارو۔ چنانچہ اُس سے یکایک بارہ
اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ — چشمے پھوٹ نکلے۔ اور ہر آدمی نے اپنا اپنا گھاٹ
اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ — بھی پہچان لیا۔ پھر ہم نے اُن پر بادلوں کا سایہ کیا۔
الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ — اور اُن پر مَنّ و سَلویٰ بھی اُتارا (پھر کہا) کھاؤ وہ
وَالسَّلْوٰی ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا — پاک چیزیں جو ہم نے تمھیں بخشی ہیں۔ مگر (اِس کے
رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ — بعد جو کچھ بھی اُنھوں نے کیا تو اُس سے) ہمارا کچھ
كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝ ۱۶۰ — نقصان نہیں ہوا، بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے رہے۔

اسباط کے معنی

• عربی میں "اسباط" اولاد کو کہتے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ کی اولاد میں اسباط ایسے ہی تھے جیسے حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں قبائل تھے۔ *..... (تفسیر صافی ص۱۷۴)

اسی لیے "اُسباط" کے معنی قبیلے کے ہو گئے۔ "سِبط" کے معنی "ایک دادا کی اولاد"۔ اس کی جمع ہوئی "اسباط" جس کے معنی میں 'پوتے'، نواسے دونوں آتے ہیں، مگر نواسوں کے لیے یہ لفظ زیادہ بولا جاتا ہے۔ عام طور پر اسباط بنی اسرائیل مراد ہیں' اور وہ قبیلہ بھی مراد ہے جو ایک دادا کی اولاد ہو۔ *...... (لغات القرآن نعمانی جلد۳ ص۲۲)

خدا کی مہربانیاں بنی اسرائیل پر

خداوندِ عالم نے بنی اسرائیل پر بے پناہ احسانات فرمائے۔ اُن میں سے ایک بڑا احسان یہ بھی تھا کہ جزیرہ نمائے سینا کے بیابانی علاقے میں اُن

www.drhasanrizvi.org

کے لیے پانی فراہم کردیا۔ اور دھوپ کی تپش سے بچانے کے لیے ہر وقت آسمان پر بادلوں کو بچھا دیا۔ کھانے کے لیے "منّ و سلوٰی" نازل فرمایا۔ یہ تینوں انتظامات کئی لاکھ انسانوں کے لیے فرمائے گئے۔ مثلاً اگر اُن کو صرف پانی ہی نہ ملتا تو سب کے سب چند گھنٹوں میں ہلاک ہو جاتے۔ آج بھی اگر اُس صحرا میں آکر ٹھہریں تو دنیا کی تمام طاقتیں مل کر بھی یکایک وہاں پانی، کھانے اور سائے کا بندوبست نہیں کر سکتیں۔ آج بھی اُس جزیرہ نما کی کل آبادی ۵۵ ہزار سے زیادہ نہیں ہوگی۔ پھر یہ خدا کی قدرت کا کمال ہے کہ اُس نے بنی اسرائیل پر کتنا بڑا احسان فرمایا تھا۔ ★ ...... (تفہیم)

ان سب مہربانیوں کے باوجود بنی اسرائیل، خدا کے انبیاء کو قتل کرتے رہے، اُس کے احکامات کی نافرمانی کرتے رہے جس کے سبب سے مختلف ادوار میں عذابِ خداوندی میں مبتلا ہوتے رہے۔

یہی بنی اسرائیل وہ تھے کہ :... جو حضورِ اکرمؐ پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے اور موسوی دین میں اپنی من مانی کرتے رہے کتابِ خدا توراۃ میں تحریفات کیں اور آنحضرتؐ کو نوع بہ نوع جھٹلاتے رہے۔ اور اسلام کے سب سے بڑے دشمن ثابت ہوئے۔ چنانچہ سورۃ المائدہ آیت ۸۲ میں ارشاد ہوا:

"لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا"

(اور تو ایمان والوں کی عداوت میں یہود اور مشرکوں کو یقیناً سب لوگوں سے زیادہ شدید پائے گا)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ: جب قائم آلِ محمدؐ ظہور فرمائیں گے اور آپؑ مکّہ سے کوفہ کی طرف کوچ فرمائیں گے تو اعلانِ عام ہوگا کہ کوئی شخص اپنے ساتھ زادِ راہ نہ اُٹھائے۔ چنانچہ وہی پتھر جس سے بارہ چشمے بنی اسرائیل کیلئے پھوٹ پڑے تھے، امامِ عصرؑ اپنے ساتھ رکھیں گے اور ہر منزل پر اُس سے پیاسوں کے لیے پانی کے چشمے جاری ہوں گے اور بھوکے شکم سیر ہو کر کھانا کھائیں گے۔

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کہ: الواحِ حضرتِ موسیٰؑ اور آپؑ کا عصا بھی ہمارے پاس ہیں ... (تفسیر برہان)۔ اور حضرتِ موسیٰؑ نے اللہ سے پیغمبر آخر الزمانؐ کی فضیلتیں سُنیں تو دعا کی کہ مجھے بھی اُن کی اُمّت میں شامل فرما۔ (تفسیر مجمع البیان) (ملخص)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَ اِذۡ قِیۡلَ لَهُمُ اسۡكُنُوۡا (۱۶۱) هٰذِهِ الۡقَرۡيَةَ وَ كُلُوۡا مِنۡهَا حَيۡثُ شِئۡتُمۡ وَ قُوۡلُوۡا حِطَّةٌ وَّ ادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا نَّغۡفِرۡ لَكُمۡ خَطِيۡٓـٰٔتِكُمۡ‌ؕ سَنَزِيۡدُ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝ ۱۶۱

اور یاد کرو وہ وقت جب اُن سے کہا گیا تھا کہ اِس بستی میں آباد ہو جاؤ۔ اور اُس میں جہاں سے چاہو روزی حاصل کرو۔ اور "حِطّہ" (یعنی) توبہ توبہ کہتے ہوئے اور دروازے میں (شکر کا) سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو، تو ہم تمھاری خطائیں معاف کردیں گے، اور نیکی کرنے والوں کو عنقریب اور زیادہ بھی عطا کریں گے۔

بابِ حِطّہ ؟

مفسرین نے لکھا ہے کہ جس شہر میں بنی اسرائیل کو داخل ہونے کا حکم ہوا تھا اُس کے آٹھ دروازے تھے اور جس دروازے سے اِن کو گذرنے کا حکم ہوا تھا وہ بابُ الحِطّہ تھا۔ نیز لفظ حِطّہ اِن کے لیے توبہ و استغفار کا کلمہ تھا اور خضوع و خشوع سے جھکتے ہوئے اِن کو شہر میں اُس دروازے سے داخل ہونے کا حکم تھا۔

"مجمع البیان" میں ہے، کہ وہ دروازہ اُن کیلئے چھوٹا رکھا گیا تھا تاکہ خواہ مخواہ وہ جُھک کر گذریں لیکن اُنکی فطرت میں تو شرارت تھی) بجائے حِطّہ کے حنطۃٌ (یعنی گندم) وِرد شروع کردیا، اور سجدہ کرنے کی بجائے اکڑ کر اور سر اونچا کرکے دروازے میں پیر پہلے داخل کردیے اور پھر کھسک کر گذر گئے۔ ..... (تفسیر انوار النجف ج۲ ص۱۱۵، مجمع البیان)

جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: علیؑ بابِ حِطّہ ہیں، جو اس میں داخل ہوگا وہ مومن ہوگا اور جو اس سے خارج ہوگا وہ کافر ہوگا۔ (تفسیر عمدۃ البیان) اور مراد اس سے علیؑ کی پیروی کرنا ہے۔ (تفسیر انوار النجف ج۶ ص۱۱۵)

ابنِ ابی شیبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: "اِس اُمّت میں ہماری (اہلِ بیتِ رسولؐ کی) مثال ایسی ہے جیسی کہ نوحؑ کی کشتی، اور جیسے بابِ حِطّہ بنی اسرائیل کے لیے تھا۔" (تفسیر دُرِّ منثور جلد۱ ص۷۲ سطر۱ مطبوعہ مصر)

جس دروازے سے بنی اسرائیل کو جُھک کر داخل ہونے کا حکم تھا اُس کے اوپر آنحضرتؐ اور حضرت علیؑ کی مثالیں موجود تھیں۔ اور سجدہ کرنے سے مراد اُن کی تعظیم کرنا تھا اور اُن کی ولایت کے عہد کو تازہ کرنا تھا۔ لیکن اُن کی نافرمانی کی وجہ سے ایک لاکھ بیس ہزار آدمی طاعون سے مر گئے۔

(تفسیر امام حسن عسکری) بحوالہ انوار النجف ص۱۱۵)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

(۱۶۲) فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ۝ ۱۶۲

مگر جو لوگ اُن میں سے ظالم اور گناہگار ہو گئے تھے اُنھوں نے اُس بات کو جو اُن سے کہی گئی تھی دوسری بات سے بدل دیا پس ہم نے بھی اُن کے اُسی ظلم کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے' اُن پر آسمان سے عذاب بھیج دیا۔

(۱۶۳) وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَٰلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝ ۱۶۳

اور (اے رسولؐ!) اُن سے اُس بستی[1] کا حال تو پوچھو جو سمندر کے کنارے واقع تھی۔ جبکہ وہ سبت (ہفتہ) کے دن زیادتی کیا کرتے تھے اور یہ مچھلیاں ہفتے[2] ہی کے دن اُبھر اُبھر کر سطحِ سمندر پر اُن کے سامنے آجاتی تھیں اور ہفتے کے سوا باقی دنوں میں سامنے نہ آتی تھیں۔ یہ اِس لیے ہوتا تھا کہ ہم اُن کی نافرمانی کی وجہ سے اُن کو امتحان میں ڈال رہے تھے۔

منزل ۲ — وقف لازم — معانقة عند المتاخرين — النصف

اسرائیلی بندرگاہ ایلہ [1] یہ بستی کونسی تھی؟ اِس کے بارے میں کئی قول ہیں جن میں کوئی بھی مستند نہیں۔ (تفسیر مجمع البیان)

محققین کا غالب میلان اِس طرف ہے کہ یہ مقام ایلہ۔ ایلات یا ایلوت ہے جہاں اب اسرائیل کی یہودی ریاست واقع ہے۔ اُسی نے اِس نام کی ایک بندرگاہ بنائی ہے۔ جو اُردن کی بندرگاہ عقبہ کے قریب ہے۔ بنی اسرائیل کے عروج کے زمانے میں یہ بڑا اہم تجارتی مرکز تھا۔ اور حضرت سلیمانؑ نے اپنے جنگی تجارتی بیڑے کا صدر مقام اِسی شہر کو بنایا تھا۔ ..... (تفہیم)

ہفتے کے دن کی اہمیت [2] وہ بستی ایلہ، مدین یا طبریہ تھی جو دریا کے کنارے پر واقع تھی' اُن لوگوں کا تجاوز یہ تھا کہ سنیچر (ہفتے) کے دن اُن پر مچھلی کا شکار ممنوع تھا کیونکہ اس دن مچھلیاں یومِ امن سمجھ کر سروں کو باہر نکال کر سامنے آجاتیں بنی اسرائیل اس دن جال لگا رکھتے تھے تاکہ مچھلیاں (زیادہ تعداد) میں جال میں پھنس جائیں، پھر اتوار کے دن اُن کو نکال کر لے آتے

(انوار النجف جلد ۱۱)

www.drhasanrizvi.org

وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ○ ۱۶۴

(۱۶۴) اور انھیں یہ بھی یاد دلاؤ کہ جب اُن میں سے ایک گروہ نے یہ کہا کہ تم اُن لوگوں کو نصیحت ہی کیوں کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا ہے؟ یا سخت عذاب دینے والا ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا تھا کہ: "ہم تو یہ کام تمھارے مالک کے سامنے اپنی معذرت پیش کرنے کے لیے کرتے ہیں، اور اس اُمید پر بھی کرتے ہیں کہ شاید اس طرح یہ لوگ خدا کی نافرمانی سے بچنے لگیں۔

نصیحت کرنا ضروری ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر ہم قوم کو نصیحت کرتے رہیں گے چاہے قوم ہماری بات نہ مانے، مگر ہم اس طرح خدا کے سامنے بے گناہ یا معذور قرار پائیں گے۔ خدا اُن کے اعمال کا ذمے دار ہم کو قرار نہ دے گا۔ اگر خاموش رہیں گے تو ہم بھی اُن کے بُرے کاموں میں شریک سمجھے جائیں گے۔ .... (جلالین)

پھر آخر میں اُن کا یہ فرمانا کہ: "شاید وہ لوگ تقویٰ اختیار کریں" اس کا مطلب یہ ہوا کہ بالکل مایوس ہونے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ لوگ نصیحت کا اثر قبول کریں۔ .... (فصل الخطاب)

وہ لوگ امتحان میں اس لیے ڈالے گئے کہ خدا اہلِ طاعت کا امتحان لطف اور مہربانی کا مستحق بنانے اور نعمتیں عطا کرنے کے لیے کرتا ہے، اور گناہگاروں کا امتحان اُن کی حقیقت بنانے یا اصلاحِ حال کا موقع دینے کے لیے کرتا ہے۔

شریعت میں حیلے بعض فقہاء نے یہاں استدلال کیا ہے کہ احکامِ شریعت کی تعمیل سے بچنے کے لیے حیلہ کرنا حرام ہے۔ .... (روح المعانی)

فقہاء نے جو حیلے کا طریقہ اختیار کیا ہے وہ احکامِ شریعت کی تعمیل کے لیے ہے، نہ کہ اُن سے بچنے کے لیے۔ (مگر یہ راستہ بہت کمزور ہے)
.... (تھانوی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنْجَيْنَا (۱۶۵) الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَ أَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ٥ ۱۶۵

بالآخر جب وہ لوگ (ہماری ہدایا کو) بالکل ہی بھول گئے جو اُنھیں بار بار یاد دلائی گئی تھیں، تب ہم نے اُن لوگوں کو تو بچالیا جو لوگوں کو بُرائی سے روکتے تھے، مگر باقی اُن لوگوں کو جنھوں نے زیادتی کی تھی، ہم نے بڑی ہی سخت سزاہیں پکڑلیا' اُسی نافرمانی کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے۔

نصیحت کرنے کی اہمیّت

آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس بستی میں تین قسم کے لوگ تھے۔

(۱) "جو کُھلم کُھلا خدا کے حکم کی خلاف ورزی کر رہے تھے۔ (۲) جو خود خلاف ورزی تو نہیں کر رہے تھے مگر گناہگاروں کو خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ان کمبختوں کو نصیحت کرنے سے کیا فائدہ؟ (۳) تیسرا گروہ وہ تھا جن کی غیرتِ ایمانی خدا کے احکام کی بے حُرمتی کو برداشت نہ کرسکتی تھی۔ اُن کو یہ اُمید بھی تھی کہ شاید یہ لوگ اُن کی بات سُن کر گناہوں سے رُک جائیں گے۔ اور اگر نہ رُکیں گے تو بھی وہ خدا کے سامنے اس لیے جوابدہ نہ ہوں گے کہ اُنھوں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔" قرآن کے فرمان کے مطابق جب اُس قوم پر عذاب آیا تو صرف یہ تیسرا گروہ نجات پاسکا۔ کیونکہ اُن کو خدا کے سامنے اپنی جوابدہی اور معذرت پیش کرنے کی فکر تھی۔ باقی دو گروہوں کا شمار ظالموں میں ہوا اور اُن دونوں گروہوں نے خدا سے سزا پائی۔ اِسی لیے قرآن میں ارشاد ہے کہ: "ڈرو اُس فتنہ سے جس کے وبال میں صرف وہی لوگ گرفتار نہیں ہوں گے جنھوں نے تم میں سے ظلم کیا۔"

اِس کی تشریح میں حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ خاص لوگوں کے جرائم پر عام لوگوں کو سزا نہیں دیتا جب تک کہ عام لوگوں کی یہ حالت نہ ہوجائے کہ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے بُرے کام ہوتے دیکھیں اور اُن کے خلاف اظہارِ ناراضگی پر قدرت بھی رکھتے ہوں، اور پھر بھی اظہارِ ناراضگی نہ کریں۔ جب عام لوگوں کا یہ حال ہوجاتا ہے تو اللہ خاص و عام سب کو اپنے عذاب میں فرما دیتا ہے۔" (الحدیث) (تفہیم)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ۝ (۱۶۶) پھر جب انھوں نے پوری سرکشی کے ساتھ وہی کام کیے جس سے انھیں روکا گیا تھا تب ہم نے کہا کہ اب تم ذلیل ہو کر بندر بن جاؤ۔ ۱۶۶

خدا کے حکم کی خلاف ورزی کا انجام

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا: "جب اُن لوگوں نے حکمِ خدا کو بھلا دیا اور نصیحت کو نہ مانا تو حق پرستوں نے کہا کہ ہم تمھارے ساتھ اِس بستی میں نہیں رہیں گے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر خدا کا عذاب اُترے اور ہم بھی اُس کی لپیٹ میں آجائیں۔ بس وہ شہر سے نکل گئے اور رات بھر زیرِ آسمان رہے۔ صبح کو جب شہر میں آئے اور شہر کا دروازہ بند پایا تو بہت کھٹکھٹایا مگر کوئی جواب نہ پایا۔ شہر کی فصیل کے ساتھ ایک سیڑھی لگا کر چڑھے تو دیکھا کہ سب کے سب بندر بن چکے ہیں بس اُن لوگوں نے اُن بندروں سے صرف اتنا کہا: "کیا ہم نے تم لوگوں کو خدا کی نافرمانی سے منع نہیں کیا تھا"؟ *..... (تفسیر صافی ص۱۸۵ بحوالہ تفسیر قمی و تفسیر عیاشی)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "ہم نے حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کی کتاب میں یہ لکھا پایا کہ: "ایک قوم "ایلہ" میں رہتی تھی جس کا تعلق قومِ ثمود سے تھا۔ اُن کی اطاعت کا امتحان خدا نے اس طرح لیا کہ ہفتے کے دن اُن کے پاس مچھلیاں بھیجی جاتی تھیں (جبکہ اُن کو ہفتے کے دن شکار کی ممانعت تھی) وہ مچھلیاں نہروں میں تیرتی ہوئی اُن کے دروازوں کے سامنے کی نہروں میں آجاتی تھیں۔ وہ یہ حالت دیکھ کر اُن کا شکار کر لیتے تھے۔ عرصے تک ایسا ہی ہوتا رہا۔ اُن کے علماء اور درویشوں نے اُنھیں ایسا کرنے سے بہت روکا، مگر شیطان اُن کے کانوں میں یہ پھونک دیتا کہ ہفتے کے دن شکار کے کھانے کی ممانعت کی گئی ہے 'شکار کرنے کی ممانعت نہیں کی گئی۔ اِس لیے تم لوگ ہفتے کے دن شکار کر لیا کرو اور پھر ہفتے بھر کھاتے رہا کرو۔ اِس طرح وہ قوم شکار کرتی رہی اور گنہگار بن گئی۔ ایک گروہ اُن سے الگ ہو گیا۔ وہ خاموش رہے۔ اور اُنھوں نے نصیحت کرنا بھی چھوڑ دی (مگر ایک گروہ نصیحت کرتا رہا) پھر اِس خاموش رہنے والے گروہ نے نصیحت کرنے والے گروہ سے کہا: "تم ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو خدا ہلاک کرنے والا ہے یا سخت سزا دینے والا ہے"۔ نصیحت کرنے والوں نے جواب دیا: "تمھارے پالنے والے مالک کے سامنے معذرت کرنے کیلئے اور تاکہ وہ باز آجائیں"۔ (پھر وہی ہوا جو پہلی حدیث میں بیان کیا جا چکا ہے)

* ..... (تفسیر صافی ص۱۸۵ بحوالہ تفسیر قمی و تفسیر عیاشی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

" تفسیر مجمع البیان " میں ابنِ عباسؓ سے منقول ہے کہ سنیچر (ہفتے) کا دن ہمارے جمعہ کی طرح اُن کے لیے مقرر تھا کہ اس کی عظمت کو بحال رکھیں، اُس دن شکار نہ کریں۔ مچھلیاں اُس دن اتنی کثرت سے آجایا کرتیں کہ پانی اُن کی کثرت سے چھپ جاتا۔ شیطان نے اُن کو سبق پڑھایا کہ سنیچر کے دن حوضوں میں جمع کر لیا کرو اور اتوار کے دن پکڑ لیا کرو۔ پس وہ ایسا کرنے لگے۔ بعض نے ایسا بھی کیا کہ سنیچر کے دن دھاگے سے ایک مچھلی کو باندھ دیا اور اتوار کے دن اُس کو لا کر پکایا اور کھالیا۔ دوسروں نے اُس کو بُرا بھلا کہا۔ لیکن جب دیکھا کہ اُس پر کوئی عذاب نہ آیا تو اُن کے دلوں سے بھی خوف جاتا رہا تو وہ بھی یہی کام کرنے لگے۔ اُن کے تین گروہ ہو گئے۔ واعظ گروہ نے اُن سے علیٰحدہ اپنی سکونت اختیار کر لی۔ مجرمین کی تعداد ۱۲ ہزار تھی۔ ایک رات جو سوئے تو صبح کو بندر کی شکل میں مسخ ہو چکے تھے۔ تین دن یا سات دن تک زندہ رہ کر لقمۂ اجل ہو گئے۔ ان کی نسل آگے نہیں بڑھی۔
* ...... (تفسیر مجمع البیان)

★ حضرت امام زین العابدینؑ سے اُن کی تعداد اَسّی ہزار منقول ہے۔ صرف دس ہزار واعظ بچ گئے تھے۔ ★..... (تفسیر صافی)

قرآن کا اعلان صداقت کی دلیل

قرآن کا یہودیوں کے لیے یہ اعلانِ سزا قرآن اور آسمانی کتابوں کی صداقت کی دلیل ہے کہ آج تک تاریخ میں کوئی دَور ایسا نہیں گذرا جس میں یہودی قوم دنیا میں کہیں نہ کہیں روندی یا پامال نہ کی جاتی رہی ہو۔
* ...... (تفہیم - تفسیر کبیر)

توریت میں بھی یہودی صفت لوگوں کو سخت سزائیں سنائی گئی ہیں یعنی:

" اگر تم میری سُننے والے نہ ہوتے اور اُن سب حکموں پر عمل نہ کیا ۔ ۔ ۔ اور مجھ سے عہد شکنی کرو گے، تو میں بھی تم سے ایسا ہی سلوک کروں گا ۔ ۔ ۔ ۔ اور میرا چہرہ تمھارے خلاف ہوتا۔ اور تم اپنے دشمنوں کے سامنے قتل کیے جاؤ گے۔ اور جو تم سے کینہ رکھتے ہیں، تم پر حکومت کریں گے۔" (احبار ۲۶ : ۱۴-۱۷) نیز فرمایا: " تیرے بیٹے اور تیری عزیز بیٹیاں دوسری قوم کو دی جائیں گی، اور تیری آنکھیں دیکھیں گی۔ اور سارے دن اُن کی راہ تکتے تکتے تھک جاؤ گے۔ اور تیرے ہاتھ میں کچھ زور نہ ہوگا۔" * (استثناء ۲۸ : ۳۲) نوٹ فرمائیں کہ یہودی صفت اعمال کا انجام کیسا بھیانک دنیا میں بھگتنا پڑتا ہے۔ تمام مجرموں اور خاص کر عادی مجرموں کے ساتھ خدا کا یہی سلوک ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

" حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں قدرت کی تعزیریں "

(اقبالؔ)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ښ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ ۱۶۷

(۱۶۷) اور یاد کرو جب تمہارے پالنے والے مالک نے یہ اعلان کیا کہ: وہ اُن پر قیامت تک برابر ایسے لوگ مسلّط کرتا رہے گا جو اُن کو بدترین سزا دیں گے۔ یقیناً تمہارا مالک بہت جلد سزا دینے والا ہے۔ اور بیشک وہ بڑا ہی معاف کرنے والا، بیحد رحم کرنے والا بھی ہے۔

یہودیوں اور یہودی صفت لوگوں کا انجام

روایت میں آیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے بعد خدا نے اُن (بنی اسرائیل) پر بخت نصر کو مسلّط کیا۔ اُس نے اُن کے ملک کو ویران کیا، لڑنے والوں کو قتل کیا، عورتوں اور بچّوں کو قید کیا، جو باقی بچے اُن پر جزیہ لگا دیا۔ وہ کافروں کو جزیہ ادا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضور اکرمؐ مبعوث ہوئے۔ آنحضرتؐ نے بھی اُن پر جزیہ لگا دیا۔ غرض اِسی طرح یہ لوگ پٹتے رہینگے۔
* ...... (تفسیر صافی ص۱۸۵)

یہ لوگ یہودی تھے۔ اور یہ آیت یہودیوں کے لیے سخت تنبیہ ہے کہ وہ قیامت تک اِسی قسم کی تکلیفوں میں مبتلا رہیں گے۔ تیرہ سو سال کا مشاہدہ بھی اِس آیت کی تصدیق کرتا ہے۔ مگر اِس آیت کا آخری جملہ کہ: "بیشک خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔" اِس بات کی ضرور گنجائش پیدا کرتا ہے کہ اگر یہودی اپنے کردار کی اصلاح کریں گے تو جس حد تک وہ اپنی اصلاح کریں گے، اُتنا ہی خدا کا غضب اُن سے کم کر دیا جائے گا۔ مگر یہ آیت صرف یہودیوں ہی سے متعلق نہیں ہے ہمیں بھی کچھ سمجھانا مقصود ہے۔ اِسی لیے شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا:

"یہ احوال اِس اُمّت کو سُنایا ہے کہ یہی سب کچھ اِن پر بھی ہوگا۔" (کان کھول کر سُن لیں اِس اُمّت والے)
* ...... (موضح القرآن)

اِس لیے کہ پیغمبر اکرمؐ فرما چکے ہیں کہ: "جو کچھ بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا ہے وہی کچھ میری اُمّت کے ساتھ بھی ہوگا۔"
* ...... (الحدیث - متفق علیہ)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ (۱۶۸) مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۡ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○ ۱۶۸

اور ہم نے اُنھیں زمین میں گروہ در گروہ کرکے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ کچھ لوگ تو اُن میں نیک تھے اور کچھ اُن سے مختلف (یا برعکس) تھے پھر ہم اُن کا اچھے اور بُرے حالات سے امتحان لیتے رہتے تاکہ شاید یہ لوگ بُرائی سے باز آجائیں۔

خدا کی طرف سے امتحانات لینے کا طریقہ اور مقصد

خدا کا فرمانا کہ: "ہم اُن کا اچھے اور بُرے حالات سے امتحان لیتے رہے۔" کا مطلب یہ ہے کہ: ہم قوموں کا امتحان کبھی تو راحت و آرام، دولت و اقتدار، عزّت و شان دے کرلیا کرتے ہیں کہ وہ اُن نعمتوں پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ نہیں ؟ اُن نعمتوں کو خدا کی مرضی کے مطابق استعمال کرتے ہیں کہ نہیں ؟ اور کبھی قوموں کا امتحان فقر و فاقے، تکالیف اور اذیّتوں اور نقصانات میں مبتلا کرکے لیا جاتا ہے اِس سلسلے میں قوم اور فرد کے مزاج اور طبیعت کو بھی دیکھا جاتا ہے اور اُن کے اعمال کو بھی۔ اور ان امتحانات کا اصل مقصد تو اُن کی اصلاح ہوتا ہے۔ اِس بات کا امتحان لینا ہوتا ہے کہ وہ ہر حال میں خدا کی اطاعت کرکے دکھائیں، تاکہ ابدی نعمتوں کے مستحق قرار پائیں۔ * ...... (تفسیر تبیان - مجمع البیان - فصل الخطاب)

عرفا نے لکھا کہ یہاں خوشحالی سے مراد ظاہری اور مادّی خوشحالی ہے اور بدحالی سے مراد مادّی اور معاشی بدحالی ہے۔ لیکن کبھی کبھی خدا اپنے بندوں کو حسناتِ باطنی سے بھی آزماتا ہے۔ مثلاً کبھی کبھی گناہ کرتے ہوئے وہ کیف محسوس ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں حق پر ہوں، جبکہ وہ باطل پر ہوتا ہے۔ تو اگر گناہ کے ساتھ بسط (دل کا سکون) جمع ہوجائے تو وہ استدراج ہے۔ اس سے دھوکا نہ کھانا چاہیے۔ تھا

* ...... (تھانوی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ (۱۶۹) وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ ۱۶۹

پھر اگلی نسلوں کے بعد تو اُن کے ایسے نا اہل جانشین ہوئے جو کتاب کے وارث تو بن بیٹھے مگر وہ (اس سے) اِس حقیر دُنیا کے فائدے سمیٹتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو عنقریب معاف کر دیا جائے گا۔ حالانکہ اگر اُس جیسا مال پھر اُن کے سامنے آجائے تو وہ اُسے بھی لپک کر لے لیں گے۔ کیا اُن سے کتاب کا یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے متعلق سچی بات کے سوا کوئی بات نہ کہیں گے؟ جبکہ جو کچھ بھی اِس کتاب میں تھا وہ اُنھوں نے پڑھ بھی لیا تھا۔ (اور وہ یہ بھی خوب جانتے تھے کہ) آخرت کا گھر خدا سے ڈرنے والوں اور بُرائیوں سے بچنے والوں ہی کے لیے بہترین جگہ ہے کیا تم اِتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے۔؟

Presented by: https://jafrilibrary.com/

علماءِ سُوء کا کردار

"حقیر دُنیا کے مال کو لے لیتے ہیں" یعنی جو فیصلے اُن کے علماء کے سامنے آتے تھے اُن میں رشوت لیتے تھے۔ اور اپنی مرضی سے خدا کے احکام کو لوگوں کے لیے آسان کر دیتے تھے اور اُس کی اُجرت بھی لیتے تھے۔" *...... (تفسیر صافی ص۱۸۵)

؎ خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں ❊ ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق " (اقبال)

پھر ایسے علماءِ سُوء یہ آرزو بھی کرتے ہیں کہ معاف کر دیے جائیں گے لیکن اپنی ان حرکتوں سے باز بھی نہیں آتے۔ وہی کام پھر بار بار کرنے پر آمادہ ہیں اور توبہ تک نہیں کرتے۔ *...... (تفسیر صافی ص۱۸۵)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ: "خدا نے اپنی کتاب میں اپنے بندوں کو دو حکم دیے ہیں۔ (۱) جب تک جانتے نہ ہوں کچھ نہ کہیں۔ (۲) یہ کہ جو کچھ نہ جانتے

www.drhasanrizvi.org

ہوں، اُس کو رد نہ کریں۔" یہ دونوں حکم اِس آیت میں موجود ہیں۔ پہلی بات یوں فرمائی: "کیا اُن سے کتاب کا عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے (دین کے) متعلق سچّی بات کے سوا کوئی بات نہ کہیں گے۔" اور دوسری بات یوں فرمائی: "بلکہ اُنھوں نے اُس چیز کو جھٹلایا جس کا اُن کو علم نہ تھا۔" (الآیۃ) ★...... (تفسیر صافی ص۱۸۶ - بحوالہ کافی)

توراۃ کے وارث علماءِ یہود ہوئے جن کی سب سے بڑی بُرائی قرآن نے دنیا طلبی کو قرار دیا۔۔
★...... (فتح الرحمٰن۔ ف د ن۔ عطاب)

"یہی شیخِ حرم ہے جو چُرا کر بیچ کھاتا ہے ✿ گلیمِ بوذرؓ و دلقِ اویسؓ و چادرِ زہراؑ"
(اقبالؒ)

علماءِ سُوء کی نشاندہی

یاد رہے کہ علماءِ سُوء کی سب سے بڑی نشانی دُنیا طلبی ہوتی ہے۔ جب وہ دین کو دُنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ جیسا کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے قرآن مجید کے بارے میں ہدایت فرمائی: "فَاسْأَلُوا اللّٰهَ بِهِ وَتَوَجَّهُوا إِلَيْهِ بِحُبِّهِ وَلَا تَسْأَلُوا بِهِ خَلْقَهُ ... الخ"

یعنی: "اِس (قرآن) کے ذریعے (وسیلے) سے اللہ سے مانگو اور اسی کی دوستی لیے ہوئے اُس کی طرف کا رُخ کرو، اور اِس (قرآن) کو لوگوں سے مانگنے کا ذریعہ نہ بنا لو۔" ★.... (نہج البلاغہ ص۲۱۲)

"خونِ حسینؑ سے لقمے کو تر کرتا ہے تُو ✿ موسمِ ماہِ محرّم عید ہے تیرے لیے"
★...... (جوش ۔ نظم ذاکر سے خطاب)

اِس آیت میں علماء کی دنیا پرستی کا بڑا ہی بھیانک نقشہ کھینچا گیا ہے۔ بُرے علماء کی سب سے واضح نشانی اور کامرانی سمجھتے ہیں۔ اِس لیے اِس پر اصرار کرتے ہیں۔ ★...... (جلالین)

اور پھر یہ بھی سمجھتے ہیں کہ خدا ہمیں معاف کر دے گا کیونکہ ہم تو خدا کے چہیتے ہیں۔ اِس لیے بار بار دنیا طلبی میں مشغول رہتے ہیں۔ ★...... (تفسیر تبیان)

ایسی حرکتیں اور دین فروشی کے بعد یہ سمجھنا کہ خدا معاف کر دے گا، گویا خدا پر ایک بہتان باندھنا ہے اِس لیے کہ خدا نے کبھی ایسا وعدہ نہیں فرمایا۔ معافی تو وہاں ممکن ہوتی ہے جہاں گناہ پر شرمندگی ہو۔ جہاں اس پر اصرار اور فخر ہو، وہاں معافی کا تصوّر ہی نہیں ہو سکتا۔ ★...... (جلالین۔ فصل الخطاب)

Presented by: https://jafrilibrary.com

www.drhasanrizvi.org

علماء کی دنیا طلبی

یہودی علماء، رشوت، اور بددیانتی کے مال کے بڑے حریص ہیں۔ وہ خدا کے احکامات اور آیات تک کو مال لے کر بدل دیتے ہیں۔ حالانکہ اُن کی شریعت، رشوت، خیانت تو کیا، ہدیہ لینے کی بھی اجازت نہیں دیتی۔

توراۃ میں ہے کہ: "ہدیہ بھی نہ لینا، کیونکہ یہ دانش مندوں کو اندھا کر دیتا ہے، اور سچوں کی باتوں کو پھیر دیتا ہے۔" .... (خروج ۲۲ : ۸)

قرآن نے ایسے علماء کو "خَلْفٌ" یعنی کتاب خدا کے نالائق وارث قرار دیا ہے۔
...... (امام راغب، قرطبی)

اور یہاں جس مال کے لینے کا ذکر ہے، وہ رشوت کا مال ہے، جو دین کے احکامات کو بدلنے پر علماء کو ملتی تھی۔ ..... (جصاص، تفسیر کبیر)

صاحبِ تفسیر "روح البیان" علامہ آلوسی نے خوب لکھا:

"یہی حال ہمارے زمانے کے بہ کثرت صوفیاء (اور علماء) کا ہے۔ وہ لذاتِ دنیوی پر پروانوں کی طرح گرتے ہیں۔ کہتے ہیں ہم کو یہ چیز یں نقصان نہیں پہنچا سکتیں، اس لیے کہ ہم واصل بالحق ہیں۔ حرام کھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا ذکرِ خفی اس کے ضرر کو دفع کر دے گا۔ یہ کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ اللہ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ .... (تفسیر روح المعانی)

جبکہ توراۃ کے احکامات علماء کے لیے یہ ہیں:

"تُو ہر ایک بات جس کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں، دھیان رکھ کے عمل کیجیو۔ اس میں کچھ زیادہ نہ کرنا اور نہ اس میں سے کچھ کم کرنا۔" .... (استثنار ۲ : ۴ اور ۱۲ : ۲۳)

"یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ آیاتِ قرآنی صرف یہودیوں کی مذمت کر رہی ہیں، بلکہ قیامت تک کی ہادی کتاب گزشتہ اُمتوں کی بدعنوانیاں اور اُن کی عذابِ خدا میں گرفتاریاں بیان کر کے اُمّتِ اسلامیہ کو درس دے رہی ہے اور اُن کو عذابِ خدا سے بچنے کی تلقین کر رہی ہے۔" (تفسیر انوار النجف جز ۳ ص ۱۱۴)

Presented by: https://jafrilibrary.com

www.drhasanrizvi.org

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ (١٧٠)
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّا لَا نُضِيْعُ
اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝ ١٧٠

اور جو لوگ کتاب کو تھام کر اُس کی پابندی کرتے ہیں اور جنھوں نے نماز کو بھی قائم کر رکھا ہے، تو یقیناً ایسے نیک کردار لوگوں کا اجر ہم ہرگز ضائع نہیں کریں گے۔

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ (١٧١)
كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ
وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ
بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ
تَتَّقُوْنَ ۝ ١٧١ ع ۲۱ / ۱۱

اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے اُن پر پہاڑ کو ہلا کر (اُکھاڑ کر) اِس طرح معلق کر دیا تھا کہ گویا وہ ایک سائبان یا چھتری بن گیا تھا، اور اُنھوں نے گمان کیا کہ وہ اُن پر گرنے ہی والا ہے، اور اُس وقت ہم نے اُن سے کہا تھا کہ جو کچھ ہم تمھیں دے رہے ہیں اُسے مضبوطی سے تھامے رکھو اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اُسے یاد رکھو تاکہ تم غلط کاموں سے بچ کر فرائضِ الٰہیہ کو ادا کر سکو۔

قرآن کی وسعت اور نماز کی اہمیت

(آیۃ ۱۷۰) محققین نے نتیجہ نکالا، اور لکھا کہ نماز پڑھنے کا حکم تو کتابِ خدا سے تمسک رکھنے میں از خود شامل تھا، پھر نماز پڑھنے کا الگ سے حکم کیوں دیا؟ اس کا جواب دیا گیا کہ اس طرح نماز کی خاص اہمیت اور امتیاز کو ظاہر کیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز اعلیٰ ترین عبادتوں میں سے ہے۔ (کیونکہ دین کا اصل مقصد ہی خدا سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ اور نماز سے یہی تعلق عملاً پیدا ہوتا ہے) نیز نماز کی اہمیت جناب رسولِ خداؐ کے اِس ارشاد سے ظاہر ہے: "اگر نماز قبول ہو گئی تو تمام اعمال قبول، اور اگر نماز رد کر دی گئی تو تمام اعمال رد کر دیے جائیں گے۔" (الحدیث)

*...... (تفسیر کبیر)

کوہِ طور کو بنی اسرائیل پر معلق کر دیا گیا:

کوہِ طور کو بنی اسرائیل کے سروں پر معلق کر دینے کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا کہ اُنھیں زبردستی خوفزدہ کر کے عہد کرنے پر آمادہ کیا گیا تھا، بلکہ اس عہد کی اہمیت کو باور کرانا تھا تاکہ وہ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ وہ ایک قادرِ مطلق سے عہد کر رہے ہیں، اس لیے عہد کو توڑنے کا انجام بہت خراب ہوگا۔ ..... (تفہیم)

طاؤسِ یمانی نے امام محمدؑ باقرؑ سے سوال کیا کہ: وہ کونسا پرندہ تھا جو بغیر پروں کے ایک دفعہ اُڑا ہے، نہ اُس سے پہلے اُڑا اور نہ بعد میں اُڑے گا قرآن میں اُس کا ذکر بھی ہے؟ امامؑ نے فرمایا: کوہِ سینا "جو بنی اسرائیل کے سروں پر سایہ فگن ہوا تھا۔ (مخلص انوار النجف ص ۱۱۵)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ۙ ۱۷۲

(۱۷۲) اور جب تمھارے پالنے والے مالک نے اولادِ آدمؑ کو اُن کی پشتوں سے نکالا تھا اور اُنھیں خود اُن کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا: "کیا میں تمھارا پالنے والا مالک نہیں ہوں؟" اُنھوں نے کہا: "ہاں ضرور (آپؐ ہی ہمارے پالنے والے مالک ہیں اور) ہم اِس بات کی گواہی دیتے ہیں۔" (خدا نے فرمایا کہ یہ ہم نے اِس لیے کیا تھا کہ روزِ قیامت) کہیں تم یہ نہ کہدو کہ: "ہم تو اس سے بے خبر تھے۔"

خدا نے اولادِ آدمؑ سے عہد لیا تھا کہ؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباءِ اطہار سے روایت فرمائی ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "جب خداوندِ عالم نے اپنی مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اُن سب کو اپنے سامنے پھیلا دیا اور اُن سے سوال کیا کہ: "تمھارا پالنے والا مالک کون ہے؟" پس سب سے پہلے جس نے جواب دیا تھا، وہ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔ پھر حضرت علیؑ اور پھر حضرت علیؑ کی اولاد میں سے ائمہ معصومینؑ تھے۔ اُنھوں نے جواب دیا: "انت ربنا" یعنی "تو ہی ہمارا مالک ہے۔" پس خدا نے اُن حضرات کو اپنے علم اور دین کا حامل بنایا۔ پھر تمام فرشتوں سے فرمایا: "یہی میرے علم اور دین کے حامل ہیں۔ اور میری مخلوق میں میرے امین ہیں۔ ہر بات اِنہی سے دریافت کی جائے گی۔" پھر خدا نے ساری اولادِ آدمؑ سے فرمایا: "تم سب اللہ کی ربوبیت اور اِن بزرگوں کی ولایت اور اطاعت کا اقرار کرو۔" سب نے کہا: "ہاں۔ اے ہمارے پالنے والے مالک! ہم نے اقرار کیا۔" پھر خدا نے فرشتوں سے فرمایا: "تم گواہ رہنا۔" فرشتوں نے عرض کی: "ہم گواہ ہیں۔" خدا نے فرمایا (یہ ہم نے اس لیے کیا) ایسا نہ ہو کہ یہ قیامت کے دن کہدیں "حقیقتاً ہم اس بات سے بالکل بے خبر تھے۔"

(تفسیر صافی صفحہ ۱۸۷ بحوالہ تفسیر عیاشی)

شاہ عبدالقادر نے لکھا: "اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی پشت سے اُن کی اولاد کو نکالا۔ سب سے اقرار کرایا

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

اپنی خدائی کا' اور پھر پشت میں داخل کیا۔ اِس سے مدعا مقصد) یہ تھا) کہ خدا کو ماننا ہر شخص کا ذاتی فعل ہے۔ باپ کی تقلید نہیں۔ اگر باپ شرک کرے تو بھی بیٹا ایمان لائے۔ (کیونکہ توحید فطرتِ انسانی میں داخل ہے) اب اگر کسی کو شبہ ہو کہ وہ عہد تو یاد ہی نہیں رہا۔ تو یوں سمجھے کہ اس کا نشان ہر کسی کے دل میں ہے اور ہر زبان کہہ رہی ہے کہ خدا سب کا خالق ہے۔ اِسی لیے سارا جہان قائل ہے۔ اور جو کوئی منکر ہے' اور جو شرک کرتا ہے' سو وہ اپنی ناقص عقل کے دخل سے کرتا ہے۔ اِس لیے آپ ہی جھوٹا ہوتا ہے۔ * - - - - - (موضح القرآن)

عہدِ وفا کا اثر

غرض یہ عہد اِس لیے کیا گیا تاکہ خدا کو ماننا انسانوں کی عقل' فطرت اور خمیر میں داخل ہو جائے۔ البتہ یہ عہد لینا بھی ایک امرِ واقعہ ہے۔ جس طرح آدمؑ کی تخلیق کے وقت خدا نے فرشتوں کو جمع کر کے اُنھیں حضرت آدمؑ کے سامنے جھکوا دیا تھا۔ اِسی طرح پوری نسلِ آدمؑ کو خدا نے بیک وقت شعور بخشا اور اپنے سامنے حاضر کیا' اور اُن سے اپنی ربوبیت اور مالکیت کی گواہی لی' اُن کو بتایا کہ: "میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' میرے سوا کوئی رب نہیں' تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا' میرے پیغمبرؐ تمھیں تمھارا عہد آکر یاد دلاتے رہیں گے۔ میں تم پر اپنی کتابیں بھی نازل کروں گا۔"

یہ بات سُن کر سب انسانوں نے کہا کہ ہم گواہ ہیں۔ آپؐ کے سوا ہمارا کوئی مالک اور پالنے والا نہیں"۔ اب یہ بات سمجھنا غلط ہے کہ یہ صرف ایک تمثیل ہے۔ خارج میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ قرآن کا بیان بالکل واضح ہے کہ یہ واقعہ خارج میں پیش آیا۔ اور خدا کے لیے ایسا کرنا کوئی مشکل نہیں۔ اگر کوئی شخص ایسا ہونے کو بعید از امکان سمجھتا ہے' تو صرف یہ بات اُس کے فکر کی تنگی ہے۔ جو خدا اندر یکجا انسانوں کو پیدا کر سکتا ہے' وہ اچانک ایک حکم پر بھی پیدا کرنے پر قادر ہے۔ یہ اصل میں وفاداری کا اقرار (oth of allegiance) تھا۔ جو خالق نے اپنے بندوں سے لیا تھا۔

عہدِ وفا یاد کیوں نہیں؟

رہا یہ سوال کہ اب اِس واقعے کی یاد ہمارے شعور یا حافظے میں محفوظ کیوں نہیں رہی؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ اگر اِس عہد کا نقش انسان کے شعور یا حافظے میں تازہ رہنے دیا

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

جاتا' تو پھر انسان کی عقل کا امتحان ممکن نہ ہوتا۔ اِس لیے اِس نقش کو حافظے میں تازہ نہ رکھا گیا لیکن وہ عہد ہمارے تحت الشعور میں' ہمارے ضمیر' خمیر' وجدان (intuition) میں یقیناً محفوظ ہے' اور ہمارے اندر سمندر کی طرح موجیں مار رہا ہے جس طرح تہذیب' تمدّن' اخلاق' معاملات اور زندگی کے تمام شعبوں میں آج تک جو کچھ بھی ظہور میں آیا ہے' وہ سب درحقیقت انسان کے اندر بالقوّۃ (Potentially) موجود تھا۔ خارجی محرّکات اور داخلی تحریکات نے مل جل کر اگر کچھ کیا ہے تو بس اتنا کہ جو کچھ بالقوّۃ تھا اُسے بالفعل actual کر دیا۔ اِس لیے کہ کوئی تعلیم اور کوئی تحریک' کوئی تربیّت اور کوئی ماحول' کوئی چیز اُس وقت تک انسان کے اندر پیدا ہی نہیں کر سکی' جب تک وہ چیز انسان میں بالقوّۃ موجود نہ ہو۔ اور نہ کوئی طاقت اُس چیز کو انسان سے محو کر سکتی ہے جو اُس کے اندر بالقوّۃ موجود ہے۔ کتنا بھی دباؤ گے' وہ چیز جو انسان کی فطرت میں موجود ہے ظہور میں آنے کے لیے زور لگاتی رہے گی۔ غلط خواہشات اور تحریکات' اُن فطری رُجحانات کو دبا تو سکتی ہیں' چھپا تو سکتی ہیں' مگر بالکل معدوم نہیں کر سکتیں۔ اِس لیے اندرونی احساسات اور بیرونی کوششوں سے صرف اصلاح یا تبدیلی ممکن ہو سکتی ہے۔ اِسی طرح ہمیں وجدانی علم دیا گیا کہ ہمارا کوئی خالق' مالک' پالنے والا ہے' جیسے اِس فطری تقاضے کے ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ انسان اپنے ہر دورِ حیات میں زمین کے ہر خطّے پر' ہر زمانے اور ہر نسل میں خدا پرستی کی طرف مائل رہا ہے۔ پُرانے عہد کے جو آثارِ قدیمہ دریافت ہوئے ہیں' اُن میں عبادت گاہیں نمایاں طور پر ملتی ہیں۔ اگرچہ اِس سلسلے میں کجی یا غلطی ضرور ہوتی ہے کہ خدا کے بجائے فرشتوں' دیوتاؤں' جنّوں' بتوں' بادشاہوں کو پوجنا شروع کر دیا' وہ بھی خدا کا نمائندہ سمجھ کر لیکن ہمیشہ سے فطرتِ انسانی میں اِس وجدانی علم کے آثار ضرور ملیں گے کہ وہ کس کو اپنا خالق مالک مان کر عبادت کرتا رہا ہے۔ اور ہماری زندگی میں جب بھی یہ وجدان اُبھر کر صحیح طریقے سے کارفرما ہوا ہے' تو اُس نے ہمیشہ زندگی میں صالح اور مفید نتائج پیدا کیے ہیں۔ البتہ اِس وجدان یا فطری رُجحانات اور چھپے ہوئے جذبے کو ظہور میں لانے' اور عملی صورت اختیار کرنے کے لیے خارجی اپیل کی ہمیشہ ضرورت رہی ہے۔ جسے انبیاء (ائمہ' اولیاء اور صالح علماءِ حق) نے ہمیشہ انجام دیا ہے۔ اِسی لیے خدا نے انبیاءِ کرام کو مذکّر (یاد دلانے والے) فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

انبیاء اور آسمانی کتابیں (ذکر = یاد دہانی) ہیں، جو انسان کے اندر کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتیں۔ بلکہ اس چیز کو اُبھارتے اور تازہ کرتے ہیں جو اُن کے اندر پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ اسی لیے قرآن کے مطابق قیامت کے دن مجرمین یہ نہیں کہیں گے کہ حقیقتوں سے جاہل تھے یا غافل تھے، بلکہ یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ ہم کافر (منکر) تھے۔ یعنی: ہم نے جان بوجھ کر حق کا انکار کیا تھا، غرض "وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ حق کے منکر تھے"۔

(سورۃ الانعام ۱۳۰) *.....(تفہیم)

عہدِ وفا کا تاثر

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ خدا پرستی انسانی فطرت یا گھُٹی میں داخل ہے۔ اگر فطرت مسخ نہ ہوجائے تو ایک خالق، رازق، مربی کا اعتراف ہر فطرت تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔

*....... (قرطبی)

کیونکہ سارے انسانوں نے عہد کے وقت "بلیٰ" کہا تھا۔ یعنی: ہاں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ہمارا مالک ہے یہ عہد نسلِ انسانی کی فطرت میں اُتر گیا اور اس کا نقش ہر انسان کی فطرت میں جم گیا۔ ہر صاحبِ فطرت سے اُس کی فطرت یہی سوال کرتی ہے، اور وہ یہی جواب دیتا ہے یعنی اُس کی عقل وضمیر، اُس کا علم اور تجربہ، اُس کا مشاہدہ اور فکر ایک ربّ (خدا) کے ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ *...... (بیضاوی)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ نسلِ انسانی کا اصل ابتدائی دین توحید ہے کفر وشرک بعد کی پیداوار ہیں۔

حضرت علیؑ کو امیرالمومنین کا لقب کب عطا ہوا؟

بروایت جابرؓ حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ حضرت علیؑ کا لقب کب سے امیرالمومنین ہوا، تو اُن کے حق کا انکار نہ کرتے۔ راوی نے دریافت کیا کہ آپؑ خود ہی فرمادیں۔ تو ارشاد فرمایا کہ: یہ لقب اُس دن سے ہے جب روزِ میثاق عہد لیا گیا تھا۔ پھر فرمایا: "وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ" اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ وَاَنَّ مُحَمَّدًا نَبِیُّكُمْ وَاَنَّ عَلِیًّا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اس کے بعد فرمایا: حضرت رسولِ خداؐ نے بخدا اس کی تفسیر وتاویل اسی طرح بیان فرمائی تھی۔

نیز جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ: بروزِ میثاق تمام اُمت میرے اوپر پیش ہوئی۔ پس میری نبوت کا پہلا اقرار کرنے والا علیؑ ہے۔ اور وہی پہلے پہل میری تصدیق کرنے والا ہے جب میں مبعوث ہوا ہوں۔ اور وہی صدیقِ اکبرؑ اور وہی فاروقِ اعظمؑ ہے جو حق اور باطل میں فرق ظاہر کرے گا۔ *...... (تفسیر انوار النجف ج ۹ ص ۱۳۲)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

لقبِ امیرالمومنین بطریقِ اہلِ سنّت

تفسیرِ برہان میں بطریق اہلِ سنّت "کتاب الفردوس"

ابنِ شیرویہ سے بروایت حذیفہ یمانی مروی ہے کہ: جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا:

" اگر لوگ جانتے کہ علیؑ کا نام (لقب) کب سے امیرالمومنین ہوا تو اُن کی فضیلت کا انکار نہ کرتے۔

فرمایا: اُن کا امیرالمومنین، نام تو اُس وقت سے ہے جب حضرتِ آدمؑ روح وجسد کے درمیان تھے۔

جیساکہ ارشادِ خداوندی ہے۔" پھر آپؐ نے یہی آیتِ مجیدہ تلاوت فرمائی۔ پس سب نے اس کی ربوبیت کا اقرار کیا، اور فرشتوں نے بھی اقرار کیا تو ارشاد فرمایا:

" اَنَا رَبُّكُمْ وَ مُحَمَّدٌ نَبِيُّكُمْ وَ عَلِيٌّ وَلِيُّكُمْ وَ اَمِيْرُكُمْ "

★ " اصولِ کافی، باب نکت فی الولایۃ۔" حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

" وَلَايَتُنَا وَلَايَةُ اللهِ الَّتِيْ لَمْ يُبْعَثْ نَبِيٌّ قَطُّ اِلَّا بِهَا۔ " یعنی: "ہماری ولایت اللہ کی ولایت ہے کہ کوئی نبی اس کے بغیر مبعوث ہی نہیں ہوا۔"

★ آپؑ نے فرمایا: مَا مِنْ نَبِيٍّ جَآءَ قَطُّ اِلَّا بِمَعْرِفَةِ حَقِّنَا وَ تَفْضِيْلِنَا عَلٰى مَنْ سِوَانَا

یعنی: "کوئی نبی نہیں آیا مگر یہ کہ وہ ہمارے حق کی معرفت رکھتا تھا۔ ہمیں اپنے تمام ماسوا پر فضیلت دیتا تھا۔"

★ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: ولایۃ علی مکتوبۃ فی جمیع صحف الانبیاء ولن یبعث اللہ رسولاً الا بنبوۃ محمد ووصیۃ علی ؑ۔

یعنی: "حضرت علیؑ کی ولایت تمام صحفِ انبیاء میں فرض کی گئی ہے اور خدا نے کوئی رسول نہیں بھیجا، مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوّت اور حضرت علی علیہ السلام کی وصایت کے ساتھ۔"

★ اہلِ سنّت کی کتاب "ینابیع المودۃ" ملا سلیمان حنفی نقشبندی سے روایت کی جاتی ہے:

" لم یبعث نبیٌّ قطّ الا بولایۃ علی ابن طالب "

یعنی: "کبھی کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا مگر ولایتِ علیؑ ابن ابی طالبؑ کے ساتھ"

★ - - - - - (بحوالہ تفسیر انوار النجف ج ۹ صفحہ ۱۳۳)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِن قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّن بَعْدِهِمْ ۖ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ۝ ۱۷۳

(۱۷۳) یا کہیں یہ نہ کہدو کہ: "اصل شرک تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے کیا تھا' اور ہم تو اُن کے بعد اُن کی نسل سے پیدا ہو گئے تھے۔ تو کیا جو کچھ کہ (ہم سے پہلے کے) غلط کاروں نے کیا' اُس کے سبب سے تو ہم کو ہلاک کر ڈالے گا؟"

وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ ۱۷۴

(۱۷۴) اور اِس طرح ہم (اپنی) دلیلوں کو واضح طور پر بیان کرتے ہیں تاکہ وہ شاید (حق کی طرف) پلٹ آئیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ۝ ۱۷۵

(۱۷۵) اور آپ اُن کے سامنے اُس شخص کا واقعہ تو بیان کیجیے جسے ہم نے اپنی نشانیاں عطا کیں' تو وہ اُن (کی پابندیوں) سے نکل بھاگا۔ پھر شیطان اُس کے پیچھے لگ گیا۔ یہانتک کہ وہ گمراہوں میں شامل ہو کر ہی رہا۔

Presented by: https://jafrilibrary.com/

(آیت ۱۷۴) خدا کا فرمانا کہ: "ہم اپنی نشانیاں واضح طور پر پیش کرتے ہیں"۔ یعنی معرفتِ حق کے جو نشانات انسان کے نفس اور اُس کی فطرت میں موجود ہیں' ہم اُن کا صاف صاف پتہ دیتے ہیں۔ ...... (تفہیم)

علم کا غلط استعمال

(آیت ۱۷۵) یہ آیت ایک بڑے عالم بلعم بن باعور کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے جو بنی اسرائیل سے تھا جس کو خدا کی کتابوں میں سے کچھ کا علم دیا گیا تھا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا: "اِس آیت کا اصلی (اوّلین) تعلق بلعم بن باعور سے ہے۔ پھر مسلمانوں میں سے ہر وہ شخص بھی اِس آیت کا مصداق ہے جو (علم ہونے کے باوجود) خدا کی ہدایت کے خلاف اپنی خواہشِ نفس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ (یعنی یہی اصول ہر آیت اور ہر قصے پر

www.drhasanrizvi.org

صادق آتا ہے۔) مغیرہ بن سعید کی مثل بھی بلعم جیسی ہے جس کو اسمِ اعظم دیا گیا تھا۔"
* ...... (تفسیر مجمع البیان ، تفسیر عیاشی)

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کے وسیلے سے روایت فرمائی ہے کہ جناب رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا: "بلعم بن باعور کو اسمِ اعظم (کا علم) عطا کیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ جو دعا۔ مانگتا تھا، وہ قبول ہو جاتی تھی۔ پھر وہ فرعون کی طرف مائل ہو گیا۔ جب فرعون، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کی تلاش اور تعاقب میں نکلا تو اُس نے بلعم سے کہا: "موسیٰ اور اُن کے ساتھیوں کے خلاف ایسی دعا۔ کرو کہ وہ ہماری قید میں آجائیں۔ چنانچہ وہ حضرت موسیٰؑ کے خلاف بددعا۔ کرنے اور اُن کو تلاش کرنے کے لیے گدھے پر سوار ہوا تو گدھے نے چلنے سے انکار کر دیا۔ اُس نے گدھے کو مارنا شروع کیا، تو خدا نے گدھے کو بولنے کی قوت عطا فرمائی۔ گدھے نے کہا: "تُو مجھے کیوں مارتا ہے؟ کیا تُو چاہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ جاؤں، اور تُو خدا کے نبی اور مومنین کے خلاف دُعا کرے۔" مگر وہ گدھے کو مارتا رہا اور وہ مر گیا۔ اِس طرح وہ اسمِ اعظم جو خدا نے اُس کو عطا فرمایا تھا اُس کی زبان سے جاتا رہا جیسا کہ خدا نے ارشاد فرمایا: "پھر وہ اُن سے نکل بھاگا، پھر شیطان اُس کے پیچھے لگ گیا، یہاں تک کہ وہ گمراہوں میں شامل ہو کر ہی رہا۔"
* ...... (تفسیر صافی ص۱۸۶ بحوالہ تفسیر قمی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

مقصد یہ ہوا کہ بلعم نے خدا کی آیتوں کا جو علم اُسے دیا گیا تھا، اُسے کھو دیا۔ * ...... (جلالین)

جبکہ اس کو خدا کی آیتوں کا علم دیا گیا تھا۔ * ...... (شاہ ولی اللہ)

مگر اُس نے خدا کی آیتوں کی اطاعت کرنے کے بجائے اپنی شہوتوں (بُری خواہشوں) کی اطاعت کی، اور جو شخص علم کے بجائے شہوت کی اطاعت کرے، اُس کو عالم نہیں کہا جا سکتا۔ * ...... (فتح الرحمٰن)

اُس نے کتبِ سماوی کا علم رکھتے ہوئے حضرت موسیٰؑ جیسے اولوالعزم نبی کی مخالفت کی۔ * ...... (جلالین)

حضرت امام رضا عؑ نے فرمایا کہ جانوروں (حیوانوں) میں تین جانور جنت میں جائیں گے۔ بلعم بن باعور کا گدھا۔ ۲۔ اصحاب کہف کا کتا۔ ۳۔ ایک بھیڑیا، جس نے ایک ظالم کے ظلم و تشدد سے مومنوں کی جانوں کی حفاظت اِس طرح کی کہ اُس ظالم کے بیٹے کو پھاڑ ڈالا، اور وہ اپنے بیٹے کے غم میں مبتلا ہو گیا۔ اور مومن اُس کے ظلم سے بچ گئے۔ [۱]

(۱ تفسیر انوار النجف ص۱۳۴)

www.drhasanrizvi.org

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾

اور اگر ہم چاہتے تو اسے اُن حقیقتوں کے علم کی وجہ سے بلندی عطا کرتے، مگر وہ تو خود زمین سے لگ گیا۔ اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑا رہا۔ تو (آخرکار) اُس کی حالت کتّے کی سی ہوگئی، کہ اگر تم اُس پر حملہ کرو تب بھی زبان باہر نکالے رہے گا اور اگر اُسے یونہی چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکائے ہی رہے گا۔ یہ مثال ہے اُن لوگوں کی جنھوں نے ہماری باتوں اور نشانیوں، کو جُھٹلایا۔ خیر آپؐ تو یہ واقعات (اور حکایات) سُناتے ہی رہیئے، شاید کہ وہ غور و فکر کرنے لگیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com/

خدا کے چاہنے کا مطلب

خدا کا فرمانا: "اگر ہم چاہتے تو اُن (آیتوں کے علم) کی وجہ سے اُسے بلندی عطا کرتے۔"

یاد رہے کہ خدا کا چاہنا کبھی بلاوجہ نہیں ہوا کرتا۔ اس لیے آیت کا آخری مطلب یہ ہوا کہ: "اگر ہم اُسے اِس لائق سمجھتے تو اُن آیات کے علم کی وجہ سے اُسے رفعت اور سربلندی حاصل ہوتی۔ مگر کیا کیا جائے کہ: وہ تو خود زمین سے لگ گیا۔" یعنی اپنی دنیا طلبی کی وجہ سے کردار کی پستی میں گر گیا۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ "خدا کا چاہنا خدا کے ذاتی صفات کی بنا پر ہوا کرتا ہے اور کسی کی بلندی کا نہ چاہنا، اُس کے بُرے کردار کی وجہ سے ہوتا ہے۔ * . . . . (فصل الخطاب)

خدا کا فرمانا کہ: "بلعم کی کیفیت کتّے کی سی ہے۔"

یہ کتّے کی مثال اِس لیے دی گئی کہ کتّا سخت حریص اور ذلیل ہوتا ہے۔ نیز بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی زبان کتّے کی طرح اُس کے منھ سے باہر لٹکتی رہتی تھی۔ * . . . (موضح القرآن)

www.drhasanrizvi.org

نیز اِس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کتّے کو ڈانٹو ڈپٹو، اُس کو مارنے دوڑو، بہر حال وہ زبان لٹکائے ہی رہتا ہے۔ (یعنی دنیا طلبی میں کتنا ہی ذلیل ہو جائے، مگر دنیا کے پیچھے لگا رہتا ہے۔) ★..... (جلالین)

خدا نے ایسے دنیا طلب شخص کی مثال ایسے کتّے سے دی ہے جس کی زبان ہر وقت باہر کو لٹکی رہے، جو ایک نہ بجھنے والی آتشِ حرص، اور کبھی سیر نہ ہونے والی نیّت کا پتہ دیتی ہے۔ کتّے کی فطرت میں حرص اور جنس کا غلبہ ہوتا ہے۔ چلتے پھرتے ہر وقت اُس کی ناک زمین سونگھنے میں ٹکی رہتی ہے کہ شاید کہیں کچھ کھانے کو مل جائے۔ اُس کو پتھر بھی ماریے تو اُس کو پلٹتا چاٹتا ہے کہ شاید کوئی ہڈّی یا بوٹی کا ٹکڑا مارا ہو۔ اگر اُس کی طرف سے منھ پھیر لیجیے تب بھی وہ توقعات کی ایک دنیا لیے، زبان لٹکائے، سر پر کھڑا رہے گا۔ ساری دنیا کو وہ بس پیٹ کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اُس کی شہوتِ شکم کے بعد اُس کی جنسی خواہش ہر وقت بیدار رہتی ہے۔ اپنے پورے جسم میں سے صرف اُس کی شرمگاہ ہی ہے جسے وہ ہر وقت دیکھتا سونگھتا اور چاٹتا رہتا ہے۔

آیت کا آخری مفہوم یہ ہے کہ دنیا پرست آدمی جب علم اور ایمان کی رسّی تڑا کر بھاگتا ہے، اور نفس کی اندھی خواہشات کے ہاتھ میں اپنی باگیں دے دیتا ہے، تو پھر اُس کی حالت کتّے کی سی ہو جاتی ہے۔ ہمہ تن پیٹ، اور ہمہ تن شرمگاہ۔ پیٹ اور جنسی خواہشات (sex) اور بس۔ ★........ (تفہیم)

★ مفسّرین کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ شخص جس کی مذمّت کی گئی ہے رسولِ اکرمؐ کا معاصر اُمیّہ بن ابی الصّلت ہے۔
★........ (ابنِ جریر بقول ابنِ عمر)

★ مگر زیادہ تر مفسّرین کی رائے یہی ہے کہ یہ قصّہ اسرائیلی عالم بلعم بن باعور کنعانی کا ہے۔
★..... (ابنِ جریر۔ بقول ابنِ عباسؓ، ابنِ مسعودؓ، قرطبی، تفسیرِ کبیر)

★ مگر یہ مثال عام ہے۔ جو ہر اُس شخص پر صادق آتی ہے جو دین کی نعمت پا کر دنیا کے عوض اُس کو بیچ دے۔
★... .. (بقول قتادہ، عکرمہ و اکثر تابعین و مفسّرین)

★ ایسے لوگوں سے خدا اُس علم کو چھین لیتا ہے جو دین کے بارے میں اُن کو عطا کیا جاتا ہے۔
★........ (قرطبی - مدارک)

؎ یہی شیخِ حرم ہے جو چُرا کر بیچ کھاتا ہے ؎ گلیمِ بوذرؓ و دلقِ اویسؓ و چادرِ زہراؑ
★...... (اقبال)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

(۱۷۷) سَآءَ مَثَلًا ۨالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝ ۱۷۷

کیا ہی بُری مثال ہے ایسے لوگوں کی کہ جنھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا، اور اس طرح وہ خود اپنے ہی اوپر ظلم ڈھاتے رہے۔

(۱۷۸) مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ۱۷۸

جسے خدا ہدایت کرے پس وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہی میں چھوڑ دے تو وہی لوگ وہ ہیں جو ہر طرح کا گھاٹا اُٹھانے والے ہیں۔

(۱۷۹) وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ ۱۷۹

اور حقیقتاً بہت سے جنّ اور انسان ایسے ہیں کہ جن کو ہم نے جہنّم ہی کیلئے پیدا کیا ہے (کیونکہ) اُن کے پاس دل (ودماغ) تو ہیں مگر وہ اُن سے سوچتے ہی نہیں، اور اُن کے پاس آنکھیں تو ہیں، مگر وہ اُن سے دیکھتے ہی نہیں، اور ان کے پاس کان بھی ہیں مگر وہ اُن سے سُنتے ہی نہیں۔ وہ تو بالکل جانوروں (چوپاؤں) کی طرح ہیں، بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ یہ وہ ہیں جو بالکل مدہوش، اور غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

(آیت ۱۷۸) غرض سارے ہدایت یافتہ خدا و رسولؐ کے احکامات پر عمل کرتے ہیں اور گمراہوں کے طریقے الگ الگ ہوتے ہیں اس لیے اُن کیلئے جمع کی ضمیر استعمال کی گئی ہے۔ ؎ "حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیری ؛؛ بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی۔" (اقبال)

*...... (تفسیر صافی صفحہ ۱۸۷)

نتیجہ:- اللہ اُسی کی ہدایت کرتا ہے جس میں طلبِ صادق پاتا ہے اور جو اچھے کاموں کی کوشش بھی کرتا ہے اور خدا اُسی کو گمراہیوں میں چھوڑ دیا کرتا ہے جو مسلسل حق سے دور رہتا ہے۔ غرض خدا کی ہدایت ملنے یا نہ ملنے کا تعلق ہمارے طرزِ فکر و طرزِ عمل پر ہے۔

*......... (فصل الخطاب)

فرشتے اور انسان کا بنیادی فرق

(آیت ۱۷۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ:

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

جناب رسولِ خدا نے فرمایا: "خدا نے فرشتوں کی خلقت میں عقل کو بغیر شہوت (بُری خواہشات کے ترکیب دیا ہے۔ اور حضرت آدمؑ کی اولاد میں طینت (مٹی، فطرت) میں عقل اور شہوت دونوں کو گوندھا ہے اب جس شخص کی عقل اُس کی شہوت (بُری خواہشوں) کو مغلوب کرلے، وہ فرشتوں سے بھی بہتر ہے۔ مگر جس شخص کی شہوت اُس کی پر غالب آجائے، وہ حیوانات سے بھی بدتر ہے۔" ★..... (تفسیر صافی صفحہ ۱۸۶ بحوالہ علل الشرائع)

خدا کی غرضِ تخلیق اور آیت کا آخری مفہوم

اصل میں اللہ نے پیدا تو اِس لیے نہیں کیا تھا، کیونکہ خدا نے فرمایا "میں نے جنّوں اور انسانوں کو صرف عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔" مگر کیونکہ اکثریت نے نتیجتاً غلط راستہ اپنایا جس کا آخری نتیجہ جہنّم ہے۔ اِس لیے یہاں یہ فرمایا گیا کہ: "ہم نے اِن سب کو دوزخ کے لیے پیدا کیا تھا۔" یہ بات آخری نتیجے کے طور پر کہی گئی ہے۔" لام "آخری نتیجے کو بیان کرنے کیلئے ہے۔ ★...... (تفسیر تبیان)

تورات میں بھی ایسی آیات ہیں: "شریر ہلاکت کے دن کے لیے رکھ چھوڑا گیا ہے۔" ★..... (ایوب ۲۱ : ۳۰)

"خداوند نے ہر چیز اپنے لیے بنائی۔ ہاں شریروں کو اُس نے بُرے دن کے لیے بنایا۔" ★..... (امثال ۱۶ : ۴)

"یہ لوگ بے عقل جانوروں کی مانند ہیں جو پکڑے جانے اور ہلاک ہونے کے لیے حیوانِ مطلق پیدا ہوئے ہیں......

.... (یعنی)..... اپنی خرابی میں خود خراب کیے جائیں گے۔" ★........ (۲ پطرس ۲ : ۱۲)

مقصد یہ ہے کہ جو مخلوق ہم نے پیدا کی ہے۔ ان میں بہت سے ایسے ہیں خواہ قومِ جنّ سے ہوں یا قومِ انسان سے، جو اپنی بداعمالیوں کی بدولت اور سوءِ اختیار سے جہنّم کا راستہ لیں گے۔ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ خدا نے اُن کو ابتداً پیدا ہی اِس لیے کیا ہے کہ جہنّم میں جائیں بس "لجہنم" کی "لام" عاقبت کے لیے ہے یعنی اُن کا انجام عاقبت جہنّم ہوگا ★..... (تفسیر انوار النجف صفحہ ۱۳۷)

محققین نے لکھا: "آیت کا مدلولِ لفظی تو یہ ہے کہ: غفلت عَنِ اللہ سبب ہوتی ہے دوزخ کا لیکن.....

... مدلولِ قیاسی یہ ہے کہ غفلت عَنِ اللہ سبب بن جاتی ہے شہوات و حرصِ دنیا کے جہنّم کی۔ جیسے: ذکرِ الٰہی سبب بن جاتا ہے دنیا میں جنّت، قناعت و انوار کا۔" ★........ (تھانوی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ (۱۸۰) بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِىْۤ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ۱۸۰

اور اللہ سے تو بس وہ نام مخصوص ہیں ہیں جو بہت اچھے (نہایت عمدہ) ہیں (اس لیے) اُس کو تو صرف اچھے ہی ناموں کے ذریعے سے پُکارو (پکارا کرو) اور اُن لوگوں کو چھوڑ دو، جو اُس کے ناموں کے سلسلے میں غلط راستہ اختیار کرتے ہیں۔ وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں اُنھیں اُس کی سزا ضرور مل کر ہی رہے گی۔

اللہ کے اچھے نام، اُن کا صحیح استعمال اور ـــــ اُن کی ـــــ اہمیت

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ:

"اسم کیا چیز ہے؟" فرمایا: "موصوف کی صفت"۔

٭...... (تفسیر صافی ص۱۸۱ بحوالہ کافی)

٭ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "ہمارا واسطہ دے کر خدا سے دُعاء مانگو، کیونکہ یہ بات خدا کے اِس حکم کے مطابق ہے کہ: "اللہ کو اچھے ناموں کے ذریعے سے پکارو"۔ ٭...... (تفسیر عیاشی)

٭ اِس آیت کا مطلب یہ بھی ہے کہ خدا کے اچھے ناموں کو اپنی دعا کے لیے استعمال کرو۔ اللہ کے نام اِس لیے نہیں ہیں کہ اُن سے جادو ٹونے کرو۔ ٭...... (موضح القرآن)

٭ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا: "اللہ کے اسماءِ اعظم ہم (محمدؐ و آلِ محمدؐ) ہیں۔ اِسی لیے ہماری معرفت کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں کیا جائے گا"۔ ٭...... (تفسیر عیاشی)

٭ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا: "اَنَا الَّذِيْ لَيْسَ شَيْءٌ مِّنْ عَمَلِ عَامِلٍ اِلَّا بِمَعْرِفَتِيْ"۔

یعنی: میں وہ ہوں کہ جس کی معرفت حاصل کیے بغیر کسی عمل کرنے والے کو کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا"۔ ... (نہج البلاغہ)

٭ ایسے نام جو خدا کی شان اور عظمت کے لائق نہ ہوں، اُن سے اللہ کو پکارنا اور یاد کرنا، اُس کے بارے میں غلط تصوّرات پیدا کرنا ہے۔ اِسی کو "غلط راستہ" کہا گیا ہے۔ جیسے: خدا کو "باپ" "ابوالمسیح، ابوالملائکہ" وغیرہ

٭...... (تفسیر تبیان - فتح الرحمٰن)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

* خدا کے اچھے ناموں کے بارے میں غلط راستہ استعمال کرنے کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ :

"خدا کے ناموں کو بگاڑ کر غیر اللہ کے لیے استعمال کیے جائیں جیسا کہ مشرکین اپنے بتوں کے نام' خدا کے ناموں کو بگاڑ کر رکھ لیتے ہیں۔ * . . . . (موضح القرآن) * . . . . (جلالین)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ: انسان 'خدا کے تصوّر اور اعتقاد میں جیسی غلطی کرتا ہے' ویسی ہی غلطی اُس کی زندگی کے پورے طرزِ فکر و عمل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ انسان کے اخلاق رُویّے کی تشکیل خدا کے تصوّر پر منحصر ہوتی ہے۔ اسی لیے حکم دیا گیا ہے کہ خدا کے نام رکھنے میں غلطی کرنے سے بچو۔ خدا کے لیے صرف اور صرف اچھے نام ہی موزوں ہیں۔ اِس لیے خدا کو صرف اچھے ناموں سے یاد کرنا چاہیے۔

اچھے ناموں سے مراد وہ نام ہیں جو خدا کی عظمت' برتری اور پاکیزگی کا اظہار کریں۔ "الحاد" کے معنی سیدھے رُخ سے پھر جانا ہوتا ہے۔ تیر جب ٹھیک نشانے پر پڑنے کے بجائے کسی غلط سمت میں چلا جاتا ہے تو عربی زبان میں کہتے ہیں: "الحد السہم الھدف" یعنی تیر نے نشانے سے الحاد کیا۔) خدا کے نام رکھنے میں الحاد یہ ہے کہ خدا کے ایسے نام رکھے جائیں' جو اُس کے مرتبے سے کم ہوں' جو اُس کے ادب کے منافی ہوں۔ یا جن سے خدا کے بارے میں گھٹیا اور غلط عقیدوں کا اظہار ہو۔ * . . . . . . (تفہیم)

اللہ کے اسماءِ حُسنیٰ اُس کے صفاتِ کمال کے حامل ہوتے ہیں۔ * . . . . . . (بیضاوی)

نامِ علیؑ کی تاثیر

* کتاب "مجمع النورین صفحہ ۱۸۰" بروایت برسی ـ "عیون اخبار الرضاؑ" سے منقول ہے۔ ایک دفعہ حضرت امیرالمؤمنین علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کسی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ خیبر کا ایک یہودی بھی ہمسفر ہو گیا۔ پس سامنے ایک وادی میں گہرا پانی تھا۔ یہودی تو بلا جھجک پانی کے اوپر چلنے لگا اور پانی کو عبور کر گیا' تو حضرت امیرالمؤمنینؑ سے بولا: اگر آپؑ کو بھی وہ اسم یاد ہوتا تو آپؑ بھی میری طرح عبور کر لیتے۔

یہ سُن کر آپؑ نے فرمایا: ذرا ٹھہر جاؤ۔ پس آپؑ نے اپنے ہاتھ سے پانی کی طرف اشارہ کیا، تو پانی جم گیا' اور آپؑ اوپر سے چل کر عبور کر گئے۔ جب خیبری یہودی نے یہ دیکھا تو قدموں پر گر پڑا اور عرض کرنے لگا: اے جوان! بتائیے

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

آپ نے کیا پڑھا ہے کہ پانی جم گیا ؟ آپؑ نے فرمایا: پہلے تم بتاؤ کہ تم نے کیا پڑھا تھا کہ پانی کے اوپر سے بآسانی گذر کر عبور کیا۔؟ خیبری یہودی نے جواب دیا: "میں نے تو حضرت محمد صلعم (مسلمانوں کے آخری پیغمبر خدا) کے وصی کے بارے میں پڑھا ہے کہ اُن کا نام لیکر دریا عبور کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا میں نے اُن ہی کا نام لیا اور دریا پار کرلیا۔ اب آپ بھی بتائیے کہ آپؑ نے کیا پڑھا کہ پانی جم گیا۔؟ حضرت امیرالمومنین عؑ نے مسکرا کر فرمایا: "تم نے جس وصیِ محمدؐ کا نام لیکر دریا عبور کیا، وہ میں ہی ہوں۔" پس خیبری یہودی یہ سُنتے ہی کلمۂ توحید پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ (بحوالہ انوار النجف ؔ)

* بروایت برسی، عمارؓ بن یاسر سے منقول ہے کہ میں نے ایک دن حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے اپنے قرضدار ہونے کی شکایت کی۔ آپؑ نے سامنے پڑے ہوئے ایک پتھر کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: جاؤ اُس پتھر کو اُٹھالاؤ اور اپنا قرض ادا کرو۔" میں نے عرض کی: "آقا! وہ تو پتھر ہے۔" فرمایا: "میرا واسطہ دے کر خدا سے دعا کرو تو وہ اُس کو سونا بنادے گا۔" عمارؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایسے کیا، تو واقعی وہ پتھر سونا بن گیا۔ پس آپؑ نے فرمایا کہ "اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لو۔" میں نے عرض کی: "آقا! میں اس کو کیسے توڑ سکتا ہوں ؟ آپؑ نے فرمایا: "اے ضعیف الیقین! اللہ سے میرے نام کا واسطہ دیکر دعا، تو مانگ، وہ نرم ہو جائے گا۔ کیونکہ میرے ہی نام کی بدولت تو اللہ نے حضرت داؤدؑ کے لیے لوہے کو نرم کردیا تھا۔" عمارؓ کہتے ہیں: میں نے آپؑ کے نام سے دعا مانگی تو وہ موم کی طرح نرم ہوگیا اور میں نے اپنی ضرورت کے مطابق توڑلیا، اور باقی ویسے کا ویسا پتھر ہوگیا۔ * ...... (تفسیر انوار النجف ج ۶ ص ۱۳۹)

خدا کا ہر نام اسمِ اعظم ہے

اللہ کا ہر نام (صفت) اسم اعظم ہے، بشرطیکہ اُس کا ورد صحیح طور پر کیا جائے۔ وِرد سے مراد تلفظ، لسانی نہیں، بلکہ اپنے جسم کے ہر ہر رگ و پٹھے، ہڈی ہڈی، خون کے ایک ایک قطرے، اور جسم کا بال بال، بلکہ حرکت حرکت، اور سکون سکون سے اُسی نام کی صدا بلند ہو تو وہ نام کیوں نہ اسم اعظم ہو۔ مثلاً: اللہ کی صفت ہے "صادق" تو "یا صادِق" کا زبانی ورد اُس میں اسمِ اعظم کے اثرات پیدا نہیں کریگا، تاآنکہ اِس صفت میں خود کو جذب نہ کریگا۔ جذب کا مقصد یہ ہے کہ اُس کی زبان، آنکھ، کان، ہاتھ، پیر، شکم، اُس کی رفتار و گفتار میں مکمل طور پر صداقت کا ہونا لازمی ہے۔ اُس وقت یہ "کُن لِی اَکُن لَکَ" کا مصداق ہوجائے۔ پھر یہ جو کچھ کہدے گا وہی ہوجائے گا۔ اگر پتھر کو سونا کہے گا تو پتھر سونا بن جائے گا کیونکہ اب وہ اللہ کی صفت صادق کی زبان سے کہہ رہا ہے۔ [1]

[1] (ملخص از انوار النجف ص ۱۳۹ ج ۶)

www.drhasanrizvi.org

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ۝ ۱۸۱

(۱۸۱) اور ہماری مخلوق میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ٹھیک ٹھیک حق کا راستہ بھی بتاتے ہیں اور حق کے مطابق انصاف بھی کرتے ہیں

ع ۲۲ / ۱۲

اس اُمت کے تہتر فرقوں میں ایک فرقہ ناجی ـــــ ہوگا

یہ آیت حضورِ اکرمؐ اور آپؐ کی پیروی کرنے والوں کے بارے میں ہے۔ *۔۔۔ (تفسیر صافی ص۱۸۰)

حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "یہ میری اُمت ضرور تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی۔ اُن میں سوا ایک کے باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ اِس آیت میں اُسی فرقے کا ذکر ہے جو نجات پائے گا۔" *۔۔۔۔۔۔ (تفسیر عیاشی)

حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "یہ آیت تمہارے لیے ہے۔ اور ایک ایسی ہی قوم (گروہ) حضرت موسٰیؑ کو بھی دی گئی تھی جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔" جو ٹھیک ٹھیک حق کا راستہ بھی بتاتے ہیں اور حق کے مطابق انصاف بھی کرتے ہیں"۔ *۔۔۔۔۔ (تفسیر مجمع البیان)

اِس آیت کا ایک مطلب تو یہ لکھا گیا ہے کہ: "ہر دَور میں کچھ لوگ ضرور ایسے ہوتے ہیں جو راہِ راست اور حُسنِ کردار پر قائم رہتے ہیں۔ محققین نے اِس سے نتیجہ نکالا کہ تمام خلق کبھی گمراہی پر متّفق اور جمع نہیں ہوسکتی۔" *۔۔۔۔۔ (فصل الخطاب)

امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر زمانے میں خدا کی حجّت یعنی: "خدا کا مقرر کیا ہوا امام معصوم ضرور زمین پر ہوتا ہے۔ جو منارۂ ہدایت ہے اور اِس آیت کا وہ امامؑ اوّلین اور حقیقی مصداق ہے۔" *۔۔۔۔۔۔ (تفسیر تبیان)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: "اِس آیت کے حقیقی مصداق حضرت محمدؐ و آلِ محمدؐ اور اُن کی پیروی کرنے والے ہیں۔" *۔۔۔۔۔۔ (تفسیر علی بن ابراہیم)

موفق بن احمد سے بطریق اہلِ سنت مروی ہے کہ حضرت امیر المؤمنینؑ نے فرمایا کہ "اس اُمت کے تہتر فرقے ہوں گے اُن میں سے ایک ناجی ہوگا۔" *۔۔۔۔۔۔ (تفسیر برہان)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُم (۱۸۲) مگر جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا ہے
مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۱۸۲ تو ہم انھیں بتدریج ایسے طریقے سے تباہی کی طرف لے جائیں گے کہ انھیں خبر تک نہ ہوگی۔

خدا کا قانونِ استدراج

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: "اس سے مراد ایسے لوگ ہیں کہ جب وہ گناہ کرتے ہیں تو انھیں اور نعمتیں دی جاتی ہیں، تاکہ وہ نعمتوں میں گم ہو جائیں اور توبہ کرنا بھول جائیں۔ پھر ان کا انجام وہی ہوتا ہے جو آیت میں آگے بیان کیا گیا ہے۔"
* ...... (تفسیر صافی ص۱۸۱ بحوالہ کافی)

خدا کے قانونِ استدراج کا مطلب یہ ہے کہ: چپکے چپکے جہنم کی طرف لے جانا۔ اس طرح کہ ان کو ان کی اصل منزل کا احساس ہی نہیں ہوتا۔

خدا کا عذاب گناہ کرنے یا ظلم کرتے ہی نازل نہیں ہوتا، گرفت فوراً نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے کافر بھول جاتا ہے اور اس میں گناہ کرنے کی جرأت اور بڑھ جاتی ہے۔ اور اس طرح خدا کی حجت اس پر تمام ہو جاتی ہے اور وہ واصلِ جہنم ہو جاتا ہے۔ * ...... (ماجدی)

سَنَسْتَدْرِجُهُم: استدراج کے کئی معانی کیے گئے ہیں: (۱) جب وہ سرکشی کرتے ہیں تو خداوندِ کریم ان پر اور نعمات نازل فرماتا ہے جس سے وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں اپنے گناہوں پر عذاب نہیں ہوتا، بلکہ اور نعمات زیادہ ہی ہوتی ہیں۔ پس وہ اپنی سرکشی میں زیادہ ہوتے ہیں اور اس مرحلے تک پہنچ جاتے ہیں کہ ان پر عذاب واجب ہو جاتا ہے، اور ان کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ یعنی: "گناہوں کے باوجود نعمات کی زیادتی کا نام "استدراج" ہے۔"

(۲) گناہوں کے بعد آہستہ آہستہ خدا ان کو ہلاکت کے قریب کرتا ہے۔ جب وہاں پہنچتے ہیں تو اچانک اس میں گر پڑتے ہیں۔

(۳) استدراج کا معنی ہے جلدی چلنا۔ اور یہاں مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو فوراً گرفتار کر لیتے ہیں کہ ان کو خبر تک نہیں ہوتی۔ اور معصومین علیہم السّلام سے پہلا معنی منقول ہے۔ * ...... (تفسیر برہان)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَاُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ ۝ ۱۸۳ اور میں اُنھیں ڈھیل (پر ڈھیل) دیے جارہا ہوں، میرا منصوبہ تو بڑا ہی مضبوط ہوتا ہے۔

اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا ٚ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ ۱۸۴ تو کیا وہ یہ سوچتے ہی نہیں کہ اُن کے ساتھی (مراد رسولؐ) میں کسی قسم کی کوئی دیوانگی کا اثر نہیں ہے۔ وہ تو صرف ایک واضح طور پر (بُرے انجام کے خطرے سے ہوشیار کرنے والا ہے۔

(آیت ۱۸۳) "کَیْد" کے معنی منصوبہ، ترکیب، خفیہ چال اور تدبیر محکم کے ہوتے ہیں۔ * ..... (فصل الخطاب شاہ ولی اللہ)

خدا کے منصوبے مضبوط ہونے کا آخری مطلب یہ ہے کہ خدا ظالموں کو مہلت پر مہلت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کی فکر کریں۔ مگر جب وہ ظلم پر ظلم کیے جاتے ہیں تو اُن کو سخت ترین سزا دی جاتی ہے۔ * ...... (تفسیر مجمع البیان)

غور و فکر نہ کرنا بھی جرم ہے (آیت ۱۸۴) خدا نے یہ فرما کر: "تم سوچتے نہیں" یہ جتایا ہے کہ منکرینِ حق، حقائق کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ اُن سے رواداری سے گذر جاتے ہیں۔

مگر اس طرح حقائق سے رواداری سے گذرنا، ناقابلِ معافی جرم ہے۔ جبھی لیے فرمایا: "تم نے کبھی سنجیدگی سے نہیں سوچا کہ تمھارا ساتھی، یعنی ہمارا رسولؐ کسی بھی لحاظ سے (معاذ اللہ) دیوانہ دکھائی دیتا ہے؟ اُس میں کوئی کسی قسم کی جنون کی علامت موجود ہے؟ اگر تم غور کرو گے تو خود سمجھ لوگے کہ وہ نہایت عقلمند، تمھارا زبردست ہمدرد اور نہایت شریف انسان ہے جو تمھیں آنے والے خطرات سے آگاہ کرتا ہے۔ کیونکہ بات اُن کے دل میں دل ڈال کر کہنی تھی، اِس لیے رسولؐ کو اُن کا ساتھی کہا گیا یہ بلاغت کا تقاضا تھا جو قرآن میں کئی جگہ استعمال کیا گیا ہے۔ * .... (فصل الخطاب)

کفارِ مکہ حضورِ اکرمؐ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے، مگر نبوت کے اعلان کے بعد یکایک آپؐ کو (معاذ اللہ) دیوانہ کہنے لگے۔ ظاہر ہے کہ دیوانگی کا یہ اعلان اُس پیغام کے حوالے سے تھا جو آپؐ خدا کی طرف سے پہنچا رہے تھے۔ اِس لیے کہا جارہا ہے کہ: کیا اِن لوگوں نے کبھی سوچا کہ اِن پیغامات میں کونسی بات دیوانگی کی ہے، کونسی بات بے تکی، بے اصل اور بے عقلی کی ہے؟

* .... (تفہیم)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

تفکر کی اہمیت ائمہ معصومینؑ کی نظر میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :۔

" نبہ بالتفکر قلبك وجاف من اللیل جنبك واتق اللہ ربك " یعنی:" اپنے دل کو غور و فکر سے جگاؤ ، رات (میں آرام و استراحت) سے اپنا پہلو الگ کرو ، (یعنی تمام رات سو کر نہ گذار دو ، بلکہ اُس کے پُرسکون ماحول میں دل کو شمع معرفت سے نورانی کرنے کی کوشش کرو) اور اللہ سے ڈرو جو تمھارا پالنے والا ہے ۔"

* آپؑ سے پوچھا گیا : ایک ساعت کا تفکر ، پوری رات کی عبادت سے بہتر ہے ؟ اور فکر کرنے کا طریقہ کیا ہے ۔؟ آپؑ نے فرمایا : انسان کسی اُجڑی ہوئی بستی یا برباد مکان سے گذرے تو فکر کرے کہ اس کے ساکن کہاں گئے ، بنانے والے کہاں گئے ۔ " (اسی بناء پر قبرستان میں جانا مستحب ہے تاکہ اہلِ قبور سے عبرت حاصل کی جاسکے)

* آپؑ نے فرمایا : " اللہ اور اُس کی قدرت میں ہمیشہ غور و فکر کرنا بہترین عبادت ہے ۔"

* حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا : " زیادہ نمازیں پڑھنا اور روزے رکھنا ہی عبادت نہیں ہے ، بلکہ عبادت تو اللہ کی قدرت میں فکر کرنے کا نام ہے ۔"

تفکر معرفت کا ذریعہ ہے اور معرفت عمل کا پیش خیمہ ہے

حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ایک اعرابی حاضر ہوا اور عرض کی : فرزندِ رسولؐ ! میں ایک ضمانت کے ادا کرنے سے قاصر ہوں ۔ اس لیے سوچا کہ پورے عرب میں خاندانِ رسالت سے زیادہ کریم کوئی نہیں ۔ آپؑ نے فرمایا : میں تم کو بقدرِ معرفت عطا کروں گا ، اور تین سوال کروں گا ۔ جتنے سوالات کا جواب دوگے اُسی قدر عطا کروں گا ۔ اُس نے عرض کی پوچھیے ۔ آپؑ نے فرمایا : بتاؤ تمام اعمال میں سب سے کونسا عمل افضل ہے ؟ اعرابی نے جواب دیا کہ : " معرفتِ خدا " فرمایا : ہلاکت و مصیبت کے وقت بچاؤ کا کیا طریقہ ہے ؟ عرض کیا : " اللہ پر توکل " پھر فرمایا : بتاؤ " انسان کی زینت کیا چیز ہے ؟ اُس نے عرض کیا : علم تواضع کے ساتھ ۔" فرمایا : اگر یہ نہ ہو تو پھر کیا ہو ؟ اُس نے عرض کیا : " مال ہو ، مروت کے ساتھ ۔" آپ نے فرمایا : اگر یہ بھی نہ ہو ؟ اُس نے عرض کیا : " فقر ہو صبر کے ساتھ ۔" فرمایا : اگر یہ بھی نہ ہو ؟ ۔ اعرابی نے عرض کیا : " مولا و آقا ! پھر تو آسمان سے اُس پر بجلی گرے اور اُسے جلا کر راکھ کر دے ۔" امامؑ اُس کے جوابات سے بہت خوش ہوئے ، اور ایک ہزار دینار کی تھیلی اُسے عطا کی ، اور ایک قیمتی انگوٹھی بطور انعام عطا فرمائی ۔ اعرابی سب مال لے کر یہ کہتا ہوا روانہ ہوا : " اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ " (جلاء العیون بحوالہ جامع الاخبار)

* (ملخص تفسیر انوار النجف جلد ۶ جزء ۹)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

اَوَ لَمۡ یَنۡظُرُوۡا فِیۡ مَلَکُوۡتِ السَّمٰوٰتِ (۱۸۵) کیا انھوں نے آسمانوں اور زمین کے انتظاما اور
وَالۡاَرۡضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنۡ شَیۡءٍ ۙ کارخانۂ قدرت پر اور ہر اُس چیز پر جسے خدا نے پیدا
وَّ اَنۡ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ قَدِ اقۡتَرَبَ کیا ہے کبھی غور ہی نہیں کیا؟ اور کیا انھوں نے کبھی یہ
اَجَلُہُمۡ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَہٗ تک نہیں سوچا کہ اُن کی موت اب بالکل ہی قریب آچکی
یُؤۡمِنُوۡنَ ۝ ۱۸۵ ہے۔ تو اب اس کے بعد آخر وہ کس بات کو مانیں گے۔
مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ ؕ (۱۸۶) جسے اللہ گمراہی میں چھوڑ دے، اُس کے لیے
وَیَذَرُہُمۡ فِیۡ طُغۡیَانِہِمۡ یَعۡمَہُوۡنَ ۝ ۱۸۶ تو پھر کوئی سیدھا راستہ دکھانے والا نہیں ہوتا
اور خدا انھیں اُن کی سرکشی میں دل کے اندھے بنے رہنے پر بھٹکتا ہوا چھوڑ دیا کرتا ہے۔

قرآن خدا کی اہم ترین حجت ہے

(آیت ۱۸۵) مطلب یہ ہے کہ قرآن نے جتنے مؤثر، مدلل، واضح انداز سے حقائق کو پیش کیا ہے، اس کے بعد بھی اگر وہ نہیں مانتے تو پھر اور کونسا کلام ہوگا جس کا اُن پر اثر ہوگا، اور وہ حقیقتوں کو مانیں گے۔؟ .... (تفسیر بیان)

مطلب یہ ہے کہ یہ نادان اتنا بھی نہیں سوچتے کہ کیا خبر کب موت کا وقت سر پر آدھمکے اور وہ مہلتِ عمل اور اصلاح ختم ہو جائے جو زندگی کی شکل میں ہیں آج میسر ہے۔ پھر تو زندگی بداعمالیوں پر ختم ہوگئی اور ابدی سزا کا ایندھن بن گئی۔ ...... (تفہیم)

خدا کی توفیقات کے سلب ہونے کا اصول

(آیت ۱۸۶) خدا کی طرف سے کسی کو گمراہی میں چھوڑ دینا یا گمراہ قرار دینا، صرف اُس وقت ہوتا ہے جب اِتمامِ حجت ہو چکا ہوتا ہے، ہدایات، تعلیمات، پیغامات دیے جا چکے ہوتے ہیں، مہلتوں پر مہلتیں دی جا چکی ہوتی ہیں لیکن انسان حق دشمنی کی ضد پر اڑا رہتا ہے، تب اللہ اُن کی طرف سے توجہ اور دینی توفیقات کو ہٹا لیتا ہے۔ اب، جب اللہ جیسا مہربان، قادرِ مطلق اور حکیمِ مطلق اُن سے مایوس ہو کر اُن سے منھ پھیر لے، تو اب کس کے بس کی بات ہے کہ اُن کی ہدایت کر سکے؟ .... (فصل الخطاب)

★ اب جو لوگ خدا کے عدل کے قائل نہیں وہ باآسانی اس آیت کا ترجمہ یہ کرتے ہیں: "جس کو گمراہ کرے اللہ" ... (شاہ رفیع الدین)

★ "ہر کہ گمراہ سازدش خدا" ..... (شاہ ولی اللہ)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ۱۸۷

(۱۸۷) یہ لوگ آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ آخر قیامت کا وقت کب نازل ہوگا؟ آپؐ کہدیجیے کہ اس کا علم تو بس میرے پالنے والے مالک ہی کے پاس ہے۔ اور اسے وہی اپنے وقت پر ظاہر کرے گا۔ آسمانوں اور زمین پر وہ وقت بڑا ہی بھاری ہوگا۔ وہ وقت تم پر اچانک آجائے گا۔ یہ لوگ اُس کے متعلق تو آپؐ سے اس طرح پوچھتے ہیں کہ جیسے آپؐ اُس کے رازدار ہیں۔ آپؐ کہدیجیے کہ اُس کا علم تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔ مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

قیامت کا علم صرف اللہ کو ہے

آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ قریش نے تین سرداروں کو نجران بھیجا، تاکہ علماءِ نجران سے کچھ علم سیکھ آئیں اور پھر رسولِ اکرمؐ سے سوالات پوچھیں اور اُنھیں پریشان کریں۔ اُن علماء نے کہا کہ رسولؐ سے قیامت کے بارے میں سوال کرو کہ قیامت کب آئے گی؟ اگر وہ بتا دیں تو وہ جھوٹے ہیں کیونکہ اللہ نے قیامت کے وقت کا علم نہ تو کسی مقرب فرشتے کو دیا ہے، اور نہ کسی نبیِ مرسلؐ کو۔ چنانچہ جب اُن لوگوں نے حضورِ اکرمؐ سے یہی سوال کیا تو یہ آیت اُتری۔ ★...... (تفسیر صافی ۱۸۸ بحوالہ تفسیر قمی)

حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "قیامت اس طرح یکایک آئے گی کہ کوئی تو کاٹھی کو ٹھیک کر رہا ہوگا، اور کوئی اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہا ہوگا، کوئی بازار میں اپنا مال گن گن کر رکھ رہا ہوگا، اور کوئی ترازو اونچی نیچی کر رہا ہوگا۔" ★...... (تفسیر صافی ۱۸۸ بحوالہ الجوامع)

خدا کا فرمانا کہ: "آسمانوں اور زمین پر وہ (قیامت کا) وقت بہت بھاری ہوگا۔" یعنی اہلِ آسمان و زمین پر قیامت کا دن بہت سخت ہوگا۔ ★...... (شاہ ولی اللہ) خدا کا فرمانا: "یہ لوگ قیامت کے وقت کے بارے میں آپؐ سے اس طرح پوچھتے ہیں کہ جیسے آپؐ اُس وقت کے رازدار ہیں۔" یعنی آپؐ نے خدا سے بار بار پوچھ پوچھ کر وہ وقت ضرور معلوم کر لیا ہے۔ ★...... (جلالین)

جواب میں کہا جا رہا ہے: "مگر اکثر لوگ نہیں جانتے کہ قیامت کے وقت کا علم صرف اللہ کو ہے۔ (حتیٰ کہ انبیاء کو بھی معلوم نہیں۔)" ★...... (تفسیر تبیان)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۱۸۸

(۱۸۸) آپ کہدیجیے کہ میں تو خود اپنی ذات تک کے لیے کسی فائدے یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ اللہ جو کچھ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اگر میں خود غیب کا علم جان سکتا تو اپنے لیے بہت سے فائدے حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان ہی نہ پہنچتا۔ میں تو صرف بُرے انجام سے ڈرانے والا اور اچھے انجام کی خوشخبری دینے والا ہوں، اُن لوگوں کے لیے جو میری بات مانیں۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۱۸۹

(۱۸۹) وہی خدا ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی (کی جنس) سے اُس کی زوج (زوجہ) کو بنایا تاکہ وہ (مرد) اُس کے پاس سکون پائے۔ پھر جب اُس (مرد) نے اُس (عورت) کو ڈھانک لیا تو اُس عورت نے اُس کا ہلکا سا حمل لے لیا، جسے لیکر وہ چلنے پھرنے لگی۔ پھر جب اُس (حمل) سے وہ بھاری ہوگئی تو اُن دونوں نے اپنے پالنے والے مالک، اللہ سے دُعا کی کہ اگر تُو نے ہمیں اچھا سا (بچّہ) عطا فرمادیا تو ہم ضرور تیرے شکر گذاروں میں سے ہو جائیں گے۔

عورت کی غرضِ خلقت "لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا" یعنی: "تاکہ وہ مرد اُس عورت سے سکون پائے"

قرآن کے اِس جملے سے صاف واضح ہے کہ عورت مرد کی تسکین کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ لہٰذا موجودہ دَور کے مغرب پرست طبقے کا یہ کہنا کہ تمام اُمور میں عورت کو مرد کے دوش بدوش میدان میں کودنا چاہیے (تاکہ مرد اُسکی حُرمت ضائع کرے اور

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

خداوندِ عالم کی نظر میں عورت کا جو وقار، عزّت و حُرمت ہے وہ پائمال ہو جائے۔ تاہم عورت "ناقص العقل ہونے کی وجہ سے اِس بات کے سمجھنے سے عاری ہے۔) یہ قانونِ قدرت اور دینِ فطرت سے کھُلی ہوئی بغاوت ہے۔ "لیکن" کا لفظ بتاتا ہے کہ عورت کسبِ معاش میں مرد کے دوش بدوش چلنے کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ فریضہ صرف مرد کا ہے کہ وہ اپنے قوائے بدنیہ کو، جو اسی مناسبت سے اُس کو قدرت کی جانب سے تفویض ہوئے ہیں، اکتساب میں لگائے اور عورت کو (عورت ہی رہنے دے اور) اِس فریضے سے سبکدوش ہی رکھے، جس طرح اُس کے اعضائے جسمانیہ کی نزاکت اور قوائے بدنیہ کی کمزوری اِس امر کی متقاضی ہے کہ وہ کمانے کے لیے نہیں، بلکہ کمائی کو محفوظ رکھنے کے لیے ہے۔ اور عورت کا فطری رُجحان خود تقسیمِ کار پر دلیلِ قطعی ہے۔ پس مرد تھکا ماندہ گھر پہنچے تو اُس کو کھانا تیار ملے، اور اُس کی ہر قسم کی دلجوئی کر کے اُس سے تھکان کے بار کو ہلکا کرنا عورت کا فریضہ فطری ہے۔ بچوں کی تربیّت کرے، گھر کے کاروبار کو خوش اسلوبی سے انجام دے، تاکہ مرد گھریلو تفکّرات سے پورے طور پر مطمئن ہو اور وہ اپنے گھر کو جائے سکون سمجھے۔

پس گھر، اگر سکونِ بدنی اور سکونِ روحانی کے لیے ہو، تب تو وہ گھر ہے "مسکن" یعنی جائے سکون۔ اور بدنی طور پر اُس کو جائے سکون بنانا مرد کے قوائے بدنیہ کے بل بوتے پر ہوگا، لیکن روحانی طور اُس کو جائے سکون بنانا عورت کی سُلجھی ہوئی طبیعت ہی سے ہو سکتا ہے بشرطیکہ مرد میں بہیمیت و حیوانیت کا غلبہ نہ ہو، اور وہ عورت کے لیے اِس بارے میں پوری سہولت بہم پہنچائے۔ وہ عورت کو عام پالتو جانور کی حیثیت نہ دے، بلکہ اُس کو اپنا شریکِ زندگی اور مسکنِ روح سمجھے (حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "اگر عورت اپنے شوہر کے دینی اُمور میں تعاون کرے تو مرد کے لیے دنیا میں جنّت کا لطف حاصل ہو جاتا ہے" ورنہ وہ گھر جہنّم بن جاتا ہے جس میں عورت، مرد کے ساتھ حزبِ مخالف کا رویّہ رکھے) شریکِ زندگی ہونے کا یہی مقصد ہے کہ عورت اپنا فریضہ ادا کرے اور مرد اپنا فریضہ ادا کرے۔ (تفسیر انوار النجف ج ۵ ص ۱۵۰)

(قرآن مجید کا ارشاد: "مرد، عورتوں کے محافظ (سرپرست) ہیں۔ بسبب اس کے جو اللہ نے اُن میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی، اور بسبب اُس خرچ کے جو وہ اپنے اموال میں سے کرتے ہیں پس جو صالح عورتیں ہیں وہ (شوہروں کی) فرماں بردار ہیں (اور اُن کی) عدم موجودگی میں اُن (مردوں کی) چیزوں کی حفاظت کرتی ہیں جنکی حفاظت (کی تاکید) اللہ نے فرمائی، مگر وہ عورتیں جن کی سرکشی کا تمہیں خوف ہو، اُن کو نصیحت کرو، پھر اُن سے بستروں میں علیحدگی اختیار کرو، (پھر بھی باز نہ آئیں) تو اُن کو مارو۔" (سورۃ النساء آیت ۳۴)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا (۱۹۰) مگر جب اللہ نے اُن کو ایک اچھا
لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا فَتَعٰلَى سا بچہ عطا فرما دیا تو وہ دونوں خدا کی اس
اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ ۱۹۰ عطا میں دوسروں کو خدا کا شریک ٹھہرانے
لگے ۔ جبکہ اللہ اُن چیزوں سے بہت ہی بلند ہے جنھیں یہ لوگ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں ۔

حضراتِ انبیاءؑ اور خاصکر حضرت آدمؑ کی عصمت ___ کا ___ ثبوت

عبّاسی خلیفہ مامون الرّشید نے حضرت امام علی رضاؑ سے پوچھا: "فرزندِ رسولؐ! کیا آپؑ یہ نہیں فرماتے کہ انبیاء معصوم ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: "ہاں"۔ مامون نے پوچھا: پھر اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ حضرت امامؑ نے فرمایا: "حضرت حوّا کے پانچسو مرتبہ اولاد ہوئی اور ہر بار ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوتی تھی حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا نے خدا سے یہ عہد کیا تھا اور دعا بھی کی تھی کہ اگر ہمارے صحیح سالم بے عیب پیدا ہوں گے تو ہم تیرا شکر ادا کریں گے، مگر اُن کی اولاد نے خدا کی نعمتوں میں شرک کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ اُن کے ماں باپ (حضرت آدمؑ و حوّا) نے ہمیشہ خدا کا شکر ہی ادا کیا تھا۔ کیا تم نے اس آیت پر غور نہیں کیا کہ خدا نے فرمایا: "اللہ ان چیزوں سے بہت ہی بلند ہے جنھیں یہ لوگ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں"۔

(نوٹ): کیونکہ آیت میں جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی فرمایا: "جنھیں یہ لوگ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں" اس سے معلوم ہوا کہ شرک حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا نے نہیں کیا تھا بلکہ اُن کی اولادوں نے شرک کیا تھا۔)

مامون نے امامؑ کا یہ جواب سن کر عرض کی: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ فرزندِ رسولؐ ہیں اور برحق ہیں۔"

* .... (تفسیر صافی صفحہ ۱۸۸ بحوالہ عیون اخبار الرّضاؑ)

محققین نے لکھا کہ خود آیت میں بھی جمع اور حال کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ یہ عام آدمیوں کا ذکر ہے حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا کے شرک کا ذکر نہیں۔ .... "ایسے قصے پیغمبروں کے لائق نہیں" * ..... (بحر ۔ بیضاوی)

* .... (تفسیر مجمع البیان)

امامیہ کے نزدیک یہ بات ضروریاتِ دین میں سے ہے کہ انبیاء کرامؑ کو معصوم مانا جائے۔ اس قسم کی روایات جس میں شرک کرنے کو حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا کے لیے ثابت کیا گیا ہے، غلط، غیر مستند اور غیر معتبر ہیں۔ مثلاً اسی روایت کا راوی سمرۃ بن جندب ہے جو بنی اُمیّہ کے زمانے میں بڑا ظالم و جابر حکمراں تھا اور اُمویوں کا ساتھی تھا۔ * ..... (تفسیر تبیان ۔ مجمع البیان)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

اَیُشۡرِکُوۡنَ مَا لَا یَخۡلُقُ شَیۡـًٔا وَّ هُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ ۫ۖ ﴿۱۹۱﴾ (۱۹۱) کیا وہ لوگ اُن کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں جو خود تو کوئی چیز بھی پیدا نہیں کرتے، بلکہ وہ تو خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ (وہ مخلوق ہیں)۔

وَ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ لَهُمۡ نَصۡرًا وَّ لَاۤ اَنۡفُسَهُمۡ یَنۡصُرُوۡنَ ﴿۱۹۲﴾ (۱۹۲) اور جو نہ تو اُن شریک ٹھہرانے والوں ہی کی کوئی مدد کرسکتے ہیں اور نہ خود اپنی ہی مدد کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

وَ اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ اِلَی الۡهُدٰی لَا یَتَّبِعُوۡکُمۡ ؕ سَوَآءٌ عَلَیۡکُمۡ اَدَعَوۡتُمُوۡهُمۡ اَمۡ اَنۡتُمۡ صَامِتُوۡنَ ﴿۱۹۳﴾ (۱۹۳) اگر تم اُنھیں ٹھیک راستے کی طرف بلاؤ تو وہ تمھارے پیچھے نہ آئیں گے، چاہے تم اُن کو پکارو یا خاموش رہو۔

(آیت ۱۹۱) "یُخۡلَقُوۡنَ" یعنی ایسوں کو خدا کا شریک کرتے ہیں جو پیدا نہیں کرتے، بلکہ پیدا کیے جاتے ہیں۔ یعنی: بُت اور وہ غیرِ ذی العقول ہیں۔ لہٰذا جمع واوٗ ونون سے ہونا خلافِ قاعدہ ہے۔ بس یہاں مقصد یہ ہوگا کہ بُت اور اُن کے پجاری سب مراد ہیں۔ نیز یہاں مشرکین کے سامنے بتوں کے دو عیب خداوند کریم نے بیان کیے۔ ایک یہ کہ وہ خالق نہیں، بلکہ وہ مخلوق ہیں۔ دوسرے یہ کہ تمھاری مدد نہیں کرسکتے۔ اس کا مقصد صاف یہ ہے کہ خلق اور نصرت صرف اللہ ہی کا خاصہ ہے۔ وہی تمام مخلوق کا خالق اور تمام مخلوق کی ہر جگہ اور ہر وقت فریاد سنتا اور مدد کرتا ہے۔ لہٰذا اِن وصفوں میں خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا کفر و شرک ہوگا۔
* ...... (تفسیر انوار النجف ج ۶ ص ۱۵۳)

(آیت ۱۹۲) مشرکوں کی حد بندی حماقت کا ذکر ہے کہ احمق ایسوں کے آگے جھکتے ہیں کہ جو کسی کو تو کیا خود اپنے آپ کو بھی پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ خود اپنی پیدائش کے لیے دوسروں کے محتاج ہیں۔ مزید یہ فرمایا کہ "تخلیق تو کیا کریں گے یہ تو کسی کی مدد تک نہیں کرسکتے ایسی بےبس ہستیوں کی عبادت کرنا کتنی بڑی حماقت ہے۔
* ...... (ماجدی)

(آیت ۱۹۳) آیت کا آخری مطلب یہ ہوا کہ: "تم کچھ بھی کہو، یہ نہ تو تمھاری کچھ سنیں گے اور اُس پر عمل کریں گے۔
* ...... (فصل الخطاب)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ ۱۹۴

(۱۹۴) درحقیقت جن کو تم "اللہ کو چھوڑ کر (خدا سمجھ کر) پکارتے ہو وہ تو تمھارے ہی جیسے بندے ہیں۔ اچھا تو اُن کو پکارے جاؤ، تب جانیں کہ وہ تمھاری حاجتیں پوری کریں۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ ۱۹۵

(۱۹۵) کیا وہ پیر رکھتے ہیں کہ جن سے وہ چلتے ہوں؟ کیا اُن کے ہاتھ ہیں جن سے وہ جھپٹ لیتے ہوں؟ کیا اُن کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں؟ کیا اُن کے کان ہیں جن سے وہ سُنتے ہوں؟ آپ کہیئے کہ اچھا تم پکارو اپنے ٹھہرائے ہوئے خدا کے تمام شریکوں کو، پھر تم سب مل کر میرے خلاف چالیں بھی چلو اور مجھے (بچنے کی) مُہلت بھی نہ دو۔

مجازی سبب سے مدد طلب کرنا شرک نہیں

* یہاں پکارنے سے مراد "خدا سمجھ کر پکارنا یا دُہائی دینا" ہے۔ ...... (تفسیر مجمع البیان)

اگر معبودِ حقیقی اللہ کو مانتے ہوئے صرف سببِ مجازی اور ذریعۂ ظاہری ہونے کی حیثیت سے پکارے اور اُس سے مدد کی درخواست کرے، وہ اِس آیت کے تحت داخل نہ ہوگا۔ (کیونکہ انسان اپنی عام معاشرتی زندگی میں لوگوں کو پکارنے اور مدد طلب کرنے پر مجبور ہے۔ جبکہ اولیاءِ خدا تو مدد وغیرہ کے لحاظ سے عام لوگوں سے بدرجہا بہتر ہیں) * ...... (فصل الخطاب)

(آیت ۱۹۵) اگر وہ تمھاری کچھ امداد کرسکتے ہیں تو سب کو جمع کرلو اور مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرو، تو میرا ولی اللہ ہے جو میری مدد کریگا اور تمھارے شر سے بچائے گا۔ پھر فرمایا: "وہ بیچارے تو اپنے ہی فائدے کے لائق نہیں ہیں، تمھارا کیا فائدہ کریں گے۔ اور چونکہ اُن کو بنانے والوں نے اُن کی آنکھیں بھی بنائی تو تھیں لیکن اُن میں نور نہیں، ہاتھ بنائے، اُن سے کچھ پکڑنے کے قابل نہیں، پیر ہیں، چل نہیں سکتے، کان ہوتے ہوئے سُن نہیں سکتے۔ پھر ایسے عاجز کو خدا ماننے ہو، بس تم احمق ہو۔) * ...... (تفسیر انوار النجف، ج ۶ ص ۱۵۴)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ وَلِیّۦَ اللّٰهُ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡكِتٰبَ ۖ وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیۡنَ ۝ ۱۹۶

(۱۹۶) حقیقت میں میرا سرپرست، حامی اور مددگار تو خدا ہے جس نے یہ کتاب اُتاری ہے اور وہ تمام اچھے کام کرنے والے نیک لوگوں کی سرپرستی اور مدد کرتا ہے۔

وَالَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ نَصۡرَكُمۡ وَلَاۤ اَنۡفُسَهُمۡ یَنۡصُرُوۡنَ ۝ ۱۹۷

(۱۹۷) (برخلاف اِس کے) تم خدا کو چھوڑ کر جنھیں (خدا سمجھ کر) پکارتے ہو، وہ نہ تو تمھاری ہی کچھ مدد کر سکتے ہیں اور نہ خود اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں۔

وَاِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ اِلَى الۡهُدٰى لَا یَسۡمَعُوۡا ؕ وَتَرٰىهُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَیۡكَ وَهُمۡ لَا یُبۡصِرُوۡنَ ۝ ۱۹۸

(۱۹۸) بلکہ اگر تم انھیں سیدھے راستے پر آنے کی دعوت بھی دو تو وہ سُن بھی نہیں سکتے۔ اگرچہ بظاہر تم کو ایسا نظر آتا ہے کہ وہ تمھاری طرف دیکھ رہے ہیں، حالانکہ اُن کو تو دکھائی تک نہیں دیتا۔

خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِیۡنَ ۝ ۱۹۹

(۱۹۹) آپ تو نرمی کرنے اور معاف کرنے کا طریقہ اختیار کیجیے۔ نیک کاموں کی تلقین کیجیے اور (ان) جاہلوں سے بے توجّہی اور بے اعتنائی فرمائیے۔

(آیت ۱۹۸) بُتوں کی شکل تو آدمیوں کی سی بنائی جاتی تھی۔ دور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں۔ مگر وہ بیچارے دیکھ نہیں سکتے۔ اُن کی آنکھیں پتھروں کی ہوتی ہیں۔ ٭...... (تفسیر تبیان)

عفو و درگذر اور نرمی کا حکم

"عَفۡوَ" سے مراد، وہ چیز ہے جو آسانی سے ادا ہو سکے اور اُس کے ادا کرنے میں تکلیف، دشواری یا مشقّت پیش نہ آئے۔ آیت کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اخلاق

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

سکھاؤ اور ایسے کام کرنے کا حکم (ترغیب) دو جو وہ بآسانی انجام دے سکیں۔ مال وصول کرو تو اتنا اور اسقدر کہ اُن پر گراں نہ گذرے۔ ★ .... (تفسیر صافی ص۱۸۸)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "خدا نے اپنے رسولؐ کو یہ ادب سکھایا، اور یہ حکم دیا کہ لوگوں سے اتنا ہی مال وصول کرو جتنا وہ بآسانی دے سکیں۔" ★ ...... (تفسیر عیاشی)

حضرت علی بن ابی طالبؑ علیہ السلام نے بنی ثقیف کے ایک شخص کو حکم دیا کہ: "خبردار! خراج کا پیسہ وصول کرنے کے لیے کسی مسلمان، یہودی، یا عیسائی کو نہ مارنا، اور نہ کسی ایسے جانور کو بکوانا جو زراعت کے کام میں آرہا ہو۔ اس لیے کہ ہم خدا کے اس حکم کے پابند ہیں کہ اُس نے فرمایا ہے کہ: "نرمی اور معاف کرنے کا طریقہ اختیار کرو۔" ★ ...... (من لایحضرہُ الفقیہ)

جناب رسولِ خداؐ نے حضرت جبرائیلؑ سے پوچھا کہ: خدا کے اِن الفاظ کا کیا مطلب ہے؟ کہ: "آپ نرمی کرنے اور معاف کرنے کا طریقہ اختیار کیجئے۔" حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ جب تک میں ہر چیز کے جاننے والے خدا سے نہ پوچھ لوں، میں کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ حضرت جبرائیل چلے گئے اور پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کی: "یا رسول اللہؐ! خدا آپؐ کو یہ حکم دیتا ہے کہ: جو شخص آپؐ پر ظلم کرے آپؐ اُسے معاف کر دیجیے، اور جو آپؐ کو محروم کرے آپؐ اُسے عطا کیجیے، اور جو آپؐ سے قطع رحم (بے رحمی) سے پیش آئیے، آپؐ اُس سے صلہ رحمی (مہربانی) سے پیش آئیں۔"
★ ...... (تفسیر صافی ص۱۸۸ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

محققین نے اِس آیت سے درجِ ذیل تعلیمات اخذ فرمائی ہیں:-

(۱) جاہلوں کو جاہلانہ حرکتوں پر معاف کرتے رہیئے۔ ★ .... (تفسیر روح المعانی، ابن جریر)

(۲) اچھی باتوں اور فرائضِ الٰہی کا علم حاصل کیجیے۔ (۳) ظالموں اور جاہلوں سے دور رہیئے، اور (۴) اُن سے جھگڑے نہ کیجیے۔ ★ ....(قرطبی) (۵) مالِ زکوٰۃ و خمس کی وصولیابی میں سختی نہ کی جائے۔ (۶) نرمی اور معافی کو زندگی کا رہنما اصول بنایا جائے۔ (۷) بہترین اخلاق اپنایا جائے۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "اِس سے زیادہ کوئی آیت اخلاق کی جامع نہیں۔" ★ ..... (تفسیر روح المعانی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ (۲۰۰) اور اگر کبھی شیطان آپؐ کو بھڑکانے کی
نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۚ اِنَّهٗ کوشش کرے تو اللہ سے پناہ مانگیے۔ یقیناً
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ ۲۰۰ وہ بڑا سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

نزغہ شیطانی سے مراد ہے: طبیعت میں سخت غصہ اور اشتعال کا پیدا ہونا۔ مشرکوں کے طرزِ عمل پر یہ غصہ پیدا ہونا فطری تھا۔ حکم دیا جارہا ہے کہ ایسے غصّے کے تقاضوں کو پورا نہ کیا جائے۔ .... (قرطبی - جصاص)

نَزْغٌ: ارشاد ہوا؛ اگر وسوسہ پیدا ہو تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پڑھ لیا کرو۔ "نزغ" کا معنی ہے وسوسہ کی ابتدا، اور "مَس" کا معنی ہے تمکن۔ یعنی پورا قابو پالینا۔ اس لیے حضورؐ کی طرف "نزغ" کی نسبت دی، باقیوں کی طرف "مَس" کو منسوب کیا۔ .... (تفسیر انوار النجف ج ۶ ص ۱۵۵)

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ: کیا پیغمبرؐ کو شیطان بھڑکا سکتا ہے؟ یقیناً شیطان، انبیاء کرامؑ کو بہکانے کی کوششیں ضرور کرتا ہے، اگرچہ خود معترف ہے کہ: "میں اُن پر قابو نہیں پا سکتا۔" خود رسولؐ کو حکم دیا گیا ہے کہ "فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ" آپؐ خدا سے پناہ مانگیے، تاکہ وہ شیطانی وسوسوں کو آپؐ سے دور کردے۔

نکتہ یہ ہے کہ خدا نے یہاں حضورِ اکرمؐ کے حوالے سے صرف "مَس" چھونے کا استعمال کیا ہے (جو اگلی آیت میں ہے) معلوم ہوا کہ حضورؐ کو صرف وسوسے چھو سکتے تھے۔ اُن پر "چھا" نہیں سکتے تھے۔ اور وسوسوں کا چھونا آپؐ کو وہی تکلیف دیتا تھا جو نزغ کے عالم میں محسوس ہوتی ہے۔ یہ حضورِ اکرمؐ کی لطافتِ قلبی کا نتیجہ تھا۔ .... (تھانوی)

جہادِ نفس: آیت کا پیغام یہ ہے کہ: اے رسولؐ! آپؐ عمومی طور پر نیکوں کو ہدایت اور نصیحت کرتے رہیے۔ ایسے بدتمیز جاہلوں کو جو حق دشمن اور کٹ حجتی ہوں، نصیحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ان کو معاف کرنا اور اِن کی بدتمیزیوں کی پرواہ نہ کرنا عظیم جہادِ نفس ہے۔ یہ کوئی آسان کام نہیں۔ دل چاہتا ہے کہ ان کا منہ توڑ دیا جائے، اِن کا اور اپنا خون کر دیا جائے۔ اسی طبیعت کی تحریک کو شیطان کا بھڑکانا کہا گیا ہے۔ ایسے موقع پر خدا سے پناہ مانگیے یعنی ضبطِ نفس سے کام لیجیے۔ اللہ کی توفیقات اور ہدایات کو مشعلِ راہ بنائیے اور اشتعال سے کام نہ لیجیے۔ .... (فصل الخطاب)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ (۲۰۱)

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ بُرائیوں سے بچتے ہوئے خدا کے عائد کیے ہوئے فرائض کو ادا کرتے ہیں اُنھیں جب کبھی شیطان کی طرف کا کوئی خیال پیدا ہوتا ہے تو وہ فوراً ہوشیار ہو جاتے ہیں، اور پھر اُنھیں صاف صاف نظر آنے لگتا ہے کہ اُن کے لیے صحیح طریقۂ کار کیا ہے۔

شیطانی چالوں کے اثرات کی اقسام

مومنین کو جیسے ہی شیطان بھڑکاتا ہے، وہ فوراً شیطان کی چال کو سمجھ جاتے ہیں۔ وہ اُس کے زیرِ اثر نہیں آتے۔ اِس لیے کہ وہ فوراً یادِ الٰہی میں لگ جاتے ہیں۔ یعنی: دعاء، قرأت، ذکر و فکر و استغفار کے ذریعے سے اللہ سے پناہ طلب کرکے، اللہ کی عظمت اور اجر اور اپنے فرائض، اور خدا کے سامنے جوابدہی کا احساس تازہ کرکے اپنے آپ کو اپنی عقل کے قابو میں دے دیتے ہیں۔ یہاں شیطان سے مراد شیاطین کی جنس ہے۔ ابلیس کی ذات مراد نہیں۔ ...... ★ (بیضاوی - مدارک)

محققین نے لکھا کہ وسوسہ شیطانی سے ایمان اور تقویٰ میں کوئی نقصان نہیں آتا، جبکہ اُن پر عمل نہ کیا جائے۔ اُن محفوظیت کے تین درجے ہیں۔ (۱) سب سے اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ شیطانی وسوسوں کا کوئی اثر سرے سے نہ ہو۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمٰعیلؑ کے واقعے میں ملتا ہے۔ (۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ شیطان کا وسوسہ اثر دکھائے مگر فوراً ہی مومن متنبّہ ہو جائے۔ اور یادِ خدا اور آخرت کے ذریعے سے اُس کا اثر زائل کر دے۔ جیسے صدّیقین میں قصّۂ حضرت یوسفؑ اور زلیخا میں ہوا۔ (۳) تیسرا درجہ یہ ہے کہ پھنسے مگر پھر سنبھل جائے۔ ڈرے جھجکے، پھر اپنی اصلاح کرلے۔ یہ درجہ تائبین کا ہے۔ ★ ...... (ماجدی)

ظالمین، مشرکین، منکرین اپنی حرکتوں کے باعث شیطان برادری ہی کے لوگ ہیں یہ بھی اپنے بیانات سے وسوسے دلوں میں ڈالتے رہتے ہیں۔
★ ...... (قرطبی - مدارک)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ (۲۰۲) فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ۝ ۲۰۲

رہے اُن کے (شیطانوں کے) بھائی بند تو وہ اُنھیں گمراہی کی طرف کھینچے ہی لیے چلے جاتے ہیں اور اُنھیں گمراہ کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتے۔

داعیانِ حق کی خصوصیات

خداوندِ عالم کا فرمانا کہ: "اُنھیں گمراہ کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتے۔" یعنی: گمراہ کرنے کی کوششوں میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ ہر ہر طرح گمراہ کرنا چاہتے ہیں، اور پوری طرح گمراہ کرکے اُنھیں ابدی ہلاکت سے دوچار کرنا چاہتے ہیں۔ * ...... (تفسیر تبیان)

آیت کی تعلیم یہ ہے کہ: "دینِ حق کی طرف بُلانے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ نرم مزاج ہو، تحمل سے کام لے سکے۔ اپنے مخالفوں کے طعن برداشت کرسکے کیونکہ یہ لعن طعن، چلے نقرے جاہلوں اور حق دشمنوں کی کمزوری ہوتے ہیں۔ اِس لیے حق کی طرف بُلانے والے کو ٹھنڈا مزاج ہونا ضروری ہوتا ہے۔ سخت ناگوار باتوں کو بھی عالی ظرفی سے ٹال دینا ہوتا ہے۔ مخالفوں کی سختیوں، بہتان تراشیوں اور شرارتوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ انتقام سے پرہیز کرنا پڑتا ہے۔ اِس لیے حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں غصّہ اور رضامندی دونوں حالتوں میں انصاف کی بات کہوں۔ جو مجھ سے کٹے، میں اُس سے جُڑوں، جو مجھے میرے حق سے محروم کرے، میں اُسے اُس کا حق دوں، جو مجھ پر ظلم کرے میں اُس کو معاف کردوں۔" اِسی لیے آپؐ اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ: "تم جہاں جاؤ تمھارا آنا لوگوں کے لیے خوشی کا باعث ہو، باعثِ نفرت نہ ہو، تم لوگوں کو آسانیاں فراہم کرنے والے بنو، تنگی اور سختی کا سبب نہ بنو۔" خود خدا نے بھی رسولِ اکرمؐ کی تعریف اِن الفاظ میں فرمائی: "یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپؐ اِن لوگوں کیلئے نرم ہیں، ورنہ اگر آپؐ بدمزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ لوگ آپؐ کے چاروں طرف سے بھاگ کھڑے ہوتے۔" (آلِ عمران ۱۵۹) غرض داعیِ حق کو جاہلوں کا حریف بننے سے انکار کردینا چاہیے اور اُن سے جھگڑوں میں ہرگز نہ اُلجھنا چاہیے، یہ طاقت اصلاحِ نفس پر ہی خرچ ہونی چاہیے۔" * ... (تفہیم)

Presented by: https://jafrilibrary.com

www.drhasanrizvi.org

وَ اِذَا لَمۡ تَاۡتِهِمۡ بِاٰيَةٍ قَالُوۡا ۲۰۳ اور جب تک آپؐ اُن کے سامنے کوئی
لَوۡلَا اجۡتَبَيۡتَهَا ؕ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ نشانی حقیقت، دلیل یا معجزہ پیش نہیں کرتے
مَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ مِنۡ رَّبِّىۡ ۚ هٰذَا اُس وقت تک تو یہ لوگ کہتے رہتے ہیں کہ آخر آپؐ
بَصَآئِرُ مِنۡ رَّبِّكُمۡ وَهُدًى وَّ نے اپنے لیے کوئی نشانی یا معجزہ کیوں نہ منتخب کیا؟
رَحۡمَةٌ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ۝ ۲۰۳ آپؐ اُن سے کہیے: "میں تو صرف اُس وحی اور
پیغام کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس میرے پالنے والے مالک کی طرف سے بھیجا جاتا ہے۔
اور یہ (قرآن) تمھارے پالنے والے مالک کی طرف سے کھلی ہوئی نشانیاں، بصیرت کی روشنیاں،
سراسر ہدایت اور رحمت ہے، اُن لوگوں کے لیے جو اُسے مانیں اور قبول کریں۔

معجزوں کی فرمائش کا جواب اور انسان کا اصل کمال

کافروں کا مطالبہ تھا کہ معجزے لاؤ۔
رسولِ خدا کو اِس کا یہ جواب تعلیم کیا گیا کہ:

"میرا کام یہ نہیں ہے کہ تم مجھ سے جو کچھ مانگو، میں خود ایجاد کر کے تمھارے سامنے اُسے پیش کر دوں۔ میں تو کسی کا (خدا کا) بھیجا ہوا رسول ہوں، خدا نہیں ہوں۔ اِس لیے میرا منصب صرف اور صرف یہ ہے کہ جس نے مجھے بھیجا ہے، اُس کے احکام کی تعمیل کروں۔ مجھے بھیجنے والے نے میرے پاس اپنا قرآن بھیجا ہے۔ یہ کسی معجزے سے کسی طرح کم نہیں۔ اِس میں بصیرت افروز روشنیاں ہیں اور اِس کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ جو اِس کو مان لیتے ہیں، (کہ یہ اللہ کا کلام ہے) اُن کی زندگی سدھر جاتی ہے۔ پھر اُن کے اخلاق میں خدا کی رحمت کے آثار صاف صاف دکھائی دینے لگتے ہیں۔ وہ لوگ انسانیت کو ابرِ کرم کی طرح سیراب کرتے ہیں۔ * ...... (تفہیم)

نتیجہ: عرفا نے نتیجہ نکالا کہ نبوّت نام ہے کمالِ عبدیّت اور عبودیّت کا۔ کشف و کرامات و معجزات کمالِ انسانی کی علامت نہیں۔ کمال کی علامت صرف اتباعِ وحی ہے۔ * ...... (تھانوی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا (۲۰۴) لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ ۲۰۴

اور جب قرآن (تمہارے سامنے) پڑھا جائے تو اُسے پوری توجہ سے سُنو' اور خاموش رہو' تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

قرآن مجید کو پوری توجہ سے سننے کا حکم

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تم کسی امامِ جماعت کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہو تو اوّل دُو رکعتوں میں قرآن کی قرأت کے وقت کچھ نہ پڑھو' بلکہ خاموشی سے قرآن کو سنتے رہو۔"

*........ (تفسیر صافی ص ۱۸۹ بحوالہ من لایحضرہ الفقیہ)

(نوٹ:) (یاد رہے کہ یہ حکم اُن نمازوں کے لیے ہے جن میں قرأت باوازِ بلند کی جاتی ہے' جیسے۔ نمازِ صبح نمازِ مغرب اور نمازِ عشار کی پہلی دو رکعتیں۔ کیونکہ یہ خدا کا حکم ہے۔ جو اوپر بیان ہوا ہے۔)

* حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تم کسی امامِ جماعت کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہو تو خاموش رہو (اگر قرأت کی آواز بالکل ہی نہ آرہی ہو تو) چپکے چپکے ذکر یعنی سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھتے رہو۔ (یہ حکم ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں کے لیے ہے' صبح' مغرب اور عشار کی پہلی دو رکعتوں کی قرأت کی آواز بالکل ہی نہ آرہی ہو تو خاموشی سے خود پڑھ سکتا ہے)

*......... (اس کی تفصیل توضیح المسائل میں دیکھیے)

* غرض قرآن مجید نماز میں پڑھا جائے یا ویسے پڑھا جائے تو اُس کو سُننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔"

*...... (تفسیر عیاشی' تفسیر تبیان)

* خدا کا ارشاد فرمانا کہ: "جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سُنو۔" یعنی خاموشی سے اور غور و فکر سے سُنو۔" *..... (مجمع البیان)

* بہرحال یہ ایک تہذیبِ اسلامی کی تعلیم ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اُس کو خاموشی اور ادب سے سُنا جائے۔ یہی شانِ بندگی کا تقاضا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق ؑ نے جو فرمایا ہے' وہ اِسی لحاظ سے فرمایا ہے۔ *..... (تفسیر تبیان)

* کیا عجب ہے کہ اِس سننے کی وجہ سے تم بھی اس عظیم رحمت کے حاصل کرنے والے یا حصہ دار بن جاؤ۔

*...... (تفہیم)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ ۲۰۵

(۲۰۵) اور صبح و شام اپنے پالنے والے مالک کو دل ہی دل میں عاجزی کے ساتھ ڈرتے ہوئے یاد کرتے رہو، ایسی آواز میں جو حد سے زیادہ اونچی نہ ہو، اور غفلت کرنے والے بے خبر لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۝ ۲۰۶ السجدۃ

(۲۰۶) درحقیقت، جو (فرشتے) تمہارے پالنے والے مالک کے نزدیک ہیں (مقرّبین ہیں) وہ کبھی اُس کی بندگی سے تکبّر نہیں کرتے۔ اور اُسی کی تسبیح (یعنی) پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور اُسی کے آگے سجدے میں جُھکے رہتے ہیں۔ (سجدہ کیجیے)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

یادِ الٰہی کا طریقہ، اہمیت اور فوائد

لے "ذکرِ خدا کا حکم" دل ہی دل میں ہے، نہ کہ لاؤڈ اسپیکر پر چیخ چیخ کر۔ دنیا میں جتنی گمراہیاں پھیلی ہوتی ہیں اور جتنا فساد برپا ہوا ہے، اُس کا واحد سبب یہ ہے کہ انسان اِس بات کو بھول جاتا ہے کہ خدا اُس کا پالنے والا مالک ہے اور اُسی نے انسان کو دنیا میں فکر و عمل کے امتحان کے لیے بھیجا ہے۔ اور دنیا کی زندگی ختم ہونے پر اُسے اپنے مالک کے سامنے حساب دینا ہوگا۔ اِسی لیے نماز، اور ذکرِ الٰہی کے لیے بار بار تاکید کی گئی ہے تاکہ انسان کی توجّہ اللہ کی طرف رہے اور اس طرح اُس کو اپنی منزل یاد رہے۔ *..... (تفہیم)

خدا کے اِس قول سے کہ " غافلوں میں شامل نہ ہو جانا " نتیجہ نکالا گیا کہ ذکر کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ خدا سے انسان غافل نہ ہونے پائے، دل میں خدا کا خیال ہر وقت تازہ رکھے، چاہے زبان حرکت میں نہ ہو۔ *............ (تھانوی)

(آیت ۲۰۶) اِس آیت میں "جو تمہارے پالنے والے مالک کے نزدیک ہیں۔" سے مراد "فرشتے" ہیں۔ *..... (تفسیر مجمع البیان)

پہلا سجدہ: قرآن مجید میں یہ پہلا مقام ہے جہاں سجدے کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر فقہ اہلِ بیتؑ میں یہاں

www.drhasanrizvi.org

سجدہ واجب نہیں۔ * ...... (تفسیر تبیان)

"تفسیر صافی" میں مروی ہے کہ جب آدمی سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہے اور کہتا ہے " ہائے میں نے کیا کیا یہ سجدہ کرکے تو جنت میں جائے گا اور میں نے انکار کرکے جہنم لے لیا۔

قرآنی سجدے

قرآن میں پندرہ۱۵ سجدے ہیں جن میں سے چار واجب اور گیارہ مستحب ہیں۔

واجب سجدے: (۱) الم سجدہ (۲) حٰم سجدہ (۳) النجم (۴) اقرار۔ باقی سب مستحب ہیں۔

تکبر کی سخت نفی

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ بندگی سے منھ موڑنا اور خود کو بڑا سمجھنا شیاطین کا کام ہے جس کا انجام ابدی ذلت و خواری کے سوا کچھ نہیں۔ اس کے برخلاف خدا کے سامنے جھکے رہنا اور ہر معاملے میں خدا کے حکم کی اطاعت کرنا فرشتوں کی صفت ہے جس کا نتیجہ ترقی، بلندی، سرفرازی، ابدی حقیقی کامیابی اور خدا کا قرب ہے۔ اگر تم یہ حقیقی کامیابی چاہتے ہو تو شیطان کے بجائے فرشتوں کا طرزِ عمل اختیار کرو۔ یعنی خدا کی مکمل اطاعت والی زندگی اختیار کرو جو انکساری کی زندگی ہو۔ خدا کی تسبیح پڑھو، یعنی خدا کو بے عیب یا ہر نقص سے پاک سمجھو، اُس کو لاشریک، بے مثل مانو۔ تسبیح پڑھنا بھی فرشتوں کی صفت ہے جو خدا کی معرفت کا نتیجہ ہے۔

فرشتوں سے مشابہت

اس مقام پر حکم ہے کہ "جو شخص اس آیت کو پڑھے یا سُنے وہ سجدہ کرے۔ تاکہ اُس کا حال ملائکہ مقربین کے حال کے مطابق ہو جائے۔ جس طرح ساری کائنات اپنے مالک کے سامنے جھکی ہوئی ہے، سجدہ کرکے تم بھی پوری کائنات کے ہم آہنگ ہو جاؤ۔ اور اس سجدے سے یہ ثابت کردو کہ تم اپنی بڑائی کے کسی گھمنڈ میں مبتلا نہیں ہو۔ تم خدا کے اطاعت گذار بندے ہو اور اُس کی اطاعت پر قائم و دائم ہو۔ * ..... (تفہیم)

خدا کے قرب سے مراد ہمیشہ خدا سے قربِ منزلت و مرتبت ہوتا ہے، نہ کہ قُربِ مکان۔ * ...... (مدارک۔ تفسیر کبیر)

محققین نے اس بات سے کہ خدا نے یہاں تکبر سے بری ہونے کو دوسری طاعتوں پر مقدم رکھا ہے، نتیجہ نکالا کہ: کبر کو ختم کرنا باقی تمام عبادتوں کی قبولیت کی اوّلین شرط ہے۔ * ...... (تھانوی)

عرفاء نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ قلب کا عمل اور قلب کی اصلاح، اعضاء و جوارح کے اعمال سے افضل و بہتر ہے۔ * ...... (تفسیر کبیر) * ......

نوٹ :۔ (سورۃ الاعراف اور اس کی ضروری تفسیر و وضاحت ختم ہوئی):۔

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

آیاتُھَا سُورَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ رُكُوعَاتُهَا ١٠

(مالِ غنیمت کا سورہ (وہ مال جو اللہ اور اُس کے رسولؐ ہی کا ہو)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد طلب کرتے ہوئے جو سب کو بیحد فیض پہنچانے والا (اور) مسلسل رحم کرنے والا ہے

Presented by: https://jafrilibrary.com/

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ ١

(۱) وہ لوگ آپؐ سے 'انفال' (مالِ غنیمت) کے بارے میں پوچھتے ہیں؟ آپؐ کہدیجیئے، کہ: انفال (یعنی) غنیمتیں تو اللہ اور رسولؐ کے لیے مخصوص ہیں۔ لہٰذا اللہ کو ناراض کرنے سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات ٹھیک رکھو (اور) اگر تم مومن ہو تو اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔

اہلِ بیتِ رسولؐ کی تعلیمات میں انفال کے معنی

"نفل" کے معنی کسی چیز کی اصل سے زیادتی کے ہیں۔ انفال اُس کی جمع ہے۔ یہ وہ مال ہے جو بغیر جنگ کے دشمن مسلمانوں کے حوالے کر دیتا ہے۔ اصل چیز تو مالِ غنیمت ہے۔ جو جنگ کے دوران کافروں سے چھینا جاتا ہے ___ اور

www.drhasanrizvi.org

انفال وہ ہے جو اُس اصل سے زیادہ ہوتا ہے۔ یعنی جو چھینا ہوا نہیں ہوتا ہے، بلکہ کفار خود برضا و رغبت اس کو ہمارے حوالے کر دیتے ہیں۔ یہ مال نتیجہ ہوتا ہے خدا کے فضل و عطیہ کا۔ *..... (تفسیر صافی ص۱۸۹)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" انفال " اُس مال کو کہتے ہیں جو اُس زمین سے حاصل ہو جس کے لیے خون نہ بہایا گیا ہو۔ یعنی جو زمین بغیر جنگ کے حاصل ہو جائے۔ (کیونکہ وہ زمین یا مال، مالِ غنیمت پر اضافہ ہوتا ہے، اِس لیے) اُس زمین اور مال کو فیٔ یا انفال کہتے ہیں۔ یہ زمین یا مال اُس وقت حاصل ہوتا ہے کہ جب لوگ از خود صلح کر لیں اور اپنی زمین یا مال خود لا کر دے دیں۔ مثلاً: ایسی زمینیں جو غیر آباد ہوتی ہیں، یا وادیوں کی گذرگاہیں وغیرہ انفال کہلاتی ہیں، اور یہ سب اللہ کی ملکیت ہوتی ہیں۔ جو اللہ کا مال ہوتا ہے، وہ رسولؐ کا مال ہوتا ہے، اور رسولِ خداؐ کے بعد امامؑ کا مال ہوتا ہے.... اور جو شخص لاوارث مر جائے اُس کا مال بھی انفال ہے۔

*.......... (تفسیر صافی ص۱۸۹ بحوالہ تہذیب اور کافی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

غرض احادیثِ رسولؐ جو اہلِ بیتِ رسولؐ سے مروی ہیں اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ انفال سے مراد وہ مال ہے جو:

(۱) وہ مال جو کافروں سے جنگ ہونے کے بعد یا دورانِ جنگ، بغیر جنگ کے حاصل ہو جائے۔ (یہی مال اصل مالِ غنیمت سے زائد چیز ہے)

(۲) وہ زمین جس کے مالک بغیر لڑے اُسے چھوڑ جائیں۔

(۳) لاوارث شخص کا ترکہ۔ (۴) جنگل، میدان، پہاڑوں کی چوٹیاں جن کا کوئی شخص مالک نہیں ہوتا۔

یہ سب خدا کا مال ہونے کے لحاظ سے مالِ خدا و رسولؐ ہے۔ اور رسولؐ کے بعد مالِ امامِ معصومؑ ہے۔
*........ (تفسیر مجمع البیان)

اہلسنّت کے نزدیک 'انفال' کے معنی

مفسرینِ اہلسنّت کے نزدیک " انفال " کے معنی مالِ غنیمت ہے۔ *..... (شاہ ولی اللہ۔ شاہ رفیع الدین)

جاہلیت کے زمانے میں جس کے ہاتھ جو مال جنگ میں ہاتھ لگتا اُسی کا ہو جاتا۔ جنگِ بدر میں بھی جن لوگوں نے لوٹا وہ سمجھے کہ مال اُنہی کا ہے۔ اب وہ گروہ جس نے کافروں کا پیچھا کیا تھا، تاکہ وہ دوبارہ پلٹ کر مسلمانوں پر حملہ نہ کر دیں، اور وہ گروہ جو رسولِ اکرمؐ کے چاروں طرف آپؐ کی حفاظت میں مصروف تھا، وہ یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ اگر ہم اپنا کام انجام

www.drhasanrizvi.org

نہ دیتے تو جنگ شکست میں بدل جاتی۔ خداوندِ عالم نے پہلی بات تو یہ سمجھائی کہ یہ جو کچھ تمھیں مال ملا ہے خدا کی مدد کی وجہ سے ملا ہے۔ اِس لیے اِس کی تقسیم کا حق بھی خدا اور رسولؐ کو ہے۔ اِسی لیے تمھارے لیے ضروری ہے کہ سارا مال بے کم و کاست رسولؐ کے سامنے لا کر ڈال دو۔ تم اُس کو خود آپس میں تقسیم نہیں کر سکتے۔ اسی مال کو "انفال" کہا۔

" نفل " اُسی چیز کو کہتے ہیں جو واجب سے زائد ہو۔ گویا یہ حقِ خدمت نہیں، بلکہ عطیہ اور انعام ہے جو آقا اپنے نوکر کو اُس کے حق سے زیادہ دیتا ہے۔ اِسی لیے یہ آقا کو حق ہے کہ کتنا دے ؛ اصل حقِ خدمت تو جنّت اور رضائے الٰہی ہے۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ اسلامی جنگوں کا اصل مقصد مال لوٹنا نہیں ہوتا۔

دوسرا نتیجہ یہ نکالا گیا کہ مالِ غنیمت سب کا سب بیت المال میں جمع کرنا ضروری ہوتا ہے۔ پھر اس میں سے چار حصّے پوری فوج میں تقسیم ہوں گے اور ایک حصّہ (پانچواں حصّہ خمس) خدا اور رسولؐ اور اُن کے اقرباء کا ہوگا۔ جو اقربائے رسولؐ پر بھی خرچ ہوگا اور دین کی تبلیغ اور غرباء کی اعانت پر بھی۔ مگر یہاں صرف اتنا حکم دیا گیا کہ سارے انفال خدا کے ہیں۔ تقسیم کا مسئلہ یہاں نہیں چھیڑا گیا، تاکہ پہلے خدا کی اطاعت مکمل ہو جائے پھر چند رکوع کے بعد اُن اموال کی تقسیم کا اصول بتایا گیا۔ ★ .... (تفہیم)

اہلسنّت کے نزدیک "انفال" سے مراد اصطلاحِ شریعت میں وہ مال ہوتا ہے جو جنگ کے بعد دشمن سے حاصل ہوا اور ابھی تقسیم نہ ہوا ہو۔ ★ ..... (راغب۔ جصّاص بقول ابنِ عباسؓ، مجاہدؒ الضحاک، قتادہ، عکرمہ، عطار، و تفسیر کبیر امام رازی)

آیت میں اِس خیال کی تردید کی گئی ہے کہ "مالِ غنیمت کے مالک مجاہدین نہیں ہیں۔ اِس لیے کہ وہ اجرِ آخرت کے لیے لڑتے ہیں، دنیا کے لیے نہیں لڑتے۔ دنیا میں اسلام کے ظہور سے پہلے یہ مال لڑنے اور لوٹنے والوں کا سمجھا جاتا تھا۔ اب یہاں بتایا گیا کہ نہیں، یہ مال اللہ کا ہے سپاہیوں اور مجاہدوں میں اخلاصِ کامل پیدا کرنے کا اِس سے بہتر کوئی اور طریقہ ممکن نہیں۔ جب یہ مال خدا کا ہے تو خدا ہی کو حق حاصل ہے جس طرح چاہے اس کو تقسیم کرے۔ ★ .... (ماجدی)

" اور کیونکہ خدا کا نمائندہ رسولؐ ہے۔ اِس لیے رسولؐ بتائیں گے کہ مالِ غنیمت کس طرح تقسیم کیا جائے ...... " ★ .... (مدارک)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ ۲

(۲) سچے ایمان والے توبس وہ لوگ ہیں کہ جب (اُن کے سامنے) اللہ کا ذکر ہو جائے تو اُن کے دل سہم سہم جاتے ہیں۔ اور جب اُن کو اُس کی آیتیں پڑھ کر سُنائی جاتی ہیں تو اُن کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اپنے پالنے والے مالک پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔

مومن کی صفات اور علامتیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ص نے ارشاد فرمایا: "اے لوگو! تمہارے لیے علامات و نشانیاں ہیں، اُن کی طرف توجہ کرو۔ اور تمہارے لیے حد مقرر ہے، اُس کی طرف پہنچو۔ دیکھو مومن دو خوفوں کے درمیان مصروفِ کار رہتا ہے۔ ایک گذشتہ عمر کا خوف، کہ خبر نہیں خدا کے سامنے اُس کے متعلق کیا جواب دوں گا۔ اور دوسرے آئندہ کا خوف، کہ خدا جانے میرے ساتھ کیا ہوگا؟ پس اِس (موجودہ) درمیانی عمر کے حصے میں اپنی ذات کے لیے اپنی طرف سے کچھ ذخیرہ (نیک اعمال) بنانے کی کوشش کرے، اِس دنیا میں آخرت کے لیے، اور جوانی میں بڑھاپے سے پہلے، اور زندگی میں مرنے سے قبل (زیادہ سے زیادہ زادِ راہِ آخرت تیار کرے)

مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے، دنیا سے چلے جانے کے بعد معافی مانگنے (گناہوں سے توبہ کرنے) کا کوئی مقام نہیں ہے۔"

آپؐ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص یہ سمجھ لے کہ خدا مجھے دیکھتا ہے، اور وہ میری باتیں سُنتا ہے، اور میرے اعمال کو جانتا ہے خواہ نیک کروں یا بُرے۔ پس اِس یقین کے بعد اگر وہ بُرے کاموں سے رُک جائے تو یہ ہے خوفِ خدا۔ اور اُس کے لیے ہیں (آخرت میں) دو جنتیں: "وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ" ۔

نیز آپؐ نے ارشاد فرمایا: "کوئی مومن نہیں، مگر یہ کہ اُس کے دل میں دو قسم کے نور ہوتے ہیں، ایک نورِ خوف، اور دوسرا، نورِ رجاء۔ اِن دونوں کو اگر وزن کیا جائے تو دونوں ایک دوسرے کے بالکل ہی

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

برابر نکلیں گے۔"

روایت میں ہے کہ خوفِ خدا کا ایک آنسو آتشِ جہنم کے سمندروں کو خشک کرنے کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "قیامت کے روز ہر آنکھ روئے گی سوائے اِن تین آنکھوں کے۔ (۱) وہ آنکھ جو دنیا میں خدا کی حرام کردہ چیزوں پر نظر کرنے سے محفوظ رہی ہوگی۔

(۲) وہ آنکھ جو اطاعتِ خدا میں رات کو بیدار رہی ہوگی۔

(۳) وہ آنکھ جو اثنائے شب میں خوفِ خدا سے روئی ہوگی۔

(۲) مومن کی دوسری علامت آیت میں یہ بیان ہوئی کہ: جب آیات کی تلاوت ہو تو مومن کا ایمان اُن کو سُن کر زیادہ ہوتا ہے۔ یعنی قرآن مجید کی آیات میں غور و تدبّر اُس کے ایمان کی جِلاء بنتا ہے۔ اور جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ: "روزِ محشر قرآن مجید اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گا، اور اس کی شفاعت کو رد نہ کیا جائے گا۔" چنانچہ جو لوگ دُنیا میں قرآن مجید کی حرمت کو سمجھتے تھے، قرآن مجید کی سفارش پر ربّ العزّت ارشاد فرمائے گا کہ: "تجھے اختیار ہے، اپنے تلاوت کرنے والے کو جنّت میں لے جا۔" چنانچہ جب یہ مراتبِ جنّت کے قریب پہنچے گا تو ارشاد ہوگا، "قرآن پڑھتا جا اور آگے بڑھتا جا۔"

(۳) آیت میں مومن کی تیسری علامت " وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ " (اور وہ اپنے پالنے والے مالک پر بھروسہ کرنے والے ہوتے ہیں۔) بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ:

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ پر "توکّل" کا ایک درجہ یہ ہے کہ بندہ اپنے تمام معاملات میں اللہ ہی پر بھروسہ رکھے۔ پس وہ اللہ تیرے ساتھ جو بھی کرے، تُو اُس پر راضی رہے۔ یقین جان کہ وہ تجھے خیر سے محروم نہ کرے گا، اور یہ بھی جان لے کہ حکم اُس کا ہی ہے پس اپنے معاملے کو اُس پر چھوڑ دے، توکّل کر اور وثوق رکھ۔ لہٰذا:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جس کے پاس دعا ہو، وہ قبولیت سے محروم نہ رہیگا، جس کے پاس شکر ہو وہ نعمتوں کی زیادتی سے محروم نہ رہیگا، اور جس کے پاس توکّل ہو، وہ کفایت سے محروم نہ رہیگا یعنی اللہ اُس کیلئے کافی ہوگا۔[۱]

Presented by: https://jafrilibrary.com

[۱] (تفسیر انوار النجف ج ۶ ص ۱۶۵،۱۶۶،۱۶۷)

www.drhasanrizvi.org

الَّذِيۡنَ يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ؕ ۳

(۳) وہی لوگ نماز کو بھی پابندی کے ساتھ قائم رکھتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ (خیرات) کرتے ہیں۔

مومن کے اوصاف میں نماز کی پابندی اور ــــــ راہِ خدا میں خرچ کرنا بھی ہے

خداوندِ کریم نے مومن کی چوتھی علامت اِس آیت میں نماز کو پابندی کے ساتھ قائم رکھنے والا' بیان فرمائی ہے۔ نماز کے وجوب اور اِس کی اہمیّت کے بارے میں بہت سی احادیث اور آیات وارد ہوئی ہیں۔ قرآن کریم میں ایک اور مقام پر ارشاد ہوا: اَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ " یعنی۔ نماز قائم کرو اور (ترکِ نماز سے) مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔

حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "مَنۡ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدۡ كَفَرَ" یعنی: جس نے عمدًا نماز کو چھوڑا وہ کافر ہوا۔" اور حضورؐ نے فرمایا:

" اَلصَّلٰوةُ عَمُوۡدُ الدِّيۡنِ فَمَنۡ اَقَامَهَا اَقَامَ الدِّيۡنَ وَمَنۡ تَرَكَهَا فَقَدۡ هَدَمَ الدِّيۡنَ " یعنی: " نماز دین کا ستون ہے جس نے اسے قائم رکھا اُس نے دین کو قائم رکھا، اور جس نے اس کو چھوڑ دیا، پس اُس نے دین کو گرا دیا۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے گناہانِ کبیرہ کی فہرست گنوائی کہ وہ سات ہیں:

(۱) کفر (۲) قتلِ نفس (۳) والدین کی نافرمانی (۴) سود خوری (۵) یتیم کا مال ناجائز طریقے پر کھانا۔ (۶) جہاد سے بھاگ جانا۔ (۷) ہجرت کے بعد بدویت (جہالتِ عرب) اختیار کرنا۔

اِس کے بعد راوی نے پوچھا: فرزندِ رسولؐ! یتیم کے مال سے ایک درہم کھا لینا زیادہ گناہ ہے یا نماز کو ترک کرنا؟ آپؐ نے فرمایا: نماز کا ترک کرنا زیادہ گناہ ہے۔ راوی نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ!

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

پھر ترکِ نماز کو آپؑ نے گناہانِ کبیرہ میں تو شمار نہیں فرمایا ؟ آپؑ نے فرمایا: بتاؤ میں نے سب سے پہلے کس چیز کا نام لیا تھا ؟ اُس نے عرض کیا: حضور ! کفر کا۔ آپؑ نے فرمایا: ترکِ نماز بھی تو کفر ہے۔

(تفسیر انوار النجف ج ۷ ص ۱۶۸)

آیت میں مومن کی پانچویں علامت راہِ خدا میں خرچ کرنا ہے یعنی: (وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ)

خرچ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک واجب ، دوسری مستحب۔

اگر انسان واجب نہ ادا کرے تو مستحب میں کتنا ہی سخی بنا رہے، کوئی فائدہ نہیں۔

واجب سے مراد خمس اور زکوٰۃ ہیں۔

اگر کسی شخص کے مال میں خمس واجب ہو یا زکوٰۃ واجب ہو چکی ہو اور پھر ادا نہ کرے تو اُس مال کا استعمال کرنا حرام ہوگا۔ اور اُس مال سے کسی قسم کا صدقہ و خیرات قابلِ قبول نہ ہوگا، نہ اُس مال سے زیارت کو جا سکتا ہے، اور نہ حج کو۔ اور اُس مال سے عزاداریِ سیّدالشہداءؑ پر خرچ کرنا، مدارسِ دینیہ تعمیر کرانا اور مساجد بنوانا وغیرہ قطعاً غیر مفید ہے۔ کارِ خیر میں وہ مال لگایا جا سکتا ہے جو حلال ہو۔ اور جس مال میں مساکین کا حصّہ مخلوط ہو، تو وہ مالک پر کسی صورت میں حلال نہیں ہو سکتا۔ اور جس شخص پر زکوٰۃ واجب ہو اور وہ بغیر ادا کیے مر جائے تو روزِ محشر تمام دنیا کے مساکین و فقراء اُس کے دامن کو پکڑیں گے اور بارگاہِ خداوندی میں اُس سے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی حدیث میں ہے کہ:

" اَلۡمَالُ مَالِیۡ وَالۡاَغۡنِیَآءُ وُکَلَآئِیۡ وَالۡفُقَرَآءُ عِیَالِیۡ فَمَنۡ بَخِلَ بِمَالِیۡ عَلٰی عِیَالِیۡ اُدۡخِلُهُ النَّارَ وَلَا اُبَالِیۡ "

یعنی: (حدیث قدسی میں ہے کہ) تمام مال میرا ہے، اور مالدار میرے وکیل ہیں اور فقرا میرے عیال ہیں۔ پس جو شخص میرے مال سے میرے عیال پر بخل کرے گا، اُس کو جہنم میں داخل کر دوں گا، اور اُس کی پروا نہیں کروں گا۔" حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: ہمارے خوش حال شیعہ امین قرار دیے گئے ہیں غریب شیعوں کے لیے۔ لہٰذا اُن کے بارے میں ہماری لاج رکھو۔ خدا تمہاری لاج رکھے گا۔" اسی طرح خمس کا وجوب تمام علماءِ شیعہ کے نزدیک انہی شرائط کے ماتحت مسلّم ہے۔ خمس ادا نہ کرنے والا ائمہؑ کی شفاعت سے محروم ہوگا) (انوار النجف ج ۷ ص ۱۶۹)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (۴) یہی لوگ حقیقی، سچے اور پکے مومن ہیں۔

لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۴ اُن کے لیے اُن کے پالنے والے مالک کے یہاں (بڑے بڑے) مرتبے اور درجے ہیں، اور اُن کی غلطیوں کی معافی اور عزت و آبرو والی بہترین روزی ہے۔

مومنین تو درحقیقت یہ ہیں؟

یہ آیت خاص طور پر حضرت علیؑ ابن ابی طالب، حضرت سلمانِ فارسیؓ حضرت ابوذرؓ غفاری، حضرت مقدادؓ بن اسودؓ کی شان میں نازل ہوئی۔

(یعنی: یہ حضرات اس آیت کے اولین مصداق ہیں۔) ★........(تفسیر صافی ص۱۹ بحوالہ تفسیر قمی)

اس آیت میں اہلِ ایمان کا معیار پیش کیا گیا ہے، جو ایک مثالی کردار کی حیثیت رکھتا ہے۔ جتنا شخص ان صفات کا (جو گذشتہ آیتوں میں بیان ہوتی) کا حامل ہوگا، اُتنا ہی اُس کا ایمان کا درجہ بلند ہوگا۔ مگر اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ جس میں یہ صفات بدرجۂ اتم موجود نہ ہوں، وہ ایمان کا کوئی درجہ رکھتا ہی نہیں۔

★........(تفسیر مجمع البیان)

مومن سے گناہ کا امکان ہے

محققین نے نتیجہ نکالا کہ: اعلیٰ سے اعلیٰ مومن سے بھی قصور سرزد ہوتے ہیں، مگر یہ اللہ کی رحمتوں میں بڑی رحمت ہے کہ اگر بندہ، بندگی کی لازمی شرائط پوری کر دیتا ہے، تو اللہ اُس کی کوتاہیوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اور اُس کی خدمتوں کا بڑھ چڑھ کر صلہ عطا فرماتا ہے جو اُس کی خدمت سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ اگر خدا ہر قصور کی سزا الگ الگ دیتا تو کوئی بڑے سے بڑا صالح انسان بھی خدا کی سزا سے نہ بچ سکتا۔

★.........(تفہیم)

حضراتِ معصومینؑ کی نظر میں مومن کی تعریف

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام نے فرمایا: "ہماری ولایت کا ہر دعویدار مومن نہیں ہوا کرتا، بلکہ ایسے لوگ حقیقی مومنوں کے لیے باعثِ انس بنائے گئے ہیں (یعنی مومنوں کی وابستگی کے لیے ہوتے ہیں)۔

آپ ہی نے فرمایا: جس شخص کے پاس مومن کوئی حاجت لیکر آئے تو وہ سمجھے کہ خدا کی رحمت آئی ہے جو

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

خدا نے بھیجی ہے۔ اگر وہ اُس کو قبول کرے (حاجت پوری کرے) تو وہ ہماری ولایت سے مل گیا' اور ہماری ولایت اللہ کی ولایت سے ملی ہوئی ہے۔ اور اگر اُس کو حاجت سے محروم کر دے' حالانکہ پوری کر سکتا ہو تو خدا اُس پر اُس کی قبر میں ایک اژدہا مسلّط کرے گا' جو قیامت کے دن تک اُس کو نوچتا رہے گا' خواہ آئندہ کے لیے وہ شخص مغفور ہو یا معذّب ہو" (اور امام صادقؑ نے فرمایا: خدا اُس کو حوائج میں مبتلا کر دے گا)۔

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "مومن پر واجب ہے کہ مومن کی خیر خواہی کرے خواہ وہ اُس کے سامنے حاضر ہو یا غائب۔" (۲) فرمایا: مومن کو نیکی کرنے سے خوشی اور بُرائی سے نفرت ہوتی ہے۔ (۳) "مومن ترازو کے پلڑے کی طرح ہے جس قدر اُس کے ایمان میں زیادتی ہوگی' اُسی قدر دوسری طرف اُس کی آزمائش و ابتلاء میں بھی زیادتی ہوتی چلی جائے گی۔"

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "مومن دین کی مقدار کے مطابق دنیا میں مصائب اور پریشانیوں میں مبتلا ہوا کرتا ہے۔"

آپؑ ہی نے فرمایا: اے جابر! خدا کی قسم' ہمارا شیعہ نہیں' جو اللہ سے نہ ڈرتا ہو' اور اُس کی اطاعت نہ کرتا ہو' اور ہمارے شیعہ اِن باتوں سے پہچانے جاتے ہیں: تواضع' فروتنی' امانت' ذکرِ خدا' روزہ' نماز' والدین کے ساتھ نیکی' فقیر' مسکین' مقروض' یتیم' ہمسایوں کی خبر گیری' بیماروں کی عیادت' سچائی' تلاوتِ قرآن' زبان پر قابو رکھنے والے ہوتے ہیں...... اے جابر! تمھارا کس طرف خیال ہے؟ کیا یہ کافی ہے کہ کوئی یہ کہے کہ میں علیؑ سے محبت رکھتا ہوں' اور اُن کی ولاء کا قائل ہوں' پھر عمل نہ کرے' اگر وہ یہ کہتا پھرے کہ میں جناب رسولِ خداؐ سے محبت رکھتا ہوں کہ وہ علیؑ سے بھی افضل ہیں' پھر نہ اُن کی سیرت پر چلے اور نہ اُن کی سنّت پر عمل کرے۔ تو اُن کی ایسی محبت اُس کو کچھ بھی فائدہ نہ دے گی۔ خدا سے ڈرو۔ اور اُسی کے لیے عمل کرو۔ خدا کی قسم! خدا کا تقرب نہیں حاصل ہو سکتا' مگر اطاعت کے ساتھ' اور ہمارے پاس آتشِ جہنّم سے بری ہونے کا برأت نامہ نہیں ہے' اور نہ کسی کی اللہ پر کوئی حجت قائم ہو سکتی ہے۔ پس جو شخص اللہ کا فرمانبردار ہوگا' تو وہی ہمارا دوست ہے' اور جو اللہ کا نافرمان ہوگا

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وہی ہمارا دشمن ہے۔ اور ہماری ولایت حاصل نہیں ہو سکتی مگر نیک اعمال (اور ورع) کے ساتھ۔
* ...... (کافی باب طاعت۔ ایمان وکفر)

* حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:۔۔۔۔۔

○ مومن، سچ بولتا ہے ○ امانت ادا کرتا ہے ○ اپنے عہد کی وفا کرتا ہے
○ صلۂ رحمی کرتا ہے ○ کمزوروں پر رحم کرتا ہے ○ عورتوں سے میل جول کم رکھتا ہے
○ احسانِ عام کرتا ہے ○ حُسنِ خُلق سے کام کرتا ہے ○ علم کی اتباع کرتا ہے
○ غلطی کو معاف کرتا ہے ○ جب کوئی اچھی بات پاتا ہے تو اُسے چھوڑتا نہیں ۔۔۔۔۔ اور
○ بُرائی کی اصلاح کیے بغیر دم نہیں لیتا ○ وہ پرہیزگار، امانتدار، اپنے عیب کا جاننے والا،
○ عالم کو آخرت کی یاد دلانے والا ○ جاہل کو علم سکھانے والا ہوتا ہے ○ وہ ہمہ وقت
اپنی آخرت میں مشغول رہتا ہے ○ وہ خدا کے سوا کسی پر بھروسہ نہیں رکھتا ○ اور اس دنیا میں
مسافروں کی طرح زندگی کرتا ہے ○ مومن تنہائی پسند، اہلِ حق کا مددگار ○ قرابتداروں کا معین
یتیموں کا باپ ○ بیواؤں کا شوہر ○ مصیبت کے ماروں پر مہربان، بُری باتوں سے بچتا ہے
○ وہ کسی کو دوست رکھتا ہے تو خوشنودیٔ خدا کے لیے ○ اُس کی دشمنی بھی خدا کے لیے ہوتی ہے
○ اُمید اُس سے قریب، لغزش اُس سے کم، موت کا متوقع، اپنے ربّ کا ذکر کرنے والا ہوتا ہے۔
○ اُس کے دل میں خشوع، نفس میں قناعت، غصّے کو ضبط کرنے والا، اخلاق کا پاکیزہ ہوتا ہے۔
○ ہمسایہ اُس سے پُرامن ہوگا، تکبّر نہیں کرتا، اُس کا میل جول مکروفریب کے لیے نہیں ہوتا، ہمّت بلند اور عزم
جواں ہوتا ہے، مومن اپنے دل میں خود کو ذلیل سمجھتا ہے، شہرت سے نفرت، اُس کا غم بے پایاں، بہت خاموش،
ہمہ وقت مشغول، صابر، شاکر، فکر میں غرق، اُس کا نفس پتھر سے زیادہ سخت، متواضع، اور منکسر المزاج ہوتا ہے وغیرہ
* ...... (از مولائے کائنات)

◉ آنحضرتؐ نے فرمایا: جس میں یہ تین خصلتیں ہوں گی وہ کامل الایمان ہوگا: رضامندی اُس کو باطل میں داخل نہ کرے، غصّہ
اُسے حق سے نہ نکال دے، اور قدرت وطاقت اُسے ایسے کام کی طرف نہ لے جائے جو اُس کے شایاں نہ ہو۔
* ...... (تفسیر انوار النجف ج ۲ ص ۱۴۲)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۖ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ (۵)

جیسا کہ آپؐ کے پروردگار نے آپؐ کو حق اور حکمت کے ساتھ بالکل صحیح سلامت آپؐ کے گھر سے نکالا تھا اور مسلمانوں کی ایک جماعت کو یہ بات گوارا نہ تھی۔

يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ ۶ (۶)

وہ لوگ آپؐ سے حق (صحیح طریقۂ کار) کے بارے میں بحث مباحثہ کر رہے تھے۔ جبکہ حق تو اچھی طرح ظاہر ہو چکا تھا۔ (ان کا حال یہ تھا کہ) گویا وہ موت کی طرف لے جائے جا رہے ہوں، (اس حال میں کہ) وہ اپنی موت کو دیکھ رہے ہوں۔

خدا کا فیصلہ تو ہوتا ہی صحیح ہے

ٹ خدا کا فرمانا: "جیسا کہ آپؐ کے پروردگار نے آپؐ کو حق اور حکمت کے ساتھ صحیح سلامت آپؐ کے گھر سے نکالا۔" "جیسا کہ" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انفال کے بارے میں اللہ کا یہ فیصلہ بالکل اسی طرح کا ہے جیسا کہ خدا نے جنگ بدر کے لیے آپؐ کو آپؐ کے مدینے کے گھر سے نکالا تھا۔ جس طرح وہ نکالنا حق تھا اسی طرح یہ انفال کے بارے میں ہمارا فیصلہ بھی برحق ہے۔

اُس وقت بھی بہت سے لوگوں نے آپؐ کے گھر سے نکلنے پر اختلاف کیا تھا، مگر اُن کی رائے غلط تھی۔ اسی طرح اس وقت بھی انفال کے بارے میں ہمارے فیصلے سے لوگ اختلاف کر رہے ہیں۔ بگر اللہ کو ان کی پرواہ نہیں۔

* ...... (جلالین، فتح الرحمٰن، فصل الخطاب، تفسیر تبیان)

شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا: "یعنی (مال) غنیمت کا جھگڑا بھی ویسا ہی ہے، جیسا کہ (بدر کی جنگ کے لیے) نکلتے وقت لوگ عقل کی تدبیریں کرنے لگے تھے اور آخر کار صلاح (صحیح) وہی نکلا جو رسولؐ نے فرمایا تھا۔ تو ہر کام میں یہی اختیار کرو کہ حکم برداری میں اپنی عقل کو دخل نہ دو۔" * ...... (   )

کاش جمہور اس کے بعد تو یہ بات محسوس کرے کہ حکم خدا و رسولؐ کے مقابلے میں جمہور کی رائے

Presented by: https://jafrilibrary.com

www.drhasanrizvi.org

کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ * .... (فصل الخطاب)

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح یہ لوگ اُس وقت خطرے کا سامنا کرنے سے گھبرا رہے تھے، جب انھیں مشرکین کے مقابلے کے لیے نکلنے کے لیے کہا جا رہا تھا، اسی طرح آج مالِ غنیمت چھوڑنا اِن کو ناگوار ہو رہا ہے۔ حالانکہ حق کا مطالبہ یہی ہے کہ مالِ غنیمت جمع کرا دیں اور پھر خدا کے حکمِ تقسیم کا انتظار کریں۔ * .... (تفہیم)

جنگِ بدر کی عمومیّت

حضورِ اکرمؐ کو ہجرت کیے ہوتے ۲ دو سال ہو چکے تھے۔ مکّے والے اب بھی تنگ کر رہے تھے۔ اتنے میں خبر ملی کہ اُن موذی دشمنوں کا قافلہ پچاس ہزار اشرفیوں (دینار) کے مال سے لدا ہوا، شام سے مکّے جا رہا ہے، جو مدینے کے قریب سے گذرے گا۔ اور یہ مال پھر مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے استعمال ہوگا۔ صحابہ کرامؓ کو نفسیاتی اعتبار سے یہ خیال ہوا کہ دشمن کی شہ رگ کاٹ دینی چاہیے۔ کیونکہ مکّہ کوئی زراعتی شہر نہیں تھا۔ اُن کی ساری آمدنی کا دار و مدار تجارت پر تھا۔ پھر صحابہ کا تمام مال اور جائیدادیں بھی مکّے والوں نے چھین لی تھیں۔ غرض جب قافلے والوں کو مسلمانوں کا خوف ہوا تو انھوں نے مکّہ اطلاع بھیجی۔ مکّے والے مسلّح نو سو پچاس ۹۵۰ سپاہی لیکر نکلے۔ مسلمانوں کو خوف ہوا کہ کہیں مدینے پر حملہ نہ ہو جائے۔ اس لیے جنابِ رسولِ خداؐ صرف تین سو تیرہ ۳۱۳ ساتھیوں کے ساتھ نکلے۔ اِن میں کُل ستّر ۷۰ اونٹ اور دو گھوڑے تھے۔

یہ واقعہ ۲ رماہِ رمضان ۲ھ ہجری کا ہے۔ ادھر رسولؐ کو وحی ہوئی کہ فتح یقینی ہے۔ صحابہ کیونکہ صاحبِ وحی نہ تھے، سمجھے کہ مقابلہ شاید تجارتی قافلے سے ہوگا۔ اب جو مشرکین کا لشکرِ جرّار دیکھا تو ڈر ے۔ پھر قرآنی آیات سے اُن کے حوصلے بندھے۔ * .... (ماجدی)

ایک سوال اب رہا یہ سوال کہ مسلمانوں کو تجارتی قافلہ روکنے کا کیا حق پہنچتا تھا؟

اِس سلسلے میں زمانۂ حال کے ایک بین الاقوامی قانون کے ماہر (انٹرنیشنل لا) کے خیالات سنیے:

"(۱) ایک طرف تو قریش کا مسلمانوں پر بے پناہ مظالم توڑ کر اُنھیں جلا وطنی پر مجبور کرنا۔

(۲) پھر اُن کی تمام جائیدادوں پر ناجائز قبضہ کرنا۔ (۳) پھر اُن کے مسکن حبشہ جانے والوں کو گرفتار

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

کرنے کی کوشش کرنا۔ (۴) مدینہ والوں پر قریش کا دباؤ ڈالنا کہ مسلمانوں کو ہمارے حوالے کرو۔
اِن تمام باتوں کی وجہ سے مسلمانوں کو یہ حق پہنچتا تھا کہ وہ بھی قریش پر دباؤ ڈالیں اور اُن کے تجارتی قافلوں کو روکیں۔ یہی بدر کی لڑائی کا باعث ہوا۔ قریش کے قافلوں کو روکنا، ڈاکہ نہیں تھا۔ یہ ڈاکہ اُس وقت سمجھا جاتا، اگر قریشِ مکہ بے قصور ہوتے۔ اور قافلے کو روکنے والے حکومت نہ ہوتی، بلکہ کچھ الگ الگ لوگ ہوتے۔ ورنہ جب دو سلطنتوں میں کشیدگی ہوتی ہے تو جان، مال، بلکہ آبرو تک کے خلاف ہر فریق دوسرے فریق کو نقصان پہنچانے کا پورا پورا حق رکھتا ہے۔ * .... (ڈاکٹر حمید اللہ۔ "عہدِ نبوی کے میدانِ جنگ")

اِسی لیے قرآن میں فرمایا: " بِالْحَقِّ " یعنی: "جب آپؐ کے پالنے والے مالک نے آپؐ کو حق اور حکمت کے ساتھ آپؐ کے گھر سے (جنگ کے لیے) نکالا تھا۔" یعنی: آپؐ کا مدینے سے بدر کے لیے نکلنا برحق تھا۔"
* .... (تفسیر کبیر)

اب خدا کا فرمانا کہ: "مسلمانوں کی ایک جماعت کو جنگ گوارا نہ تھی۔"

یہ اِس لیے کہ کہاں ۳۱۳ اور کہاں ۹۵۰۔ جبکہ وہ ۹۵۰ پوری طرح مسلح بھی ہوں۔
* .... (ماجدی)

یُجَادِلُوْنَكَ : حالانکہ اُنھیں معلوم ہے کہ آپؐ اپنی مرضی سے کام نہیں کرتے، بلکہ وحیِ خدا ہوتی ہے نیز معجزات دیکھ کر بھی وہ آپؐ کی صداقت پر یقینِ کامل رکھتے ہیں۔ سختیوں سے گھبرا کر گھر میں پلٹنے کے بہانے بناتے ہیں اور آگے جانا اِس طرح سمجھتے ہیں گویا موت کے منہ میں دھکیلے جا رہے ہیں۔ ———— اور

جنگِ بدر کی پیش رفت یہ تھی کہ ابوسفیان چالیس اونٹوں کا قافلہ لے کر شام سے واپس پلٹ رہا تھا۔ اور اونٹوں پر قریش کا کافی مال بار تھا۔ حضورِ اکرمؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ ابوسفیان سے جا کر وہ مال زبردستی لے لو۔ بعضوں نے تو کھلے دل سے لبیک کہی (کیونکہ اُن کو یقین تھا کہ یہ خدا کا حکم ہے، اور جن کے یقین میں کمی تھی اُنھوں نے اِس حکم کو بوجھ محسوس کیا۔) پس وہ چار و ناچار نکلے۔ اُن کا ارادہ صرف ابوسفیان کے قافلے کا مال لینا ہی تھا۔ اُدھر ابوسفیان کو بھی خبر ہوگئی تو اُس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو حقیقتِ حال کی خبر دینے کے لیے مکہ بھیج دیا۔
* .... (ملخص از تفسیر انوار النجف ج ۲ صفحہ ۱۸۱)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَ اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۙ ﴿۷﴾

(حالانکہ یہ وہ وقت تھا کہ) جب اللہ تم لوگوں سے یہ وعدہ کر رہا تھا کہ (کفارِ مکہ کے) دونوں گروہوں (یعنی تجارتی قافلہ اور قریش کے لشکر) میں سے ایک گروہ ضرور تمہارے ہاتھ آجائے گا۔ مگر تم یہ چاہتے تھے کہ بغیر کیل کانٹے اور فوجی ساز و سامان والا (کمزور گروہ) تمہارے ہاتھ آجائے۔ مگر اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے احکامات سے حق کو حق ثابت کر دکھائے اور کافروں کی جڑ بنیاد تک کو کاٹ کر رکھ دے۔

فیصلہ کُن جنگ

محققین نے اس آیت سے ثابت کیا ہے کہ مسلمان مدینے سے مشرکوں کا تجارتی قافلہ لوٹنے کے لیے نہیں نکلے تھے، بلکہ مدینے کی حفاظت اور قریش کے لشکر سے فیصلہ کُن مقابلے کیلئے نکلے تھے۔ اب صرف یہ سوال یہ تھا کہ مقابلہ پہلے لشکر کا کیا جائے یا تجارتی قافلے کا۔ آخری رائے یہی طے پائی کہ لشکر ہی سے مقابلہ کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ لشکر ہی سے اصل خطرہ تھا کہ وہ مدینے پر حملہ کر دے گا۔ البتہ ایک گروہ مسلمانوں کا ایسا ضرور تھا جو لشکر سے مقابلہ کرنے سے کترا رہا تھا کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ لشکر سے مقابلہ کرنا موت کے منہ میں داخل ہونا ہے۔

لیکن حضورؐ کے سامنے فیصلہ کُن امر تھا کہ مشرکوں کے لشکر کا مقابلہ نہ کیا گیا تو لشکر مدینے پر حملہ کر کے سارے مسلمانوں کو قتل کر دے گا۔ گویا اب یہ فیصلہ کُن سوال سامنے تھا کہ اسلام کو باقی رہنا ہے یا نظامِ جاہلیّت کو۔؟ اگر مسلمان، لشکر کا مقابلہ نہ کرتے تو اسلام کے باقی رہنے کا کوئی سوال ہی نہ رہا تھا۔ حضورِ اکرمؐ کے اسی مقابلے کی وجہ سے اسلام کو قدم جمانے کا موقع ملا اور نظامِ جاہلیّت پے در پے شکست کھاتا چلا گیا۔ *.....(تفہیم)

مورّخین کا اس امر پر پورا اتفاق ہے کہ جنگِ بدر ایک فیصلہ کُن جنگ تھی۔ جمہوریۂ مکہ کی قسمت کا پانسہ اس جنگ نے ہمیشہ کے لیے اُلٹ دیا۔ اور دینِ اسلام کی جڑ (ہمیشہ کے لیے) جما دی۔

*..... (ماجدی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۚ ۸

(۸) تاکہ حق کو حق ثابت کر دے اور باطل کو تباہ و برباد کر ڈالے، چاہے مجرم اور بداعمال لوگوں کو کتنا ہی ناگوار اور ناپسند نہ ہو۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝ ۹

(۹) (یہ وہی وقت تھا کہ) جب تم لوگ اپنے پالنے والے مالک سے فریاد کر رہے تھے، تو اُس نے تمھاری فریاد سُن لی اور جواب دیا کہ میں تمھاری مدد لگاتار (پے در پے) ایکہزار فرشتے بھیج کر کروں گا۔

غزوۂ بدر میں حضورِ اکرمؐ کی دعا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، کہ:

غـزوۂ بدر میں حضورِ اکرمؐ نے جب مشرکوں کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت کو دیکھا تو قبلہ کی طرف رُخ کرکے اللہ سے دعا مانگی: "یا اللہ! اگر اِس چھوٹے سے گروہ کو تُو ہلاک کر دے گا، تو زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا"۔ حضورِ اکرمؐ اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے یہ دُعا مانگتے رہے، یہاں تک کہ آپؐ کے کاندھوں سے آپؐ کی چادر گر گئی۔ اُس وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔"

*...... (تفسیرِ صافی ص۱۹۰ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اِن ہزار فرشتوں ہی پر خدا کی مدد ختم نہیں ہو جائے گی۔ یہ تو صرف پہلی قسط ہے۔ اِس میں اور اضافے ہوتے رہیں گے۔ بعد میں تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتوں کو بھیجنے کا ذکر آیا ہے۔

*...... (تفسیر جلالین۔ فتح الرحمٰن۔ قرطبی)

تم خدا سے فریاد کرتے تھے اور طلبِ نصرت کرتے تھے، تو خدا نے تمھاری دعا کو مستجاب فرمایا۔ کہ میں ایکہزار فرشتے بھیج کر تمھاری مدد کروں گا، اُن کے پیچھے ایکہزار دوسرے ہوں گے۔ یعنی یہ تو تمھاری تسکین قلب کی خاطر ہی تھی، ورنہ کافروں کی تباہی کے لیے تو صرف ایک ہی فرشتہ کافی تھا جس طرح قومِ لوطؑ کو فرشتے کا ایک پر ہی کافی ہوا جس سے پوری بستی کا تختہ اُلٹ دیا گیا تھا۔ *...... (از تفسیر انوار النجف ج ۶ ص۱۸۵)

Presented by https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ (۱۰) لِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ع ۱۰ ع ۱۵

اور یہ (امدادِ غیبی تو) اس لیے تھی کہ یہ تمہارے لیے خوش کر دینے والی خبر بن جائے اور تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں۔ ورنہ (حق کی) مدد اور فتح تو خدا کے سوا کسی اور کے ہاں سے ہوا ہی نہیں کرتی یقیناً اللہ بڑا ہی زبردست، غالب اور بالکل ٹھیک ٹھیک دانائی کے ساتھ کام کرنے والا ہے۔

خدا نے مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتوں کو وسیلہ قرار دیا

اگر خدا چاہتا تو بغیر فرشتوں کی مدد کے کافروں کو تباہ و برباد کر دیتا۔ لیکن خدا نے مسلمانوں کی مدد اپنے رسولؐ کی دعا قبول فرمائی اور فرشتوں کو وسیلہ قرار دیا۔ اور ذوالفقار حیدری وسیلہ بن گئی۔ یہ اُس کی مرضی ہے۔

★ بتایا جا رہا ہے کہ یہ کوئی اصول نہیں ہے کہ ہمیشہ فرشتے ہی مدد کے لیے آجایا کریں گے۔ یہ تو اس دفعہ ہوگیا۔ مگر آئندہ یہ ضروری نہیں۔ اصل فتح عطا کرنے والا تو خدا ہے، فرشتے تو صرف ایک ذریعہ (وسیلہ) ہیں۔ خدا چاہے تو صرف ایک فرشتے سے یا کسی اور طرح فتح کرا دیتا۔ وہ فتح دلانے کے لیے بہت کافی ہے۔ جس طرح قومِ لوطؑ کو صرف ایک فرشتے نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔ ★..... (مجمع البیان۔ فصل الخطاب)

خدا "عزیز" (یعنی) غالب ہے۔ اور عزیز بھی۔ یعنی اپنے بل پر ہر کام کرنے والا ہے لیکن کبھی وہ براہِ راست کام انجام دیتا ہے اور کبھی اسباب اور واسطوں کے ذریعے کام انجام دیتا ہے۔ ★.... (ماجدی)

خدا کا فرمانا کہ: "یہ امدادِ غیبی اس لیے تھی کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں"۔ اس سے معلوم ہوا کہ فطرتاً دل کو تسلی اسبابِ ظاہری (وسیلے) ہی سے ہوتی ہے۔ مگر ساتھ ہی فرما دیا کہ "مدد اور فتح تو خدا کے سوا کسی اور کے ہاں سے ہوا ہی نہیں کرتی۔ یعنی کہیں تم وسائل پر تکیہ نہ کر لینا۔ ★...... (قرطبی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝ (۱۱)

اور وہ وقت جب خدا نے تم پر اپنی طرف سے نیند یا غنودگی کو طاری کر دیا تھا، تاکہ تم پر اطمینان اور بے خوفی کا عالم طاری رہے اور آسمان سے تم پر پانی بھی برسا رہا تھا، تاکہ اُس کے ذریعے تمہاری پاکی اور طہارت کا سامان فراہم کر دے اور تم سے شیطانی خیالات کی نجاست کو بھی دور کر دے اور تمہاری ہمت بندھا کر تمہارے دلوں میں سکون اور مضبوطی پیدا کر دے اور اس طرح تمہارے قدموں کو جما دے۔

بارش کے پانی میں شفا ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امیر المومنین سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا: "بارش کا پانی پیو کہ وہ بدن کو پاک کرتا ہے اور امراض کو دور کرتا ہے۔"

پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ * . . . . . . (تفسیر صافی صفحہ ۱۹ بحوالہ کافی)

محققین نے آیت سے نتیجہ نکالا کہ: میدانِ جنگ میں یا خطرات میں نیند بھی اللہ کی ایک نعمت ہوتی ہے۔

کیونکہ جب تک دشمن کا دل میں خوف ہوتا ہے نیند نہیں آتی۔

شیطانی خیالات کی نجاست

"رِجْزَ الشَّيْطٰنِ" یعنی شیطانی خیالات کی نجاست' سے یہاں مراد خباثت ہے۔ کیونکہ جنگِ بدر کے موقع پر کچھ لوگوں کو احتلام ہو گیا تھا، اور کیونکہ پانی پر کافروں کا قبضہ تھا اس لیے شیطان نے اُن کے دلوں میں یہ خیال ڈالا کہ تمہاری کیا مدد کی جا رہی ہے؟ جبکہ پانی تک تو تمہارے قبضے میں نہیں ہے۔ اور تم بخیالِ خود خدا کے دوست بھی ہو جبکہ اللہ کا رسولؐ بھی تمہارے درمیان موجود ہے۔ اس کے باوجود اب تم کو نماز بھی حالتِ نجاست میں پڑھنی پڑے گی۔ ایسے خیالات کی وجہ سے وہ ڈرنے لگے۔ اس پر خدا نے ایسی بارش نازل فرمائی جو ساری رات برستی رہی۔ مسلمان ایسی جگہ اُترے تھے جہاں ریت کے ٹیلے تھے، اس لیے وہاں پاؤں ریت میں دھنستے تھے جبکہ کافروں کا لشکر جہاں اترا تھا وہ میدان تھا، اُنکے قدم جمے ہوئے تھے کمانیں زمین پر ٹیک کر چلانے کی سہولیت تھی۔ لیکن

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

بارش ہوجانے سے معاملہ بالکل برعکس ہوگیا۔ کفار کی طرف کیچڑ ہوگئی، اور مسلمانوں کی طرف ریت بارش کی وجہ سے جم گئی، کمانیں چلانے میں آسانی ہوگئی، مسلمانوں نے غسل بھی کیا اور خوب پیاس بجھائی اور پانی ذخیرہ کرلیا۔ سواریوں کو بھی خوب پانی پلایا، اور اس طرح خدا کی غیبی امداد ملنے کی وجہ سے وہ مطمئن ہوگئے، اور اُن کے شکوک بھی دور ہوگئے۔

اس طرح اُن کے قدم جنگ میں جم گئے۔ کیونکہ اُن کو سکونِ قلب بھی حاصل ہوا جس کے سبب سے اُن کو نیند بھی خوب آئی۔
*...... (تفسیر صافی صفحہ ۱۹۔ تفسیر تبیان)

* کیونکہ فرشتوں کو اس سے پہلے جنگ کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ شاید قدرت اُن کو جنگ کرنے کا طریقہ بتا رہی ہے۔ (تبیان)

* یہ بھی کہا گیا کہ کافروں کی گردنوں پر ضرب لگانے کا حکم فرشتوں کو نہیں، بلکہ مسلمانوں کو دیا جا رہا ہے۔

* اب کیونکہ مشرکین کی گردنوں کے مارنے کا ذکر آیا تو اس حوالے سے ضروری سے خطاب فرمایا گیا کہ "اب اپنے کرتوت کا مزہ چکھو"۔ اس کو عربی ادب میں "صنعتِ التفات" کہتے ہیں۔ یعنی کسی سے ایک انداز میں بات کرتے کرتے یکایک تخاطب کا رُخ بدل دینا۔ * ...... (تفسیر تبیان)

* غرض خدا نے ایسی شدتِ خوف کے عالم میں مسلمانوں کے دلوں کو ایسے اطمینان سے بھر دیا کہ اُن کو نیند اچھی طرح آنے لگی۔ اور یہاں شیطان کی ڈالی ہوئی نجاست سے مراد وہ گھبراہٹ کی کیفیت تھی جس میں مسلمان شروع میں مبتلا تھے

بدر کا واقعہ اور مسلمانوں کی پریشانی

اصل بات یہ تھی کہ بدر میں مشرکین پہلے جا پہنچے تھے۔ اور انھوں نے پانی پر قبضہ کرلیا تھا مسلمان بعد میں پہنچے اور ایک خشک ریگستان میں اُترے، جہاں پانی نہ ہونے کی وجہ سے پیاس کی شدت بھی تھی اور نماز کے وقت غسل اور وضو بھی ممکن نہ تھا۔ تیمم کا حکم اسی وقت نازل ہوا۔

پھر ریگستان میں پاؤں دھنستے تھے۔ ان باتوں کی وجہ سے دل سخت پریشان ہوتے اور شیطان نے اپنا کام شروع کردیا، کہ اگر تم لوگ خدا کے پسندیدہ ہوتے تو ایسی پریشانی میں کیوں پھنستے؟ خدا نے بارش نازل کردی جس سے خوب پانی میسر آگیا اور ریت جم گئی۔ اِدھر کفار نرم زمین پر تھے اس لیے وہاں کیچڑ ہوگئی۔ اس طرح سارے شکوک شبہات دور ہوگئے، بے چینی جاتی رہی؛ راحت ہوگئی۔ اسی لیے نیند بھی آئی۔
*۱ .... (تھانوی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

اِذْ يُوحِي رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ؕ ۱۲

(۱۲) اور وہ وقت جب تمھارا پالنے والا مالک فرشتوں کو اشارہ کررہا تھا کہ: "میں تمھارے ساتھ ہوں۔ تم ایمانداروں کو ثابت قدم رکھ کر جمائے رکھنا۔ میں ابھی کافروں کے دلوں میں رُعب ڈالے دیتا ہوں۔ تو تم اُن کی گردنوں پر کاری ضربیں مارو اور اُن کے ہر ہر جوڑ پر خوب چوٹیں لگاؤ۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ۱۳

(۱۳) یہ (حکم) اِس لیے ہے کہ اُن لوگوں نے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی مخالفت کی جو بھی اللہ اور اُس کے رسولؐ کی مخالفت کرے گا تو بلاشبہ اللہ بھی سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ۝ ۱۴

تو' لو یہ ہے تم لوگوں کی سزا۔ اب اِس کا مزہ چکھو۔ اور (یہ بھی جان لو) اصل میں حق کے انکار کرنے والوں کی سزا تو جہنم کی آگ ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۚ ۱۵

(۱۵) اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب تمھاری کافروں سے لشکر صورت میں مُٹھ بھیڑ (جنگ) ہو، تو تم اُن کے مقابلے میں پیٹھ نہ پھراؤ۔ (بھاگو نہیں)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ (۱۶) اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ۱۶

اور جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیری تو وہ اللہ کے غیظ و غضب میں گھر جائے گا اور اُس کا ٹھکانا جہنّم ہوگا جو بہت ہی بُری پلٹنے کی جگہ ہے۔ سوا اس کے، کہ وہ جنگی چال کے طور پر کسی طرف ہٹ کر پینترا بدل رہا ہو یا کسی (اپنی) دوسری فوج سے جا ملنے یا پناہ لینے کے لیے ایسا کر رہا ہو (جگہ چھوڑ رہا ہو)۔

میدانِ جنگ سے فرار بدترین گناہ ہے

جنگ میں تدبیر کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے، کہ دشمن کو دھوکہ دینے کے لیے فوجیں پیچھے ہٹتی ہیں۔ اِس طرح دشمن آگے بڑھتا ہے اور پھر گھیرے میں آجاتا ہے ایسا پیچھے ہٹنا فرار میں داخل نہیں ہوتا۔ یہ جنگی تدبیر کہلاتی ہے۔ ★ ...... (جلالین)

آلِ محمدؐ کی روایات کے اعتبار سے کسی بھی اسلامی جنگ میں میدان سے بھاگنا خدا کے غضب کا سبب بنتا ہے اور اکبر الکبائر یعنی بڑے سے بڑے گناہوں میں سے ایک ہے۔
★ ...... (تفسیر تبیان مطابق حدیثِ امام جعفر صادقؑ)

میدانِ جہاد سے فرار کو بڑے سے بڑے گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔ " شرک، والدین کی نافرمانی اور میدانِ جہاد سے بھاگنا، وہ گناہ ہیں کہ جن کے ہوتے ہوئے کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی "۔ ★..... (الحدیث)

اِس فعل کو اتنا بڑا گناہ اِس لیے قرار دیا گیا ہے کہ نہ صرف یہ کہ یہ ایک بُزدلانہ عمل ہے، بلکہ ساتھ ساتھ ایک بھگوڑا سپاہی ساری فوج کو بدحواس کرکے بھگا سکتا ہے۔ اِس لیے ایک بھگوڑے کا بھاگنا پورے ملک اور قوم کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ★ ...... (تفہیم)

اسی لیے فقہاء نے اس آیت سے نتیجہ اخذ کیا کہ: میدانِ جہاد سے بھاگنا بہت بڑا گناہ ہے جو تباہ کُن ہے۔ فرار کرنے والا اگر قتل بھی ہو جائے تو اُس کو شہادت کا مرتبہ نہیں ملے گا۔ میدان سے بھاگنا اُس وقت بھی جائز نہیں جب سالارِ لشکر تک بھاگ کھڑا ہو۔ ★ ...... (قرطبی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (۱۷)

پس (حقیقت تو یہ ہے کہ) تم لوگوں نے اُن (کافروں) کو قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ نے اُن کو قتل کیا۔ اور آپؐ نے اُن پر جب مٹھی بھر خاک پھینکی، تو (اصل میں وہ) آپؐ نے نہیں پھینکی، بلکہ اللہ نے پھینکی۔ اور یہ اِس لیے تھا، تاکہ اللہ مومنوں کو ایک اچھی آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گذار دے۔ یقیناً اللہ تو بہتر سُننے والا (اور) خوب جاننے والا ہے۔

کافروں کو تم نے نہیں، بلکہ اللہ نے قتل کیا

بعض اصحاب فخر کرتے تھے کہ ہم نے اِتنے کچھ مشرکین کو قتل کیا۔ اِس کے جواب میں اُن کے فخر کو توڑنے کے لیے خدا نے ارشاد فرمایا کہ: "تم نے اُن کو قتل نہیں کیا، بلکہ خدا نے اُن کو قتل کیا۔" کیونکہ خدا نے اپنے فرشتے رسولؐ کی مدد اور اُن لوگوں کو قتل کرنے کے لیے بھیجے تھے۔ کافروں کے دلوں میں رُعب بھی خدا ہی نے ڈالا تھا۔ اور تمھارے دلوں کو بھی اللہ ہی نے قوی کیا تھا۔ .... (تفسیر صافی ص۱۹۴)

کنکریاں آپؐ نے نہیں، بلکہ اللہ نے پھینکیں

جب قریش اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ لڑنے کے لیے آئے تو جبرئیل نے جناب رسولِ خداؐ سے عرض کی کہ، آپؐ مٹھی بھر مٹی اُن کی طرف پھینک دیجیے۔ حضور اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ ایک مٹھی کنکریاں جو بہت چھوٹی چھوٹی ہوں، ڈھونڈ کر لے آؤ اور مجھے دو۔ پھر حضورؐ نے وہ کنکریاں قریش کے چہروں کی طرف پھینک دیں۔ اور فرمایا: "شَاهَتِ الْوُجُوْهُ" یعنی: (چہرے غبار آلود ہو جائیں) پھر کیا تھا، کوئی ایک مشرک نہ بچا جس کی آنکھوں میں وہ مٹی نہ پڑی ہو۔ وہ سب اپنی آنکھوں میں مشغول رہے اور مومنین نے حضورؐ کے حکم سے حملہ کر دیا۔ مشرکوں کو قتل بھی کیا اور قید بھی کیا۔ اور

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

اِس طرح شکست دی۔ اب جو مسلمان پلٹ کر آئے تو فخر کرنے لگے۔ ہر ایک کہتا تھا کہ میں نے فلاں فلاں کو قتل کیا۔ اُس وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں سمجھایا گیا کہ "تمھاری فتح کا اصل سبب تمھاری بہادری نہیں، بلکہ حضورِ اکرمؐ کا مشرکوں کی طرف خاک پھینکنا تھا؛ جس کے ظاہری فاعل تو رسولِ خداؐ تھے اور باطنی اثر بخشنے والا خدا تھا۔ اِس لیے حقیقتاً خدا نے اُن کو قتل کیا۔
*...... (تفسیر صافی صـ۱۹۴ بحوالہ تفسیر قمی)

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ: فاعلِ حقیقی اور موثرِ اصلی صرف اللہ کی ذات ہے۔ اگرچہ عالمِ اسباب میں خدا اسباب سے کام ضرور لیتا ہے آلہ کے طور پر۔
*......... (قرطبی)

★ یہی بات یہاں سمجھائی جا رہی ہے کہ: "جنگ جو فتح ہوئی ہے وہ تمھاری طاقت، قوّت اور امداد، اعداء کو قتل کرنے کی وجہ سے فتح نہیں ہوئی۔ یہ تو اللہ کی ذات نے تمھیں فتح عطا فرمائی ہے۔
*...... (ابنِ کثیر)

★ مقصد یہ ہے کہ تمھارے بس میں نہ تھا کہ خاک کا ہر ذرّہ ہر کافر کی آنکھ میں پہنچا دو۔ یہ خدا کی قدرت کا معجزانہ عمل تھا کہ تمھاری مٹھی بھر خاک ہر مشرک پر آنکھ کا کانٹا بن گئی، اور ہر ذرّہ کام دکھا گیا اِس لیے حقیقتاً وہ مٹی آپؐ نے نہیں پھینکی، بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔
*...... (جصاص۔ بیضاوی)

★ مسلمانوں سے قتل کی نفی کر کے اپنی طرف نسبت اِس لیے دی کہ درحقیقت فتح کے اسباب بنانے والا تو وہی ہے، اور اُسی کی مہربانی سے مسلمان باوجود کم تعداد میں ہونے کے مشرکین کی کافی جمعیّت پر غالب آگئے تھے۔" وَمَا رَمَيْتَ ... " حضورؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: ایک مٹھی مٹی کی اُٹھا کر دو۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے ایک مٹھی مٹی اُٹھا کر دی جس میں سنگریزے بھی تھے۔ پس "شَاهَتِ الْوُجُوهُ" کہہ کر کفار کی طرف پھینکی، تو کوئی مشرک نہ بچا جس کی آنکھ، ناک یا منہ میں وہ نہ پڑی ہو۔

"لِيُبْلِيَ" کے معنی "مصیبت" بھی ہیں اور "احسان" بھی۔ اور یہاں اس کے معنی "احسان" کے ہیں۔
*...... (تفسیر انوار النجف ج ۷ صـ۱۹۱)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ۱۸

(۱۸) یہ خدا کا فضل و کرم تو تمھارے ساتھ ہے) اور خدا منکرینِ حق کی چالوں کو کمزور کرکے رہے گا۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ۱۹ ع

(۱۹) (تو اب منکرینِ حق سے کہدو) اگر تم فیصلہ ہی چاہتے تھے تو لو فیصلہ تو تمھارے سامنے آگیا۔ اگر اب بھی تم باز آجاؤ تو یہ تمھارے ہی لیے بہتر ہے۔ اور اگر پھر تم وہی کروگے، تو پھر ہم بھی اُسی سزا کا اعادہ کریں گے۔ اور تمھاری جمعیت چاہے تعداد میں کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو وہ تمھارے کچھ بھی کام نہ آسکے گی (کیونکہ) بلاشبہ خدا تو مومنوں کے ساتھ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ۚ ۲۰

(۲۰) اے ایمان لانے والو! اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے رہو۔ اور اُن کا حکم سُننے کے بعد اُس سے منہ نہ موڑو۔

(آیت ۱۹) اس آیت کا خطاب کافروں سے ہے کیونکہ روزِ بدر ابوجہل نے یہ دعا کی تھی کہ: "اے خدا! جو ہم میں ظالم ہے اُس کو شکست دے، اور جو حق پر ہو اُس کو فتح عطا فرما۔" خدا نے فرمایا: "یہ تو خود تمھاری دعا تھی کہ جو حق پر ہو اُس کو فتح ہو، اس لیے حق والوں کی فتح ہوئی۔" ★..... (تبیان، جلالین بقول الحسن و مجاہد، و الزہری، و الضحاک و السدی، و قرطبی)

★ ابوجہل نے دعا مانگی تھی: "اے اللہ! ہمارا دین پُرانا، اور محمدؐ کا دین نیا ہے پس جو دین ان دونوں میں سے اچھا ہے، تو اُس کو فتح دے پس ارشاد فرمارہا ہے کہ: "تم نے اچھے دین کی نصرت مانگی تھی، تو خدا نے فتح دی۔ اب اگر باز آجاؤ تو ٹھیک ہے ورنہ اگر پھر تم شرارت کروگے تو ہم پھر تمھیں ذلیل کریں گے۔ اور یہاں تمھاری جمعیت کام نہ آئے گی۔ ★......... (تفسیر انوار النجف ج ۷ ص ۱۹۱، ۱۹۲)

Presented by https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا (۲۱) اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ کہتے تو یہ
وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ ۲۱ ہیں کہ ہم نے سُنا، حالانکہ وہ کسی کی سُنتے ہی نہیں ہیں۔

مسلمانوں کو تنبیہ ہو رہی ہے

آیت کا مقصد مسلمانوں کو متوجّہ کرنا ہے کہ تم منافقین اور اہلِ کتاب کی بُری خصلتوں سے بچو اور اُن کے ساتھی نہ بنو۔ ★ . . . . . (فصل الخطاب)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اِس آیت کے مخاطب مشرکین ہیں۔ ★ . . . . . . (جلالین)

مگر یہ جملہ مشرکین پر منطبق ہی نہیں ہوتا۔ ★ . . . . (فصل الخطاب)

یہاں سننے سے مراد

غرض یہاں سُننے سے مراد، وہ سُننا ہے جو ماننے اور قبول کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ اشارہ اُن منافقین کی طرف ہے جو ایمان کا زبان سے اقرار تو کرتے تھے، مگر خدا کے احکام کی اطاعت سے منہ موڑ لیتے تھے۔ ★ . . . . . . (تفہیم)

ایمان اور عمل

فقہاء، عُرفا اور اخلاق کے ماہرین نے اِس آیت سے یہ نتیجہ نکالا، اگر ایمان کا اثر مومن کی عملی زندگی پر بالکل نہیں پڑتا، تو محض یہ صرف زبانی دعویٰ ہی دعویٰ ہے، جو بے کار ہے۔ جب وہ اپنے ایمان کے سبب سے خدا کی عملی اطاعت کرتا ہے، تب وہ مومن کہلانے کا مستحق بنتا ہے۔ ★ . . . . . . (قرطبی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا:

"اَلْاِيْمَانُ هُوَ الْعَمَلُ" یعنی: ایمان عمل کا نام ہے۔ (الحدیث) ★ . . . . (تحف العقول)

حضرت امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا: "اَلْاِسْلَامُ هُوَ التَّسْلِيْمُ وَ التَّسْلِيْمُ هُوَ الْيَقِيْنُ وَ الْيَقِيْنُ هُوَ التَّصْدِيْقُ وَ التَّصْدِيْقُ هُوَ الْاِقْرَارُ، وَ الْاِقْرَارُ هُوَ الْاَدَآءُ، وَ الْاَدَآءُ هُوَ الْعَمَلُ" یعنی: اسلام سرِ تسلیم خم کرنے کا نام ہے، اور سرِ تسلیم خم کرنا یقین ہے، اور یقین تصدیق ہے، اور تصدیق نام ہے اعتراف کا، اور اعتراف، فرض کی بجا آوری ہے، اور فرض کی بجا آوری ہی عمل ہے۔

★ . . . . (نہج البلاغہ)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ (۲۲) الصُّمُّ الۡبُكۡمُ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ۝ ۲۲

یہ حقیقت ہے کہ خدا کے نزدیک بدترین قسم کے چلنے پھرنے والے وہ بہرے اور گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام ہی نہیں لیتے۔

وَلَوۡ عَلِمَ اللّٰهُ فِيۡهِمۡ خَيۡرًا (۲۳) لَّاَسۡمَعَهُمۡ‌ وَلَوۡ اَسۡمَعَهُمۡ لَتَوَلَّوْا وَّهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ۝ ۲۳

اور اگر اللہ اُن میں ذرا سی بھی بھلائی جانتا تو ضرور اُن کو سننے کی توفیق عطا فرماتا ' لیکن اگر وہ اُن کو (حق بات) سُنوا بھی دیتا تو وہ ضرور بے پروائی کے ساتھ منہ پھیر جاتے۔

عقل سے کام نہ لینے کی مذمت

(آیت ۲۲) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، کہ: جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "یہ آیت (خاص طور پر اوّلین معنی میں) بنی عبد الدّار کے بارے میں نازل ہوئی۔ اُن میں سوائے مصعب ابن عمیر اور اُن کے ایک حلیف کے کوئی شخص داخلِ اسلام نہیں ہوا۔ (لیکن عام معنی میں ہر وہ شخص اس آیت کا مصداق ہے جو عقل سے کام نہیں لیتا۔) ......٭ (تفسیر صافی ۱۹۵ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

انسان میں اصل بھلائی ؟

(آیت ۲۳) حقائق سُنانے کا حکم خاص طور پر اُن کے لیے دیا جا رہا ہے ' جو حق سننے کی طلب رکھتے ہیں، حق بات کا اثر قبول کرتے ہیں۔ اس صفت کو آیت میں "خیر" یعنی بھلائی یا خوبی کہا گیا ہے۔ ایسے ہی لوگ خدا کی آیات سُنائے جانے کے مستحق ہیں۔ ٭...... (تفسیر تبیان)

٭ جن میں طلبِ حق اور اثر پذیری کی صفت ہی نہیں ہوتی' وہی اس آیت کے مصداق ہیں۔ ٭..... (فصل الخطاب)

٭ کہتے ہیں، کفار نے عذر پیش کیا تھا کہ اگر قصی بن کلاب کو آپؐ زندہ کر دیں اور وہ زندہ ہو کر آپؐ کی نبوّت کی گواہی دیں' اور ہم سُنیں تو ہم آپؐ کی اتباع کریں گے۔ خدا اُن کی تردید میں ارشاد فرما رہا ہے کہ اگر اُن کی نیت بخیر ہوتی تو میں اُن کو قصی بن کلاب کی تصدیق سنوا دیتا ' لیکن یہ لوگ تو ضدّی ہیں ' ویسے کے ویسے ہی رہیں گے۔ ....(تفسیر انوار النجف ج ۶ ص ۱۴۳)

٭ محققین نے لکھا کہ: اللہ کے علم میں کسی چیز کے نہ آنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ چیز کہیں موجود ہی نہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ○ ۲۴

(۲۴) اے ایمان لانے والو! اللہ اور اُس کے رسولؐ کی آواز پر جواب دو (لبیک کہو) جب وہ تمھیں اُس چیز کی طرف بلائیں جو تمھیں زندہ کردے گی۔ اور یہ جان رکھو کہ اللہ انسان اور اُس کے دل کے درمیان حائل (ہوکر آڑ بن جاتا) ہے۔ اور اُسی کی طرف تم جمع بھی کیے جاؤ گے

جنت کی ابدی زندگی ضمانت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:
جناب رسولِ خداصؐ نے فرمایا کہ اِس آیت میں "زندگی بخشے" سے مراد جنت کی ابدی زندگی ہے۔"

ولایتِ علیؑ جنت کی ضمانت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ:
" اِس آیت میں رسولِ خداصؐ کا لوگوں کو حضرت علیؑ کی ولایت کی طرف بُلانا بھی مراد ہے، کہ جب وہ تمھیں علیؑ کی ولایت قبول کرنے کے لیے بلائیں تو تم رسولؐ کی پیروی کرنا اور علیؑ کی ولایت (سرپرستی) کو قبول کرنا۔ یہ قبول کرنا تمھارے معاملات کو خراب نہ ہونے دے گا۔ کیونکہ علیؑ کی ولایت عدل و انصاف کو قائم رکھے گی اور اِسی لیے بالآخر تم جنت میں پہنچ جاؤ گے۔ *........ (تفسیر صافی ص۱۹۵ بحوالہ کافی)

خدا کا حائل ہونا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداصؐ نے فرمایا کہ: "مومن اور اُس کے گناہ کے درمیان خدا حائل ہوجاتا ہے" تاکہ وہ جہنم میں نہ جانے پائے یاد رکھو! کہ اعمال کی جانچ اُن کے انجام سے کی جائے گی۔" *.....(تفسیر صافی ص۱۹۵ بحوالہ تفسیر قمی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداصؐ نے فرمایا: "خدا کے انسان اور اُس کے قلب کے درمیان حائل ہونے کی وجہ سے ہمیشہ کوئی شخص حق کو باطل، اور باطل کو حق نہیں سمجھے گا"۔

(یعنی ہر شخص کا دل حق کو حق اور باطل کو باطل کبھی نہ کبھی ضرور سمجھے گا، خواہ ظاہراً اُسے قبول نہ کرے)
*......... (التوحید و تفسیر عیاشی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

اِس آیت میں دین کی دعوت قبول کرنے کی طرف رغبت دلائی گئی ہے جو حیاتِ ابدی کا پیغام ہے۔
* ۔۔۔۔۔ (جلالین)

یعنی: جب تم دین کی دعوت پر لبیک کہو گے تو خدا کی توفیقات تمہارے شاملِ حال ہو جائیں گی، اور اگر دین سے منھ پھیرو گے تو خدا کی توفیقات بھی تم سے پھر جائیں گی۔ اِسی بات کو اس طرح فرمایا ہے کہ: "اللہ انسان کے اور اُس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے"۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے آیت کا مطلب یوں لکھا:۔

" یعنی حکم بجا لانے میں دیر نہ کرو۔ شاید اُس وقت دل ایسا نہ رہے۔ اللہ اوّل کسی کے دل کو روکتا نہیں۔ اور مُہر نہیں کرتا، لیکن، جب بندہ کاہلی کرے تو اُس کی جزا میں روک دیتا ہے، یا ضد کرے، حق پرستی نہ کرے تو (دل پہ) مہر کر دیتا ہے" * ۔۔۔۔۔ (موضح القرآن)

حضور اکرمؐ کا احترام

یہ بات قابلِ غور ہے کہ قرآن میں تمام ایسے مواقع پر حضورؐ کا نام نہیں لیا گیا، بلکہ نام لینے کے بجائے رسولؐ یا الرسولؐ فرمایا گیا۔ یہ اس لیے تاکہ آپؐ کی رسالت (پیغمبری) کی حیثیت نمایاں ہو اور اِس طرح یہ بات واضح ہو جائے کہ جنابِ رسولِ خداؐ کا بلانا بھی اللہ ہی کا بلانا ہوتا ہے۔ (بقول مولانا رومؒ)

؎ " گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ؛ گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود "

یعنی: (آنحضرتؐ کا بولنا، کلام کرنا، اللہ کا بولنا، کلام کرنا ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ آواز اللہ کے ایک بندے کے حلق سے کیوں نہ نکلے۔)

نفاق سے بچنے کے دو طریقے

ایک تو یہ کہ انسان یہ سمجھے کہ دین کا معاملہ براہِ راست خدا سے وابستہ ہے، جو دلوں کا حال پوری طرح سے جانتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ ہمیں بالآخر خدا ہی کے پاس اپنے تمام اعمال کا حساب دینے کے لیے جانا ہے۔ اِس حساب کتاب سے بچنا کسی طرح ممکن نہیں۔ جتنے یہ دو عقیدے مضبوط ہوں گے، اُتنا ہی انسان نفاق، فسق و فجور، ظلم و عدوان، کفر و شرک سے بچ جائے گا۔ اسی لیے قرآن نے منافقوں کے سلسلے میں یہی دو باتیں بار بار دہرائی ہیں۔

* ۔۔۔۔۔۔ (تفہیم)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ (۲۵) اور بچو اُس فتنہ (بلا و آزمائش) سے کہ جو
الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً لازمی طور پر صرف اُنہی لوگوں سے مخصوص نہ رہیگا
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ جو تم میں ظلم و گناہ کرنے والے ہیں (بلکہ وہ ظالموں
الْعِقَابِ ۞ ۲۵ کو نہ روکنے والوں اور اُن کا ساتھ دینے والوں کو بھی اپنی
لپیٹ میں لے گا کیونکہ) جانے رہو کہ خدا بڑی ہی سخت سزا دینے والا ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت

مطلب یہ ہے کہ وہ فتنہ عام ہوگا اور اُس کا نقصان سب کو پہنچے گا۔ اِس جگہ فتنہ کا سبب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سُستی کرنا آپس میں پھوٹ ڈالنا اور بدعتیں پھیلانا ہے۔ * .... (تفسیر صافی ص۱۹۵)

محققین نے لکھا 'بلا جو آتی ہے وہ چاہے ایک طبقے کی بداعمالی کے سبب سے آئے، مگر وہ سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ * .... (تفسیر تبیان)

اِس لیے ضروری ہے کہ خود بھی برائیوں اور مظالم سے بچیں اور جو لوگ ظلم کریں، اُن کو روکنے کی کوشش ضرور کریں۔ * .... (فصل الخطاب)

* ———————— ورنہ اجتماعی فتنے پوری سوسائٹی کو لے ڈوبتے ہیں۔

جس طرح شہر میں اگر گندگی کہیں کہیں جمع ہو تو اُس کا اثر اُسی علاقے پر پڑے گا۔ لیکن اگر گندگی عام ہو جائے اور کوئی شخص یا ادارہ صفائی کا انتظام نہ کرے تو پھر گندگی عام ہو جاتی ہے۔ زمین پانی، ہوا، گھر، سڑک، بازار ہر چیز گندی ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گندگی کی لپیٹ میں صرف گندگی پھیلانے والے ہی نہیں آتے صرف گندہ رہنے والے ہی نہیں آتے، بلکہ سب کے سب گندگی کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔

یہی حال اخلاقی نجاستوں کا بھی ہے۔ اگر اخلاقی خرابیاں انفرادی طور پر چند لوگوں میں ہیں تو وہ نیک لوگوں کی نیکیوں سے دبی رہتی ہیں۔ اُن کے نقصانات محدود رہتے ہیں لیکن جب سوسائٹی کا اجتماعی ضمیر کمزور ہو جاتا ہے تو بُرائیاں علانیہ ہونے لگتی ہیں۔ اچھے لوگ Passive رول اختیار کر لیتے ہیں یعنی وہ اجتماعی (بُرا کردار)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

برائیوں کو خاموشی سے برداشت کرنے لگتے ہیں. پھر پوری سوسائٹی گندی ہو جاتی ہے۔ پھر جب خدا کا عذاب آتا ہے تو اچھوں، بُروں سب کو نشانہ بنا لیتا ہے۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ (۱) اسلامی تعلیمات کے مطابق جرم اور مجرم کے مقابلے میں سستی کرنا بھی جرم ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ جس طرح اپنی اصلاح کے لیے خدا کی اطاعت کرنا واجب ہے، اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ حتی الامکان پوری طرح دوسروں کی اصلاح کی بھی کوششیں کرے۔ ترکِ اختلاط، یا دل نفرت کرنا صرف آخری درجہ ہے۔ اِس لیے اصلاح کی کوششوں میں سستی نہ کرو، یہ سستی موجبِ عذاب ہے۔

*...... (تھانوی)

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً ؛ یعنی: اور ڈرو فتنہ سے، ورنہ یہ فتنہ اُنہی لوگوں کو پہنچے گا جو ظالم ہوں گے۔

اور تقدیرِ عبارت اِس طرح ہے کہ: "لَا تَتَعَرَّضُوْا فِتْنَةً فَتُصِيْبَنَّكُمْ"

اے عمّارؓ! علیؑ کی اطاعت میری اطاعت ہے

تفسیر مجمع البیان میں ابوایوب انصاری سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے عمّار کو فرمایا: "میرے بعد فتنے ہوں گے، خوں ریزی ہوگی، اور تلوار چلے گی۔ پس ایسے حالات میں تم علیؑ کا دامن تھام لینا۔ اگر تمام لوگ ایک وادی میں جا رہے ہوں اور علیؑ دوسری وادی میں ہو، تو تم تمام لوگوں کو چھوڑ کر اُسی وادی میں جاؤ جس میں علیؑ ہو۔ اے عمّار! علیؑ تجھے ہدایت سے نہ ہٹائے گا، اور گمراہی میں نہ ڈالے گا۔ اے عمّار! علیؑ کی اطاعت، میریؐ اطاعت ہے اور میریؐ اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔"

تفسیر بُرہان میں بطریقِ مخالفین ابنِ مسعود سے ایک روایت حضرت رسالت مآبؐ سے نقل کی ہے کہ:

آپؐ نے ابنِ مسعود کو فرمایا: "جس نے میری مسند کے بارے میں علیؑ پر ظلم کیا گویا وہ میری اور تمام انبیاء کی نبوّت کا منکر ہے۔"

"شواہد التنزیل" میں ہے: مَنْ ظَلَمَ عَلِيًّا مَقْعَدِيْ هٰذَا بَعْدَ وَفَاتِيْ فَكَاَنَّمَا جَحَدَ بِنُبُوَّتِيْ وَنُبُوَّةِ الْاَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ (الحدیث)

(جس نے اِس مسند کے متعلق میری وفات کے بعد علیؑ پر ظلم کیا تو گویا اُس نے میری نبوت اور مجھ سے پہلے کے تمام انبیاء کی نبوت سے انکار کیا۔)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ (۲۶) اور یاد کرو وہ وقت جب تم تھوڑے سے تھے
مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ اور تم کو اس زمین پر کمزور سمجھا جاتا تھا تم ڈرتے
تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ رہتے تھے کہ کہیں لوگ تم پر اچانک جھپٹ نہ
فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ پڑیں۔ پھر اللہ نے تمھیں پناہ دی اور اپنی مدد سے
وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تمہارے ہاتھ مضبوط کیے اور تمھیں اچھی پاک و پاکیزہ
تَشْكُرُوْنَ ۝ ۲۶ روزی عطا کی، تاکہ تم شکر ادا کرنے والے بنو۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا (۲۷) اے ایمان لانے والو! اللہ اور (اُس کے)
اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ رسولؐ کے ساتھ خیانت نہ کرو، اور خود اپنی
وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ۲۷ اماںتوں میں بھی خیانت نہ کرو، جبکہ تم خوب جانتے ہو۔

(آیت ۲۶) اِس آیت میں مسلمان مہاجرین سے خطاب ہے۔ اُن کو پچھلے والا ماضی یاد دلایا جا رہا ہے۔ *.... (شاہ ولی اللہ)

اور اُنھیں خدا کا شکر ادا کرنے کی تلقین بھی کی جا رہی ہے۔ اُن نعمتوں کا شکریہ ہے کہ (۱) مہاجرین خدا اور رسولؐ کی اطاعت کریں۔ (۲) اسلام کو پھیلانے میں اخلاص اور دل لگن سے کام لیں۔ (۳) اِس راہ میں جو مشکلات درپیش ہوں اُن کا مردوں کی طرح مقابلہ کریں۔ اور (۴) ہر معاملے میں خدا پر بھروسہ رکھیں کہ جس طرح خدا نے پہلے اُنھیں مصائب سے نجات دی، اب بھی نجات دے گا۔ شکر کی حقیقت بھی یہی ہے۔

خدا کے بارے میں یہ گمان یا شک کرنا کہ اب وہ آئندہ مدد نہیں کرے گا، یہ بھی ناشکری ہے۔ *.... (تفہیم)

(آیت ۲۷) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ "اِس آیت کا اشارہ ابو لبابہ کی طرف ہے، جنھیں بنی قریظہ نے مشورہ لینے کے لیے بلایا تھا، تو ابو لبابہ نے رسولِ خداؐ کا ارادہ، (اپنی گردن کی طرف اشارہ کرکے اُن کو) بتا دیا کہ قتل ہی کا فیصلہ ہوا ہے، لہٰذا منظور نہ کرنا۔ پس جبرئیلؑ نے آنحضرتؐ کو خبر دیدی۔ ابو لبابہ کہتے ہیں کہ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا کہ میں نے خیانت کی۔" اِس پر ابو لبابہ نے توبہ کی۔ اسی خیانت پر یہ آیت اُتری۔ اور اُن کی توبہ قبول ہوئی۔
*....... (تفسیر تبیان، تفسیر مجمع البیان)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ (۲۸) فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ ۲۸

اور تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد امتحان لینے کا ذریعہ ہیں۔ اور یقیناً اللہ کے پاس (اِس امتحان میں کامیابی پر عطا کرنے کے لیے) بڑے سے بڑا اجر موجود ہے۔

"فتنہ" کے معنی بزبانِ امیر المومنینؑ

امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص یہ کہے کہ: یا اللہ! میں فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اِس لیے کہ تم میں ایسا ایک بھی نہیں ہے جو فتنے سے خالی ہو۔ اور فتنہ کو دوست نہ رکھتا ہو۔ جیسا کہ خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "تمھارے مال اور تمھاری اولاد فتنہ (یعنی / امتحان لینے کا ذریعہ) ہیں۔"

پس اگر کوئی شخص خدا سے پناہ طلب کرے تو یوں طلب کرے: "اے اللہ! جو امتحانات سیدھے راستے سے ہٹا دیتے ہیں، اُن سے پناہ طلب کرتا ہوں، تو مجھے اُن سے بچا لے۔" ★ ...... (تفسیر صافی ص۱۹۵ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

"فتنہ" کے معنی، امتحان لینے کا ذریعہ۔ یعنی ہر وہ محنت جو نفس کی پاکیزگی کا سبب بنے۔ یعنی ہوا و ہوس کے تقاضوں سے بچتے رہنا۔ ★ .... (تفسیر تبیان)

کیونکہ جب انسان فرض کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو اُس کے درجات بڑھتے ہیں۔ ★ .... (فصل الخطاب)

"فتنہ" یعنی مال اور اولاد کی محبت ایسی چیز ہے جس سے ہمارا امتحان ہوتا رہتا ہے کہ کون اُن کی محبت کی وجہ سے اللہ کی محبت اور اُس کے احکام کو بھلا دیتا ہے۔ ★ .... (تھانوی)

انسان کا امتحان زیادہ تر اپنے ذاتی مفادات اور اولاد کے مفادات سے لیا جاتا ہے۔ اگر انسان کو اپنے اور اپنی اولاد کے مفادات خدا اور رسولؐ سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں، تو اُس کا ایمان متاثر ہو جاتا ہے۔ پھر وہ مال اور اولاد کی بیجا محبت کی وجہ سے بے ایمانی اور ناانصافی پر اُتر آتا ہے۔ وہ نہیں سمجھتا کہ مال اور اولاد ہی کے ذریعے اُس کا امتحان لیا جا رہا ہے۔ تم جسے مال، بیٹا، بیٹی کہتے ہو وہ اصل میں تمھارے امتحان کے پرچے ہیں۔ یہ چیزیں تم کو جانچنے کے لیے دی گئی ہیں تاکہ پتہ چلے کہ تم کہاں تک دوسروں کے حقوق کا لحاظ کرتے ہو؟ کہاں تک سیدھے راستے پر چلتے ہو؟ ★ .... (تفہیم)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ ۲۹

(۲۹) اے ایمان لانے والو! اگر تم اللہ کے غصے اور ناراضگی سے بچنے کی فکر رکھو گے تو وہ تمھیں "فرقان" (یعنی) وہ نگاہ عطا کریگا جو حق و باطل کو الگ کرسکے گی (یا) تمھیں ایک خاص امتیازی اعلیٰ مقام کا مالک بنا دے گا، اور تمھاری غلطیوں اور برائیوں کو تم سے دور کرکے تمھیں معاف کردیگا۔ کیونکہ اللہ تو بہت بڑا فضل و احسان کرنے والا ہے۔

فرقان کی تشریح

★ یہاں "فرقان" کے معنی ہیں کہ: "خدا تمھیں ایسی نگاہ اور علم عطا فرمیگا کہ تم حق و باطل میں تمیز کرسکوگے۔

اگر شایاں نیم تیغ علی را :: نگاہم دہ چوں شمشیر علی تیز

یعنی: (اگرچہ میں حضرت علیؑ کی تلوار عطا کیے جانے کے لائق نہیں ہوں، تو پھر مجھے ایسی نگاہ ہی عطا فرما دے جو حضرت علیؑ کی ذوالفقار کی طرح تیز ہو۔) ★...... (اقبال)

★ "فرقان" کے معنی کسوٹی، جو کھرے کھوٹے کو الگ الگ کردے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم خدا سے ڈرتے رہوگے اور واقعاً تمھارے دل کی خواہش یہ ہوگی کہ خدا تم سے ناراض نہ ہوجائے، تو اللہ تمھارے اندر ایسی قوتِ تمیز پیدا کردے گا، جس کی وجہ سے قدم قدم پر تمھیں از خود معلوم ہوتا رہے گا کہ کونسا رویہ صحیح ہے، اور کونسا غلط ہے۔ کس رویے سے خدا خوش ہوگا، اور کس رویے سے خدا ناراض ہوگا۔ تمھاری اندرونی بصیرت ہر موڑ پر تمھیں یہ بتاتی رہے گی کہ کس طرف قدم اُٹھانا چاہیے، کونسی راہ درست ہے، اور کونسی راہ خدا کی طرف جاتی ہے۔ اور کونسی راہ باطل ہے جو شیطان سے ملاتی ہے۔ ★......... (تفہیم)

★ فرقان کی جامع تشریح یہ ہونی چاہیے: ہدایتؑ، نورِ قلبؑ، دشمنوں پر غلبہؑ، نجاتِ آخرتؑ، قیامتؑ یعنی جہاں حق اور باطل الگ الگ ہوجائے گا، اور ایسی بصیرت جس کی وجہ سے انسان حق اور باطل میں تمیز کرسکتا ہے۔ "مفسرین نے یہی کچھ لکھا ہے"۔ ★...... (ماجدی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَاِذۡ يَمۡكُرُ بِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا (۳۰) لِيُثۡبِتُوۡكَ اَوۡ يَقۡتُلُوۡكَ اَوۡ يُخۡرِجُوۡكَ‌ؕ وَيَمۡكُرُوۡنَ وَيَمۡكُرُ اللّٰهُ‌ؕ وَاللّٰهُ خَيۡرُ الۡمٰكِرِيۡنَ‏ ۳۰

اور جب آپ کے خلاف وہ لوگ تدبیریں سوچ کر منصوبے بنا رہے تھے تاکہ آپ کو قید کرلیں یا قتل کر ڈالیں یا (شہر سے) نکال باہر کریں، تو وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنے منصوبے بنا رہا تھا (تو آخرکار سب کو معلوم ہو ہی گیا کہ) اللہ ہی سب منصوبے بنانے والوں سے بہتر منصوبے بنانے والا ہے۔

ہجرت کے موقع پر خدا کی خفیہ تدبیر

تاریخی اعتبار سے کفار کی یہ منصوبہ بندی قبلِ ہجرت کی ہے۔ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ میں تھے۔ ★ .... (فتح الرحمٰن)

★ اسی منصوبہ سازی کے بعد حضورؐ نے ہجرت فرمائی۔ ★ .... (جلالین)

★ اور جس طرح خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو اپنی خفیہ چال کے ذریعہ بچا لیا تھا، اُسی طرح خدا نے رسولِ اکرمؐ کو ہجرت کے موقع پر بچا لیا۔ حضرت عیسیٰؑ کو بچاتے ہوئے خدا نے فرمایا تھا: "مکروا و مکر اللہ واللہ خیر الماکرین" یعنی: اُنھوں نے مکر کیا، مگر اللہ بھی بہترین خفیہ تدبیر کرنے والا ہے"۔ ★ .... (فصل الخطاب)

★ یہ اُس وقت کا ذکر ہے کہ جب قریشِ مکہ کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں رسولِ خداؐ مدینہ نہ چلے جائیں، پھر خطرہ ہمارے قابو سے باہر ہو جائے گا۔ اُنھوں نے آخری فیصلے کے لیے تمام رؤسائے قوم کو جمع کیا۔ ایک گروہ نے رائے دی کہ رسولؐ کو بیڑیاں پہنا کر قید کر دیا جائے لیکن اس تجویز پر یہ اعتراض ہوا کہ پھر رسولؐ کے ساتھی اور زیادہ سرگرم اور منظم ہو کر مقابلہ کریں گے۔ دوسری رائے یہ تھی کہ رسولِ خدا کو مکے سے نکال دو۔ اس پر اعتراض یہ ہوا کہ یہ شخص بڑا جادو بیان ہے، عرب کے بیشمار قبیلوں کو اپنا ہمنوا بنا کر مکے پر چڑھ دے گا۔ آخرکار ابوجہل نے یہ رائے دی کہ تمام قبیلوں سے ایک ایک جوان جو سب سے زیادہ طاقتور ہو منتخب کیا جائے اور اس طرح یہ سارے جوان ایک ساتھ محمدؐ پر ٹوٹ پڑیں اور اُنھیں قتل کر دیں۔ اس طرح بنی ہاشم کسی قبیلے سے انتقام نہ لے سکیں گے۔ اس رائے کو سب نے پسند کیا۔ مگر حضورِ اکرمؐ اُن کی آنکھوں میں خاک جھونک کر مدینہ کی طرف نکل گئے۔ اور اس طرح اُن کا تمام منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔ ("اثبات" کے یہاں معنی قید کرنے کے لیے گئے ہیں۔) ★...... (تفہیم) ★...... (ابن جریر از سدی، و از عطاء، و عبداللہ بن کثیر، قرطبی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا (۳۱) اور جب اُن کو ہماری آیتیں سُنائی جاتی
قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ تھیں تو وہ کہتے تھے، ہاں! سُن لیا ہم نے۔ ہم
هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ چاہیں تو ایسی باتیں ہم خود بنا سکتے ہیں۔ یہ تو
الْاَوَّلِيْنَ ○ ۳۱ بس اگلے لوگوں کے پُرانے قصّے کہانیاں ہیں۔

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا (۳۲) اور وہ وقت بھی تمہیں یاد ہے کہ جب اُنھوں
هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ نے یہ کہا تھا کہ اے خدا! اگر یہ واقعی سچی بات ہے
عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ اور تیری ہی طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا
ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ ۳۲ دے یا پھر ہم پر کوئی سخت عذاب ہی لے آ۔

(آیت ۳۱) قرآن کے بارے میں یہ کہنا کہ "ہم چاہیں تو ایسی باتیں ہم خود بنا سکتے ہیں" یہ قول نضر ابن حارث ابنِ کلدہ کا ہے۔ اور یہ انتہائی درجے کی ہٹ دھرمی ہے۔ کیونکہ باوجود چیلنج پر چیلنج دینے کے کوئی شخص قرآن جیسا کلام بنا کر نہ لا سکا۔ جبکہ حضورؐ تیرہ۱۳ سال سے یہی مطالبہ فرماتے تھے، پھر یہ بات کہنا سراسر ظلم تھا۔
★...... (تفسیر صافی ص۱۹۷)

★ اصل میں کافروں کا یہ قول دھاندلی کے طور پر تھا۔ اپنے کھسیانے پن اور عاجزی کو چھپانے کے لیے تھا۔ کسی اہم بات کو کم اہم بتانا نفسیاتی اعتبار سے احساسِ کمتری کے سبب ہوتا ہے۔ قرآن کے مسلسل تازیانوں کے باوجود کہ قرآن کے مثل لا سکتے ہو تو لاؤ، پھر یہ کہنا کہ ہم لا سکتے ہیں، پھر بھی نہ لا سکنا، کتنی بڑی شکست ہے۔ ★..... (فصل الخطاب)

★ یہ قول نضر بن حارث بن کلدہ کا تھا۔ یہ کہتا تھا کہ میں بھی اس جیسا کلام کہہ سکتا ہوں۔ یہ جنگِ بدر میں اسیر ہو کر آیا تھا، خوبصورت جوان تھا۔ حضورؐ کے حکم سے حضرت علیؑ نے اس کو قتل کر دیا تھا۔ ★...... (تفسیر انوار النجف)

(آیت ۳۲) وَاِذْ قَالُوْا : کسی نے لکھا کہ یہ قول نضر کا ہے۔ ★...... (تفسیر صافی ص۱۹۷)

★ کسی نے کہا کہ یہ قول ابوجہل کا تھا۔ ★....(تفسیر قمی) بعض روایات میں ہے کہ یہ قول حرث ابنِ عمر فہری کا تھا۔
★...... (الکافی)

★ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ قول نعمان بن حرث کا ہے۔
★...... (مجمع البیان)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ ۳۳

(۳۳) مگر اللہ ایسا نہیں ہے کہ اُن پر عذاب اُتار دے جبکہ آپؐ اُن کے درمیان موجود ہوں، اور نہ ہی اللہ اُن پر اِس حالت میں عذاب نازل کرنے والا ہے جبکہ وہ خدا سے اپنے گناہوں پر معافی مانگ رہے ہوں۔

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۗ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ۳۴

(۳۴) مگر اب وہ اُن پر عذاب کیوں نہ نازل کرے جبکہ وہ اب مسجدِ حرام (محترم) کا راستہ تک روک رہے ہیں، حالانکہ وہ اِس (مسجدِ حرام) کے جائز[۱] متولی نہیں ہیں۔ اُس کے جائز متولی تو صرف صاحبانِ تقویٰ ہی ہیں۔ مگر اُن میں کے زیادہ تر لوگ علم ہی نہیں رکھتے۔

عذاب نہ آنے کی وجہ ؟

[۱] شاہ ولی اللہ صاحب نے آیت کا مطلب یوں لکھا: اللہ کا مستقل طریقہ یہ ہے کہ "جب تک پیغمبرؐ قوم کے درمیان ہوتا ہے، وہ عمومی عذاب نازل نہیں کرتا۔ اور اسی طرح جب تک اپنے گناہوں پر معافی مانگتے رہتے ہیں، خدا عذاب نازل نہیں کرتا۔" پھر لکھتے ہیں: "گئے ہیں حضرتؐ کے قدم سے عذاب رُک رہا تھا، اب اُن پر عذاب آیا۔"۔۔۔ حضرتؐ نے فرمایا: "گنہگاروں کو دو چیزیں پناہ دیتی ہیں۔ ایک میرا وجود اور دوسرا استغفار۔ *۔۔۔۔۔۔۔۔ (موضح القرآن)

★ اب سوال یہ ہے کہ آج رسولؐ کی وفات ہو چکی ہے اور گناہوں کی کوئی حد و انتہا نہیں رہی، سارے پچھلے ریکارڈ ٹوٹ چکے۔ پھر دنیا پر آج عذاب کیوں نہیں آتا؟ ماننا پڑے گا کہ کوئی فردِ مثلِ رسولؐ پردۂ غیبت میں ہے جس کی وجہ سے زمین و آسمان قائم ہیں اور خلقِ خدا عذابِ الٰہی سے محفوظ ہے۔ ★۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (فصل الخطاب)

(آیت ۳۴) "قریش (اپنے) آپ کو اولادِ ابراہیمؑ سمجھ کر کعبے کے مختار (متولی) ٹھہراتے تھے۔ اور مسلمانوں کو آنے نہ دیتے تھے۔ خدا نے فرمایا کہ اولادِ ابراہیمؑ میں جو پرہیزگار ہو، اُسی کا حق ہے۔" *۔۔۔ (موضح القرآن) ★ عرب کے لوگ غلطی سے یہ سمجھ رہے تھے کہ قریش، اللہ کے گھر کے مجاور اور متولی ہیں، اِس لیے اُن پر خدا کا خاص فضل و کرم ہے۔ اِس آیت اِس غلط فہمی کو دور کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے: "کسی عبادت گاہ کے متولی صرف وہ لوگ بن سکتے ہیں جو خدا سے ڈرنے والے، خدا کی اطاعت کرنے والے اور خالص خدا کی عبادت کرنے والے ہوں۔"

★ (۔۔۔۔*) تفہیم)

www.drhasanrizvi.org

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ (۳۵)	اللہ کے گھر کے پاس اُن لوگوں کی نماز
إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا	سیٹیاں بجانے اور تالیاں پیٹنے کے سوا اور کچھ
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝ ۳۵	بھی نہ تھی۔ تو لو پھر اب اپنے اُس انکارِ حق کی سزا کے عذاب کا مزہ چکھو۔

مسجد الحرام میں مشرکوں کی عبادت سیٹیاں بجانا اور تالیاں پیٹنا

جناب رسولِ خدا ؐ جب مسجد الحرام میں نماز پڑھتے تھے تو قبیلہ عبدالدار کے دو آدمی جناب رسولِ خدا ؐ کے دائیں طرف کھڑے ہو کر سیٹیاں بجانے لگتے، اور دو آدمی حضورِ اکرم ؐ کے بائیں طرف کھڑے ہو کر تالیاں بجاتے رہتے، تاکہ حضور ؐ کی نماز باطل کریں۔ خدا نے اُن سب کو یہ سزا دی کہ: غزوۂ بدر میں یہ سب کے سب قتل ہوئے۔ ★......(تفسیر صافی ص۱۹۸ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

جاہل صوفیاء کے طریقۂ عبادت کی تردید

فقہاء نے لکھا کہ: اس آیت سے اُن جاہل صوفیاء کی تردید ہوگئی، جو وجد اور حال کے عالم میں خوب اُچھلتے، کودتے، ناچتے گاتے اور تالیاں بجاتے ہیں اور اُسے روحانی کمال بھی سمجھتے ہیں یہ صاف تشبیہ ہے اعمالِ مشرکین کے ساتھ۔ ★ .... (قرطبی)

آیت میں مشرکوں سے یہ کہا جا رہا ہے کہ کعبہ جو عبادت کی جگہ ہے، مقدس مقام ہے، وہاں تم ایسے ناشائستہ کام کرتے ہو؟ ★...... (جلالین)

★ ______ مشرکین بیت اللہ کا ننگے ہو کر، تالیاں اور سیٹیاں بجاتے ہوئے طواف کرتے تھے۔ اور مروی ہے کہ جب جناب رسولِ خدا ؐ مسجد الحرام میں نماز پڑھتے تھے تو دو مشرک ایک طرف سیٹی بجاتے اور دو مشرک دوسری طرف تالیاں بجاتے تھے، تاکہ آپ نماز میں بھول جائیں، یہ سب بدر میں قتل کر دیئے گئے۔ ★ ...... (تفسیر انوار النجف ج۷ ص۱۹۵)

★ اور جس سزا کا یہاں ذکر کیا گیا ہے، اُس سے مراد وہ تباہی ہے جو اُن پر جنگِ بدر میں آئی۔ ★...... (جلالین)

★ اور آخرت کا عذاب بھی مراد ہو سکتا ہے یعنی دنیا اور آخرت کی سزا چکھو، اُس کفر کے بدلے جو تم کرتے تھے۔ ★...... (تفسیر تبیان)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾

بیشک جن لوگوں نے بھی حق بات کو ماننے سے انکار کر دیا ہے، وہ اپنے اموال کو خدا کے راستے سے لوگوں کو روکنے پر خرچ کر رہے ہیں اور وہ ابھی اور بھی خرچ کرتے رہیں گے۔ مگر آخرِ کار یہی کام اُن کے پچھتانے اور غم کھانے کا سبب بنیں گے۔ پھر وہ مغلوب بھی ہوں گے۔ اور پھر یہ حق کے منکر جہنّم کی طرف گھیر گھیر کر لائے جائیں گے۔

راہِ خدا کی مخالفت میں خرچ کرنے کی مذمت

آیت کے شانِ نزول کے متعلق تین قول ہیں۔

(۱) ابوسفیان کے متعلق ہے کہ یہ جنگِ اُحد میں دو ہزار آدمی کرائے پر لایا تھا۔ (۲) سردارانِ قریش کے متعلق ہے جو جنگِ بدر میں باری باری خرچ کرتے تھے، اور وہ بارہ تھے جن میں ایک عباس بھی تھے۔ (۳) جب جنگِ بدر کی شکست خوردہ جماعت کے میں پہنچی، تو جن جن کے رشتے دار یا اکابر مارے گئے تھے، ابوسفیان کے پاس آئے، اور جن جن لوگوں کا مال شام سے ابوسفیان لایا تھا، اُن کو بھی جمع کیا گیا تو بدر کے مقتولین کے وارثوں نے کہا کہ اسی مال کی حفاظت کی خاطر جنگِ بدر ہوا ہے اور ہمارے اکابر مارے گئے ہیں۔ لہٰذا یہ مال ہمیں دے دیا جائے تاکہ ہم اس کے ذریعے سے بدر کے مقتولین کا انتقام لیں۔ چنانچہ وہ سارا مال اِس مطلب کے لیے دے دیا گیا۔ خدا اُن کے اِس فعل کی مذمت فرما رہا ہے، اور پیش گوئی ہے کہ یہ خرچ کرنا اُن کے لیے باعثِ حسرت ہی بنے گا۔ یہ آیت قیامت تک دینِ حق کی مخالفت پر خرچ کرنے والوں کے لیے تنبیہ کر رہی ہے۔

*........ (تفسیر انوار النجف ص۱۹۹)

★ مخالفت تین طرح سے کی جا سکتی ہے۔ قولی، بدنی، اور مالی۔ یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ اسلام کے دشمنوں نے اپنا مال بھی اسلام کی مخالفت پر وقف کر رکھا تھا۔ "عن سبیل اللہ" یعنی۔ دینِ اسلام کی مخالفت کے لیے۔

پھر یہاں پیش گوئی فرما دی کہ اُن کا یہ مال بھی اور اُن کی تمام کوششیں بھی بالکل ناکام ہو جائیں گی، پھر اُن پر حسرت و یاس کا غلبہ رہے گا کیونکہ اُن کو دُوہری حسرت ہوگی۔ ایک تو اپنے مال کے ضائع ہونے پر، اور دوسرے اپنی شکست پر۔

*........ (ماجدی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ (۳۷) تاکہ اللہ پاک لوگوں کو گندے لوگوں سے
وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلٰى الگ کردے اور پھر تمام گندگی اور بُرائی کو اکٹھا
بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ کرکے ایک دوسرے پر رکھ کر جہنّم میں جھونک
فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝ ۳۷ دے۔ یہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔

بُرے کاموں پر مال خرچ کرنا ذخیرۂ جہنّم ہے

خداوندِ تعالےٰ کا ارشاد فرمانا کہ:

" جو کچھ ناپاک ہو، اُسے ایکدوسرے پر رکھدے "

یعنی، جس طرح وہ خیرات جو خدا کی راہ میں ہوتی ہے، ذخیرۂ آخرت ہوتی ہے؛ اِسی طرح جو کچھ بُرے کاموں پر خرچ کیا جاتا ہے، وہ سب وہاں جمع ہوکر عذابِ آخرت میں اضافے کا سبب ہوگا۔ جیسے آگ پر تیل ڈالنے سے آگ بھڑک جاتی ہے۔

اب اِس سے بڑا گھاٹا اور کیا ہوسکتا ہے کہ خرچ بھی کریں اور پھر سزا بھی پائیں۔

* .... (فصل الخطاب)

اِس سے بڑھ کر نقصان اور کیا ہوگا کہ انسان جس راہ میں اپنا تمام وقت، تمام محنت، زندگی کا پورا سرمایہ کھپا دے اور اُس کی انتہا کو پہنچ کر اُسے معلوم ہو کہ یہ راہ تو اُسے سیدھی تباہی کی طرف لے جا رہی ہے، اور جو سارا سرمایہ اُس نے لگایا ہے، اُس کا نفع ملنے کے بجائے اب اُسے اُلٹا جرمانہ ادا کرنا پڑے گا۔

* .... (تفہیم)

(اور جرمانہ بھی کونسا؟ مال کی شکل میں نہیں، بلکہ نازک جسم پر جہنّم کی آگ وغیرہ کا عذاب)

خبیث (نجس) سے مراد کافر، اور طیّب (پاک) سے مراد مومن بھی ہے۔

* ..... (قرطبی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ إِن يَنتَهُوا۟ يُغْفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ وَإِن يَعُودُوا۟ فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ ٱلْأَوَّلِينَ ۝ ۳۸

(۳۸) آپ اُن کافروں سے کہدیجیے کہ اگروہ اب بھی باز آجائیں تو جو کچھ پہلے ہو چکا ہے اُس کو معاف کردیا جائے گا۔لیکن اگروہ پھر ایسا ہی کریں گے جو پہلے کر چکے ہیں تو پھر جو کچھ پچھلے لوگوں کا حشر ہو چکا ہے وہ تو سب کو معلوم ہے۔ (وہی حال اُن کا بھی ہوگا۔)

سچے دل سے توبہ پر سب گناہ معاف

★ "سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ" کے معنی: "اللہ کا وہ سلوک جو اُس نے پہلے والوں کے ساتھ کیا تھا۔" ★...... (مجمع البیان)

★ مطلب یہ ہے کہ انبیاء کے پچھلے منکرین پر جیسا سخت عذابِ آخرت میں ہوگا ویسا ہی سخت عذاب بعد کے آنے والے منکرین پر بھی ہوگا۔اُن کو پچھلے منکرین کی طرح سزادی جائے گی۔ ★...... (مدارک ۔ روح المعانی)

خدا کا فرمانا کہ: "جو کچھ پہلے ہو چکا ہے اُس کو معاف کردیا جائے گا۔"

★ اس سلسلے میں فقہاءِ اسلام نے لکھا کہ: حقوق العباد، مثلاً قرضہ، قصاص وغیرہ، تو کافرِ حربی سے ساقط ہو جائے گا، کیونکہ کفر کی حالت میں وہ خدا کی شریعت کے احکام کا پابند نہ تھا، البتہ کافرِ ذمّی کے ذمّے یہ چیزیں ضرور باقی رہیں گی جن کا وہ ذمّے دار تھا۔ البتہ حقوق اللہ سب معاف کر دیے جائیں گے۔
★...... (قرطبی)

اکثر فقہاء نے یہ نتیجہ بھی نکالا کہ:

★ "زندیق (دہریے) کی بھی توبہ قبول ہو جائے گی۔کیونکہ وہ بھی بہرحال کافروں کی ایک قسم ہے۔
★...... (تفسیر کبیر)

★ مگر یہ ساری معافیاں اسلام کو دل سے قبول کرنے پر موقوف ہیں، جبکہ وہ دینِ باطل کو واقعاً چھوڑ چکا ہو۔
★...... (روح المعانی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ (۳۹) لہٰذا، اِن حق کے منکروں سے جنگ کرو حتّیٰ کہ
وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ ۚ فتنہ و فساد باقی نہ رہے اور پورا دین اور بندگی صرف
فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ بِمَا اللہ ہی کیلئے ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو بلاشبہ
يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ ۳۹ اللہ اُن کے افعال و اعمال کا خوب دیکھنے والا ہے۔

"فِتنہ" کے معنی

یہاں "فِتنہ" کے معنیٰ غلبۂ کفر" کے ہیں۔ ★ ...... (شاہ ولی اللہ)

★ بعض مفسّرین نے خود کفر و شرک کو "فتنہ" قرار دیا ہے۔ ★ ...... (جلالین)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا:

"اِس آیت کا مضمون ابھی وقوع میں نہیں آیا ہے۔ اِس کا پورا مفہوم اُس وقت واقع ہوگا جب ہمارا قائم امام مہدیؑ ظہور فرمائیں گے۔" ★ ...... (تفسیر مجمع البیان)

★ اور خدا کا فرمانا: "پورا دین صرف اللہ ہی کے لیے ہو جائے گا۔" یعنی، عبادت اور بندگی صرف اور صرف اللہ ہی کی ہونے لگے گی۔ (اور یہ تو قائم آلِ محمدؐ کے ظہور کے بعد ہی ہوگا) ★ ...... (فصل الخطاب)

اسلامی جنگوں کا اصل مقصد

اِس آیت میں اسلامی جنگوں کا اصل مقصد بتایا گیا ہے۔ اِسلامی جنگیں مال، دولت، حکومت، فتوحات ملک کی شان و شوکت بڑھانے کے لیے نہیں ہوتیں، بلکہ اسلامی جہاد کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ (۱) فتنہ و فساد ختم ہو جائے۔ (۲) اور دین اور اطاعت صرف اللہ کے لیے ہو جائے۔ اِس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے لڑائی جائز نہیں۔ ★ ...... (تفہیم) (سوا اس کے کہ دفاعی جنگ ہو)

★ خداوندِ عالم کا یہ ارشاد فرمانا کہ: "اِن منکرینِ حق سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔" فتنہ سے مراد بعض اکابرین کے نزدیک جنگ و جدل کا فساد ہے۔ جھگڑے، اور خوں ریزی ہے۔ جب یہ ختم ہو جائے تو جنگ ختم کردو۔ یہی مفہوم درست ہے۔ لیکن بعض کے نزدیک "فتنہ" سے مراد "شرک" ہے، اور بعض کے نزدیک "فتنہ" سے مراد "کفر" ہے۔ ★ ...... (جصاص، بقول ابن عباسؓ، مدارک، قرطبی)

Presented by: https://jafrilibrary.com/

www.drhasanrizvi.org

وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ (۴۰) اور اگر وہ نہ مانیں تو پھر یہ جان رکھو کہ اللہ
مَوۡلٰىكُمۡ‌ؕ نِعۡمَ الۡمَوۡلٰى وَنِعۡمَ تمہارا سرپرست اور حامی ہے، اور وہ کیا ہی اچھا
النَّصِيۡرُ ۝ ۴۰ مالک، حامی، سرپرست اور مددگار ہے۔

"مولیٰ" مولیٰ کے یہاں معنی مددگار کے لیے گئے ہیں۔ *...... (جلالین)

لیکن یہ معنی یہاں زیادہ مناسب نہیں۔ اِس لیے کہ آخری لفظ نصیر ہے۔ جس کے معنی بھی مددگار کے ہیں۔ اِس طرح تکرار لازم آتی ہے جبکہ علم معنی و بیان کا ایک مسلّمہ اصول ہے کہ "التاسیس اولیٰ من التاکید" (یعنی) لفظ میں نئے معنی پیدا ہونا اِس سے بہتر ہے کہ اسے گذشتہ معنی پر زور دینے کے لیے استعمال کیا جائے۔ اِس لیے بہتر ہوگا یہاں مولیٰ کے معنی مالک، آقا، یا سرپرست کے لیے جائیں، تاکہ تکرار لازم نہ آئے۔ *...... (فصل الخطاب)

ے مومن تو فقط حکمِ الٰہی کا ہے پابند ٭٭ تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
*...... (اقبال)

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اُسے کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے، وہ اِس آیت کی تلاوت کثرت سے کرتا رہے۔"
*...... (نور الثقلین)

(نواں پارہ ختم ہوا)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ وَمَا تَوۡفِيۡقِيۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ الۡعَلِيِّ الۡعَظِيۡمِ وَهُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيۡتَ عَلٰۤى اِبۡرٰهِيۡمَ وَعَلٰۤى اٰلِ اِبۡرٰهِيۡمَ
اِنَّكَ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ ۝

آج مورخہ ۱۶ ذی قعدہ ۱۴۱۶ھ ہجری بمطابق ۵ اپریل ۱۹۹۶ عیسوی ۱۲ بجے شبِ شنبہ اِس پارے کی کتابت مکمل ہوئی
قارئینِ کرام سے التماسِ دعا ہے کے خواہشمند عالیمرتبت ڈاکٹر مولانا محمد حسن رضوی مدظلہ و عالیجناب الحاج غلام نقی رضوی مدظلہ نیز
محترم المقام اشفاق حسین مدظلہ اور حقیر ———— محمد جعفر زیدی کاتبِ هٰذا القرآن کریم

Presented by: https://jafrilibrary.com/